نبی ﷺ کا فیض بٹتا ھے
ولی کے آستانہ سے

انوارِ عبداللہ شاہ غازیؒ

ادارہ زین الاسلام حیدرآباد سندھ
0333-2627777

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض بٹتا ہے
ولی کے آستانہ سے

انوار عبداللہ شاہ غازی

تحقیق و تصنیف
پیر طریقت، زینت اہل سنت، زین المشائخ حضرت مولانا
پیر سید محمد زین العابدین شاہ راشدی
دامت برکاتھم العالیہ

ادارہ زین الاسلام
حیدر آباد، سندھ

سلسلہ اشاعت نمبر 13

☆ نام کتاب : انوارعبداللہ شاہ غازی
☆ نام مصنف : صاحبزادہ سید محمد زین العابدین شاہ راشدی
☆ کمپوزنگ : مزمل حسین (عون پرنٹرز، حیدرآباد)
☆ پروف ریڈنگ : محمد انصار زینی قادری
☆ ناشر : ادارہ زین الاسلام حیدرآباد
☆ طباعت : الزینب پرنٹنگ پریس کھوکھر محلہ حیدرآباد
☆ اشاعت اوّل : ایک ہزار اکتوبر 2018ء)
☆ ہدیہ : 250روپے

......ملنے کا پتہ......

☆ پرائم کمیونیکیشن، صدر، حیدرآباد 022-2731600
☆ جنید پروا الیکٹرک اسٹور چھوٹی گٹی حیدرآباد 022-2613838
☆ سہروردی فارما، چھوٹکی گٹی، حیدرآباد 022-2663908
☆ بھٹائی بک ہاؤس، گاڑی کھاتہ، حیدرآباد
☆ مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ، دارالعلوم احسن البرکات، حیدرآباد
☆ مکتبہ سخی سلطان، چھوٹکی گٹی، حیدرآباد ☆ مکتبہ گلزار بدیع، چھوٹکی گٹی، حیدرآباد
☆ مسلم کتابوی دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور
☆ مکتبہ رضائے مصطفےٰ چوک دارلاسلام گوجرانوالہ
☆ مدینہ پبلشنگ کمپنی، نزد لائٹ ہاؤس سینما ایم اے جناح روڈ، کراچی
☆ مکتبہ فریدی، اُردو بازار، کراچی 021-32628273
☆ مکتبہ فیض القرآن، قاسم سینٹر اُردو بازار، کراچی
☆ مکتبہ بابا فرید چوک پاکپتن شریف
☆ حافظ عمران میمن موٹرز، طارق روڈ کراچی۔ 0300-3012895
☆ مکتبہ اشرفیہ مرید کے، ضلع شیخوپورہ

یہ ''غازی'' یہ تیرے پر اسرار بندے!
جنہیں تو نے بخشا ہے ذوق خدائی
دونیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
پہاڑ ان کی ہیبت سے مانند رائی

عکس مضامین

دوسرا حصہ

نذرانہ عقیدت (منظوم)

تاریخی کارنامہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللھم صلیٰ علیٰ سیدنا محمد و علیٰ آل سیدنا محمد وبارک وسلم

خطیب اہل سنت علامہ مولانا سید عظمت حسین شاہ گیلانی صاحب۔ راولپنڈی

محقق اہلسنت، پیکر صدق واخلاص، حضرت مولانا پیر سید زین العابدین راشدی مدظلہ العالی نے آسمان ولایت کے مہر درخشاں، گلستان پنجتن پاک علیھم السلام کے گل خنداں، رہنمائے سالکاں، مقتدائے عارفاں حضرت سیدنا عبداللہ شاہ غازی قدس سرہ العزیز کے مدلل و مفصل احوال زندگی اور آپ کے حضور علمائے ربانین وصوفیائے کاملین کے خراج عقیدت کے حوالے سے بکھرے ہوئے گوہر ہائے آبدار کو جمع فرمایا یقیناً یہ ایک تاریخی کارنامہ ہے اور یہ بات بلا مبالغہ کہی جاسکتی ہے کہ یہ کارنامہ سرانجام دے کر قبلہ راشدی صاحب نے امت مسلمہ کی طرف سے ایک بڑا قرض ادا کردیا ہے۔ اس فقیر کی نسبت طریقت سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت شمس المشائخ، واقف اسرار رموز حضرت پیر سید غلام مصطفیٰ شاہ صاحب کاظمی قدس سرہ العزیز کے واسطے سے خواجہ خواجگاں حضرت خواجہ محمد قاسم صادق موہڑی رحمتہ اللہ علیہ سے ہے۔ 1952ء میں مرشد گرامی نے اپنے تایاجان قدوۃ العارفین پیر سید محمد شاہ کاظمی رحمتہ اللہ علیہ المعروف باباجی طُوری شریف (ایبٹ آباد) کی سرپرستی میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے کیلئے سفر فرمایا، جب آپ کراچی پہنچے تو پتا چلا کہ ہندوستان کے ساتھ فضائی راستوں کے مسئلے میں بات چل رہی ہے جس کی وجہ سے فضائی پروازیں متاثر ہوگئی ہیں اور کافی دنوں سے جہازوں کی آمد ورفت کا سلسلہ منقطع ہے،

جب حضرت بابا جی صاحب کو یہ خبر ملی تو آپ نے فرمایا فوراً گاڑی کا انتظام کیا جائے ہم حضرت عبداللہ شاہ غازی کے پاس حاضری دیتے ہیں، ان سے بات کرتے ہیں پھر دیکھیں آگے کیا ہوتا ہے، اسی دن گاڑی کا انتظام ہوا اور بابا جی نے حضرت کے مزار اقدس پر حاضری دی اور واپسی کے بعد فرمایا حضرت عبداللہ شاہ غازی نے فرمایا ہے کہ کل جو پہلا جہاز حجاز مقدسہ کے لئے روانہ ہوگا اس میں آپ کو سیٹ ملے گی اور ساتھ ہی جہاز کا نمبر بھی بتا دیا اور فرمایا یہاں سے آپ کو حجاز مقدس تک پہنچانا اور واپس پاکستان لانا اب میری ذمہ داری ہے، فرمایا جب ہم سویرے ائیر پورٹ پہنچے تو حضرت کے فرمان کے مطابق اسی جہاز میں ہمیں نشستیں مل گئیں، اسی سفر میں حضرت زندہ پیر صاحب گھمکول والے (اٹک) بھی ہمراہ تھے جن کو بابا جی طوروی نے خلافت بھی عطا فرما رکھی تھی۔ سفر کے دوران جہاز میں فنی خرابی پیدا ہوگئی جس کی وجہ سے جہاز کا عملہ پریشان ہوگیا اور جہاز میں بیٹھے مسافر بھی خوف زدہ ہو گئے مگر حضرت کی کرامت تھی کہ اس کے باوجود جہاز سلامتی کے ساتھ جدہ ائیر پورٹ پہنچا۔

(ماخوذ از قلمی یادداشت حاجی گل میر نقشبندی، ص 225)

آج بھی حضرت سید عبداللہ شاہ غازی رحمتہ اللہ علیہ کی کرامات تسلسل سے ظہور پذیر ہیں اور حیدر کرار کرم للہ وجہ کا یہ فرزندِ ارجمند اولیاء وعرفاء کی رہنمائی فرما رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کے فیوض و برکات سے مستفیض ہونے کی استعداد و توفیق عطا فرمائے اور حضرت قبلہ راشدی صاحب کے سلسلہ طریقت و حلقہ احباب میں مزید برکات و انوار کا نزول فرمائے۔ آمین

سید عظمت حسین شاہ گیلانی

راولپنڈی

7 جنوری 2016ء بروز جمعرات

پردہ اُٹھایا ہے

پروفیسر ڈاکٹر محمد حسین آزاد

پرنسپل گورنمنٹ اسلامیہ کالج ملتان

پیر سید محمد زین العابدین راشدی، خانوادہ رسالت مآب ﷺ کے اس حسنی شہزادے کے حالات منصۂ شہود پر لا کر نہایت اہم فریضے سے سبکدوش ہوئے ہیں۔ کاوش و تحقیق لائق تحسین ہے کہ آپ نے مستند کتابوں سے استفادہ کیا ہے۔ نسب کے حوالے سے بھی آپ نے سب سے مستند کتاب طبقات ابن سعد سے استفادہ کیا ہے۔

قبلہ راشدی صاحب نے بعض ایسے مشائخ طریقت اور صاحب مزار حضرات القدس کی نشاندہی کی ہے کہ اللہ کے ان اولیاء کی خانقاہ ہوں پر اہل تشیع نے قبضہ کر رکھا ہے حالانکہ وہ اہل سنت و جماعت تھے۔ ایسے افسوس ناک واقعات سندھ کے علاوہ پنجاب بلکہ ملک پاکستان کے تمام بلاد میں وقوع پذیر ہو رہے ہیں۔ اُوچ شریف اس سلسلے کی اہم مثال ہے جہاں سید جلال الدین بخاری خلیفہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی جیسے سنی حنفی المسلک ولی اللہ کے مزار پر سیاہ علم لہرا رہا ہے۔

پیر سید محمد زین العابدین راشدی نہ صرف سید عبداللہ شاہ غازی کے مضمر حالات سے پردہ اُٹھایا ہے بلکہ "انوار عبداللہ شاہ" میں آپ کے چچا سید موسیٰ الجون رضی اللہ عنہ کے نسب کی بھی پاسبانی کی ہے جو کہ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کے جد امجد ہیں۔ اللہ رب العزت قبلہ راشدی صاحب کو اجر عظیم عطا فرمائے جنہوں نے اہل بیت اطہار کے فیضان اور ان کی تعلیمات کو عام کرنے کیلئے اپنے وقت اور صلاحیتوں کو بروئے کار لا رہے ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد حسین آزاد

ملتان

25-7-2016

تصنیف بے مثال

جناب پروفیسر محمد اشرف
بانی حلقہ محبانِ صوفیاء گجرات

مولانا پیر سید محمد زین العابدین راشدی جو خاندانِ سادات اور مشائخ راشدیہ کے چشم و چراغ ہیں۔ انہوں نے سید عبداللہ شاہ غازی کی سوانح حیات کے خوبصورت پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ زیر نظر تصنیف بے مثال میں، اہل بیت اطہار کی توقیر و عظمت بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''جو اہل بیت سے بغض رکھے وہ منافق ہے''۔ بروایت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ

صاحب تصنیف نے اپنی قلبی و روحانی رفعت سے یہ واضح کر دیا کہ اہل بیت سے اگر محبت وعقیدت نہ ہو تو سب کاوش بے نتیجہ ہو گی اور منزل تک رسائی ناممکن ہو گی۔

بمصطفیٰ برساں خویش راکہ دین ہمہ اوست
اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی است

آپ نے تاریخی کتب کے حوالے سے سید عبداللہ شاہ غازی نور اللہ مرقدہ کی سعی جمیلہ کا خوب تذکرہ کیا:

کہ سرزمین سندھ میں ظالم اور غاصب حکمرانوں سے جہاد کر کے کفرستان میں اسلام کی شمع روشن فرمائی۔'' آپ نے اہل بیت کا شجرہ نسب پیش کر کے یہ ثابت کر دیا کہ حضرت عبداللہ شاہ غازی دونوں اماموں کی اولاد کی اولاد سے حسنی و حسینی سید ہیں اور تبع تابعین کے عظیم مرتبہ پر فائز ہیں۔ انہوں نے مدینہ منورہ سے ہجرت فرما کر شمع رسالت کے نور کو سندھ و ہند میں پھیلا دیا اور پاک و ہند میں بسنے والے مسلمان آپ کی بدولت، دولت ایمان سے فیضیاب ہوئے۔

آپ غازی بابا غزوہ ہند پر حدیث مبارک پر عمل پیرا ہوئے۔ جس کا تقریباً نصف حصہ مکمل ہو چکا ہے بقیہ ہماری بداعمالیوں کی وجہ سے تاخیر کا شکار ہے لیکن یہ فرمان نبوی ﷺ

ضرور پورا ہو کر رہے گا۔ حضرت عبداللہ شاہ غازی نے سنت اہل بیت پر عمل پیرا ہو کر شہادت کا جام نوش فرمالیا لیکن آپ کے پائے استقلال میں ذرا بھر لغزش نہ ہوئی اور دین متین کی سرفرازی میں خوب جان لڑادی اور تاقیامت حیات جاوداں کے منصب پر مزین ہو گئے۔

حضرت زین العابدین راشدی صاحب نے انتہائی عرق ریزی کے ساتھ تصنیف و تالیف کا احسن کام سرانجام دیا ہے، جس کے لئے وہ تمام ستائش کے حقدار ٹھہرے ہیں نیز ''عروۃ الوثقیٰ 1'' (سخت گرفت) کی عظیم نسبت میں اپنا مقام پیدا کرلیا ہے۔

این سعادت بزور بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

خاکسار: پروفیسر محمد اشرف گجرات

13 رمضان المبارک 1437ھ

1 بابو اکبر علی مجددی کا مشاہدہ ہے کہ عروۃ الوثقیٰ کی حقیقت یہ ہے جب دلائل الخیرات کا روزانہ بعد نماز فجر وظیفہ کیا جاتا ہے تو عالم بالا (عرش) سے سبز رنگ کی مضبوط رسی نیچے اس فرد کے قلب پہ اترتی ہے جس کے عالم بالا سے رشتہ (تعلق) قائم ہوتا ہے۔

میاں فضل احمد حبیبی مجددی

نور علی نور فاؤنڈیشن گجرات

17-7-2016

انوار سید عبداللہ شاہ غازی
میری نظر میں

ڈاکٹر محمد سہیل شفیق۔ کراچی

احب الصالحین ولست منهم
لعل الله یرزقنی صلاحا

حضرت عبداللہ شاہ غازی، نجیب الطرفین ساداتِ کرام و اولیاء کاملین میں سے ہیں۔ آپ کا سلسلۂ نسب پانچویں پشت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے جاملتا ہے۔ آپ کی کنیت ابو محمد اور لقب الاشتر ہے۔ آپ کی ولادت مدینہ منورہ میں ۹۸ھ عہدِ بنوامیہ میں ہوئی۔ دینی تعلیم آپ نے اپنے والد سید نفس ذکیہ سے حاصل کی۔ بعض مورخین نے آپ کو محدثین میں بھی شمار کیا ہے۔

یہ ہماری تاریخ کا المیہ ہے کہ عہدِ بنوامیہ میں بڑی تعداد میں ساداتِ کرام شہید و جلاوطن ہوئے۔ ۱۳۸ھ میں سید عبداللہ شاہ غازی کے والد نفسِ ذکیہ نے خلافت اہل بیت کے لئے تحریک کا آغاز کیا جسے تاریخ میں ''علوی تحریک'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اسی سال والد کے حکم سے آپ سندھ تشریف لے گئے۔ عبداللہ شاہ غازی کوفہ سے ہوتے ہوئے ایک تاجر کی حیثیت سے سندھ پہنچے اور دین متین کی تبلیغ سے لوگوں کے قلوب واذہان کو منور کرنے لگے۔ آپ کے کردار وعمل، حسنِ سلوک اور تبلیغ اسلام کے سلسلے میں کی جانے والی مساعی جمیلہ کے نتیجے میں سینکڑوں لوگ مشرف با اسلام ہوئے۔

۱۴۵ھ میں عباسی فوجیوں کے مقابلے میں آپ کے والد نفسِ ذکیہ شہید ہوئے۔ آپ کے والد کی شہادت کے بعد عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور نے آپ کی گرفتاری کیلئے گورنر سندھ

حفص بن عمر کو حکم دیا۔ حفص بن عمر کو آپ کی گرفتاری میں تردد تھا۔ جس کی تفصیلات کتابِ ہذا میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ بہر حال ۱۵۱ھ میں آپ عباسی فوج کے مقابلے میں سنتِ حُسینی کی پیروی میں شہید ہوئے۔ آپ کے مریدین نے جسدِ اقدس کو ایک اونچی پہاڑی پر دفن کر دیا۔ اسی جگہ (کلفٹن کی پہاڑی پر کراچی میں) آپ کا مزار آج بھی مرجع خلائق خاص و عام ہے۔ بعدازاں پہاڑی کے نیچے میٹھے پانی کا چشمہ جاری ہونا آپ کی کرامات میں شمار کیا جاتا ہے۔

پیش نظر کتاب میں آپؒ کی حیات مبارکہ سے متعلق ہے۔ جس میں ابتدأ تفصیل سے محبت اہل بیت کے موضوع پر قرآن کریم واحادیث طیبہ کی روشنی میں گفتگو کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں کتابِ ہذا سرزمین سندھ سے صحابہ کرام علیھم الرضوان کے تعلق اور ان کی آمدورفت، سندھ کی فتح، سندھ میں اسلام کے آغاز، سندھ میں علمائے اسلام کی علمی خدمات، آئمہ اربعہ کی اہل بیت سے محبت وعقیدت، علوی تحریک، سید امام زید و سید نفسِ ذکیہ کے حالاتِ زندگی اور حضرت عبداللہ شاہ غازیؒ کے حالاتِ مبارکہ، نیز سندھ میں آپؒ کی آمد، ساحلی علاقے میں قیام گاہ اور شہادت کے تذکرے پر مشتمل ہے۔ کتاب اگرچہ مختصر ہے لیکن فائدے سے خالی نہیں۔

فاضل مولف سید محمد زین العابدین شاہ راشدی دامت برکاتہم العالیہ (امیر جماعت اہل سنت زین الفقراء پاکستان و بانی زین الاسلام ویلفیئر ٹرسٹ) نے اختصار و جامعیت کے ساتھ مذکورہ بالا موضوعات کا احاطہ کیا ہے۔ اس سے قبل بھی آپ کی تحریریں مختلف اہم موضوعات پر منصۂ شہود پر آچکی ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی توفیقات میں مزید اضافہ فرمائے اور پیش نظر کاوش کو اپنی دربارِ بے کس پناہ میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔ (آمین)

ڈاکٹر حافظ محمد سہیل شفیق

شعبہ اسلامی تاریخ جامعہ کراچی۔ کراچی

5-5-2016

انتساب

فقیرلاشی اپنی تحقیق وتصنیف موسوم بہ

انوارعبداللہ شاہ غازی

اپنے جدّ اعلیٰ، مرشد اعظم، شیخ الاسلام والمسلمین، غوث العالمین، امام العارفین، خلیفۃ اللہ، نائب رسول اللہ، مظہر کمال مصطفےٰ، نورنظر مرتضیٰ، جگر گوشہ بتول ابن حسین، تیرہویں صدی ھجری کے مجدد، محی السنۃ وقاطع البدعۃ

حضرت سید محمد راشد شاہ حسینیؒ قادری نوراللہ مرقدہ

المعروف پیرسائیں روضے دھنی (1234ھ)

خانقاہ عالیہ راشدیہ پیران پگارا پیر جو گوٹھ (کنگری)

کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کرتا ہے۔

جس دل وچ خدادی ذات وَسےّ
دَسّو اوہدی حقیقت کون دسےّ

☆

امانت کی، طرح رکھا، زمین نے روزِ محشر تک
ہوا اک موئے تن میلا، نہ اک تار کفن بگڑا

طالب نگاہ کرم

فقیر سید زین العابدین راشدی غفرلہ الھادی

معطر ہے عنوان آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم

سید عارف محمود مہجور رضوی

یہی تو ہے پہچان آل محمد　　که جنت ہے ایوان آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم

دو عالم ہیں اُن کی مہک سے مزین　　معطر ہے عنوان آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ہر اک عہد ہے اُن کے دَم سے منوّر　　ہر اک دور، دربانِ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم

جسے دیکھو اُن کی عطا سے ہے مملو　　وسیع ہے بہت خوانِ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم

''رہے گا یوں ہی اُن کا چرچا رہے گا''　　مرّوج ہے فرمان آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم

سند میرے آقا سے ناؤ کی پائی　　سہانا ہے پیمانِ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم

تحفظ کیا دین کا اپنے لہُو سے　　یہ انمٹ ہے احسانِ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم

فضائل کی اُن کے نہیں حد ہے کوئی　　مناقب ہیں شایانِ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ہے معیار ایمانِ، اُن سے محبت　　ہے ایمان، فیضانِ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم

درود اُن کی خاطر مرتب ہوا ہے　　ہیں قُدسی ثنا خوانِ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم

نصیب اُن کا جنت کی سرداریاں ہیں　　زہے عظمت وشانِ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم

مصائب میں اُن کا مجرب وسیلہ　　شفاعت ہے سامانِ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم

مثالی ہے شیخین کی اُن سے الفت　　صحابہ ہیں قربان آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ولی جو بھی ہوگا، یقیناً وہ ہوگا　　یکے از غلامانِ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم

محبت عقیدت مودّت کا مرکز سراسر ہے بُستانِ آل محمد ﷺ

خدایا، رہے ہاتھ میں تا قیامت گُہر بار دامانِ آل محمد ﷺ

سعادت ملی منقبت کی کہ جس سے اُجاگر ہوئی آنِ آل محمد ﷺ

یہ ہے جانفزا ذکر اہل قرابت یہ ہے اک گلستانِ آل محمد ﷺ

خوارج پہ واضح ہوا زلی حقیقت نا ممکن ہے کفرانِ آل محمد ﷺ

پھریرا سدا اُن کا اڑتا رہے گا نہ ہو پائے خُسرانِ آل محمد ﷺ

دُعا ہے یہ ''مہجور'' میری خدا سے
میسر ہو عرفانِ آل محمد ﷺ

حرفِ زین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فقیر لاشی نے اپنی تالیف کردہ کتاب ''تذکرہ سخی عبدالوہاب شاہ جیلانی ''میں بھی اعلان کیا تھا کہ حضرت غازی بابا کے فیوض و برکات کا اظہار کریں، احسانات کو مانیں، پیش ہونے والے واقعات کو ہمیں لکھ کر دیں تا کہ ہم اپنے محسن کا شکریہ ادا کر سکیں۔

(تذکرہ سخی عبدالوہاب شاہ جیلانی مطبوعہ ادارہ زین االسلام حیدر آباد 2012ء)

اسی اعلان سے متاثر ہو کر ماھنامہ رضائے مصطفٰے گوجرانوالہ کی ٹیم نے بھی اس ضرورت کو محسوس کیا اور ہماری بات کو آگے بڑھانے کی غرض سے اعلان کو شائع کر دیا تا کہ زیادہ لوگوں تک پیغام پہنچایا جا سکے۔

فقیر نے ایک اشتہار تحریر کیا قاری رسول بخش قادری کو پسند آ گیا وہ لے گئے اور شایع کروا کر ایک ہزار کاپیاں 16 نومبر 2014ء بروز اتوار کو میرے غریب خانے پر پہنچائیں، اسی شام محمد ہاشم گھانچی گاڑی لے کر آ گئے، فقیر نے اشتہار اُٹھائے اور کلفٹن بابا کی دربار مقدس حاضر ہوا، سب سے پہلے مسجد شریف میں نماز عشاء ادا کی اس کے بعد حاضر خدمت ہو کر زیارت سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کیا، فاتحہ پڑھی دعا کی اور عرض کیا:

حضور: فقیر زین العابدین یہی کر سکتا تھا کہ اشتہار شایع کر کے آپ کے

دربار گوہر بار پر پہنچا کر سائلین میں بانٹ دے (میرے پاس وسائل نہیں کہ گھر گھر جا کر اشتہار بانٹ سکوں) اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتا، یہاں میرا کام ختم اور آگے آپ کا کام شروع ہوتا ہے، آپ توجہ فرمائیں اپنے عُشاق تک ہماری رسائی کروادیں تاکہ وہ مواد ہم تک پہنچائیں اور فقیر ان کو ترتیب دے کر کتاب بنائے۔

اشتہار کا مضمون درج زیل ہے:

اعلان:

نگاہ مرشد کامل سے، عشق مصطفیٰ حاصل
خدا کا قرب دیتی ہے، محبت پیر خانے کی

سید اولیاء حضرت سید عبداللہ شاہ حسنی رضی اللہ عنہ (شہادت 151ھ) المعروف کلفٹن والے غازی بابا حضور پاک ﷺ کی اولاد پاک، اہل بیت کرام میں سے ہیں۔ دوسری صدی ہجری کے بزرگ بلکہ بزرگوں کے سردار ہیں چودہ سو سال سے فیض لُٹا رہے ہیں۔ آپ کی کرامت سے آپ کے کنویں کا پانی ساحل سمندر ہونے کے باوجود آج بھی میٹھا اور صحت بخش ہے اور چودہ سو سال سے لوگ اپنی پیاس بجھا رہے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ کے حالات زندگی، شہادت، واقعات، کرامات، مکشوفات اور واردات قلبی کو لکھیں اور آج تک مزار پاک سے لاکھوں لوگ فیضیاب ہوئے ہیں، ان واقعات، حکایات، روایات اور خوابوں کو لکھیں اور کن کن مریضوں کو کیسے کیسے شفاء ملی اور کیسے کیسے نا اُمیدوں کی اُمیدیں پوری ہوئی ہیں، اُن کو لکھیں لیکن ہم ان تمام کا تو احاطہ نہیں کر سکتے اگر اہل

محبت بابا صاحب کی خوشی چاہتے ہیں تو اپنی روئیداد، یادداشت، آپ بیتی ضرور لکھ کر ہمارے پاس جمع کرادیں، اگر سب نے ساتھ دیا تو یقیناً ایک موٹی کتاب تیار ہوجائے گی۔ جس سے قیامت تک لوگ فائدہ اٹھاتے رہیں گے اور معاونین کے لئے بھی ثواب جاریہ ہوگا۔ ان شاء اللہ۔ یاد رہے لکھنے والا جو واقعہ لکھے گا وہ حلفیہ ہونا چاہیے اس میں ذرہ برابر بھی مبالغہ نہیں ہونا چاہیے، جو مواد موصول ہوگا وہ دینے والے کے حوالے سے شائع کیا جائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ، لھذا کاغذ پر اپنا نام مکمل ایڈریس اور فون نمبر لکھنا نا بھولئے گا۔

نوٹ: شعراء کرام غازی بابا کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کریں وہ منظومات بھی اولین فرصت میں ارسال فرمادیں۔ شکریہ

نام مع پتہ وفون نمبر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

رات بارہ بجے تک ہم درگاہ شریف پر موجود رہے اور اہل محبت میں اشتہار تقسیم کرتے رہے۔ گھر پہنچے رات آرام کیا، سویرے اُٹھا تو دیکھا کہ مجھے تقریباً دو سال سے ریڑھ کی ہڈی میں جو تکلیف تھی کہ زیادہ دیر تک بیٹھا نہیں جاتا تھا اور بائیک پر تو بیٹھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اس میں آرام تھا۔ الحمد اللہ

حالانکہ کراچی سے لاڑکانہ تک انگریزی و یونانی علاج کروانے سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا تھا۔ اس طرح بابا نے اپنے فیوض و برکات کا آغاز فرمادیا۔ فقیر انصار اللہ زینی نے موبائل کارڈ دیا جس کی وجہ سے رابطے میں آسانی رہی اور ندیم صدیقی اور محمد طاہر قادری نے کہا کراچی میں کہیں بھی جانا ہو میں حاضر ہوں گاڑی پر ساتھ چلیں گے، اس اشتہار کو جناب محمد شعیب مدنی نے نیٹ پر چلادیا

دور دراز علاقوں میں لفافوں کے ذریعے بھجوایا، SMS چلوایا، مسلسل فون کے ذریعے لوگوں کو توجہ دلاتے رہے۔

سید محمد یونس شاہ بخاری، فقیر محمد طاہر قادری، شعیب مدنی اور انصار زینی نے کتابوں کے حصول کو یقینی بنایا۔ جزاکم اللہ

لیاری، کھارادر، بولٹن مارکیٹ، جامعہ کلاتھ، پرانہ حاجی کیمپ، بھیم پورہ، گارڈن، لیاقت آباد، تین ہٹی، سچل گوٹھ، گلشنِ اقبال، واٹر پمپ، سولجر بازار، ملیر، الکرم اسکوئر، سندھی ہوٹل، لائنز ایریا، مرید گوٹھ، فیڈرل بی ایریا، جیل چورنگی وغیرہ وغیرہ علاقوں میں جاکر اہل محبت میں پوسٹر بانٹ دیئے اور انہیں التماس کی کہ غور و فکر کریں درد دل سے پڑھیں اور اہل درد تک پہچانے کی کوشش کریں تاکہ تحریک پیدا ہو اور حصول مواد کا سبب بنے، یہ فقط پڑھنے سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ لکھنے سے تعلق رکھتا ہے کہ ایمانی ولولہ سے حضرت بابا صاحب کے احسانات کو رقم کریں یا دوسرے سے احوال لکھوائیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نافرمان، احسان فراموش قوم کے لئے کیا فرمایا:

ترجمہ: اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین میں سے پھر جائے گا تو عنقریب اللہ تعالیٰ (ان کی جگہ) ایسی قوم لائے گا جن سے وہ (خود) محبت فرماتا ہوگا اور وہ اس سے محبت کرتے ہونگے وہ مومنوں پر نرم اور کافروں پر سخت ہونگے، اللہ تعالیٰ کی راہ میں خوب جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوفزدہ نہیں ہوں گے۔ یہ (انقلابی کردار) اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ وسعت والا ہے خوب جاننے والا

ہے۔(المائدہ آیت نمبر 54)

دوسرے مقام پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یوں تنبیہ فرمائی ہے:

ترجمہ: اور چھوڑ دے اُن کو جنہوں نے اپنا دین ہنسی کھیل بنالیا اور انہیں دنیا کی زندگی نے فریب دیا اور قرآن سے نصیحت دو کہ کہیں کوئی جان اپنے کئے پر پکڑی نہ جائے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ اُس کا کوئی حمایتی ہو، نہ سفارشی اور اگر اپنے عوض سارے بدلے دے تو اُس سے نہ لئے جائیں، یہ ہیں وہ جو اپنے کئے (بد عملی، غفلت، سستی، احسان فراموشی) پر پکڑے گئے۔ (الانعام: 70 پ 7)

نہیں ہے نا اُمید اقبال اپنی کشتِ ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی!

آج حُب اہل بیت کا جذبہ ٹھنڈا پڑ چکا ہے، خطباء کا فرض بنتا ہے کہ حبّ اہل بیت مسلمانوں کے دلوں میں اُجاگر کرنے کے لئے اپنا بھرپور کردار ادا کریں۔ ایسی بے حسی اور اپنے مرکز ومحور سے غفلت وعدم دلچسپی کا اس سے اندازہ کرلیں کہ کراچی کے چھوٹے بڑے شعراء کے مجموعہ کلام میں من پسند مولویوں کا تذکرہ تو ہے لیکن سید السادات حضرت سید عبداللہ شاہ غازی کی شان میں منظوم کلام موجود نہیں۔ اسی گروہ کے بعض نامور حضرات کو اس غفلت کی جانب توجہ دلائی تو بجائے شرمندگی کے ڈھٹائی سے کہنے لگے کہ ''موقع نہیں ملا''۔

کئی شعراء کے ضمیروں کو جھجھوڑتے انہیں خوابِ غفلت سے جگاتے رہے اور حضرت غازی بابا کی خدمت اقدس میں نذرانہ عقیدت لکھنے میں گرماتے رہے کہ غازی بابا پر لکھنا ان کے حقوق میں سے ہے اپنا حق، فرض پورا کریں۔ اگر یہ قرض

نہ چکایا تو کراچی کے شعراء مرنے کے بعد شرم سار ہونگے کہ انہوں نے شہزادہ آل قبا کی قدر نہ جانی۔

یہ کس طرح عاشقانِ رسول کہنے کے حقدار ہونگے جنہیں شہزادہ رسول سے کوئی دلچسپی وعقیدت نہیں۔ جو جگانے کے باوجود نہیں جاگے۔ بہت کم نے آواز پر لبیک کہا اور کلام لکھا وہ بھی ہمارے بار بار اصرار کرنے پر۔ اور عام لوگوں نے بھی غفلت کا مظاہرہ کیا کہ اپنی آپ بیتی لکھ کر نہیں دی۔

بہر حال مسلسل رابطے و ورق گردانی کے بعد جو کچھ حاصل کر سکے وہ کتاب کی صورت اختیار کر چکا ہے اس کا نام "زین للٰہ فی حیات شیخ عبداللہ" المعروف ''انوار عبداللہ شاہ غازی'' تجویز کرتا ہوں۔ اللہ جل شانہ اپنے فضل وکرم سے اس سعی کو قبول فرمائے، اپنا قرب ونزدیکی اور اپنے حبیب کریم ﷺ کی سچی غلامی نصیب فرمائے، باطنی معاملات درست وسالم فرمائے، حُب دنیا کی لذت سے دوری نصیب فرمائے۔ آمین

میں ان تمام احباب، مریدین ومعتقدین کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اس کی تکمیل میں دامے، درمے، قدمے، سخنے جس طرح بھی حصہ لیا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ حضرت عبداللہ شاہ غازی کے صدقے ان تمام معاونین، مخلصین، محبین اور درگاہ شریف پر حاضری دینے والے تمام سائلین کے درجات بلند فرمائے اور ان کی نیک تمنائیں وجائز مرادیں پوری فرمائے۔ آمین

یا اللہ! گرمی و سردی کی سخت موسم میں بھی آستانہ میں کھلے آسمان تیرا اور تیرے حبیب ﷺ کا ذکر شریف جاری ہے۔ اپنے بندوں کے دلوں میں

اسلام کی حمیت عطا فرما، انہیں راہ حق میں دولت خرچ کرنے کا جذبہ عطا فرما۔

اے رب کریم! تیرے دین کی اشاعت کر رہے ہیں اپنے بندوں کو جذبہ عطا کر کہ وہ تیرے دین کی اشاعت پر اپنی دولت لُٹا دیں۔ اس آستانہ سے تیرے دین کی اشاعت ہو رہی ہے اس کو اسلام کا مضبوط قلعہ بنا۔ اس کی تعمیر و ترقی کے لیے آسانیاں پیدا فرما۔ آمین

فقیر سید محمد زین العابدین راشدی

غفرلہ الھادی

آستانہ زین الاسلام

حیدرآباد، سندھ

یکم محرم الحرام 1437ھ

15 اکتوبر 2015ء

میری آنکھوں کا تارا علی ہے

پیر سید محمد زین العابدین راشدی

ہمارا تزکیہ وتصفیہ نفس نہیں، اس لئے نفس کی خواہشات کے تابع اور انہی خواہشات کی تکمیل میں لگے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ نفس کی اصلاح اور روحانیت کے حصول کی تگ و دود کی توفیق نہیں، کسی کامل کی جستجو اور نہ ہی ارادہ ہے کہ ان کی صحبت میں بیٹھ کر اپنی اصلاح کر لیں۔ الا ماشاءاللہ

اہل بیت اور صحابہ کرام کی خوش نصیبوں کا کیا کہنا کہ انہیں حضرت سید الکل خاتم الرسل حبیب کبریا ﷺ کی محبت وصحبت اور غلامی نصیب ہوئی اور اسی میں وہ پروان چڑھے اور امت مسلمہ کے رہنما ہوئے۔ اہل بیت وصحابہ کی رسول ﷺ سے محبت، وفاداری، جانثاری، بہاردی اور درجات کی بلندی کے لئے قرآن و سنت گواہ ہیں۔ لیکن اہل بیت کو عام صحابہ کرام پر فضیلت و برتری حاصل ہے کیونکہ یہ خود صحابی بھی ہیں اور اہل بیت بھی۔ یعنی صحبت کے ساتھ نسبی برتری بھی حاصل ہے۔ وہ بھی خوش نصیب ہیں جنہیں ان دونوں کی عقیدت ومحبت حاصل ہے۔

خلفائے اربعہ، عشرہ ومبشرہ مع دیگر صحابہ کرام حبیب کبریا ﷺ کے حسب مراتب عاشق صادق تھے، جس نے جس قدر زیادہ صحبت اختیار کی، محبت سے بھی اس قدر وافر حصہ ملا، جس سے محبت پیدا ہوتی ہے تو ان کی آل اولاد بھی عزیز ہوتی

ہے۔ صحابہِ کرام حضور حبیب کبریا ﷺ کے کزن، داماد، مرید اور خلیفہ سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے بھی محبت رکھتے تھے۔ مولائے کائنات سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی زندگی سے رشک آتا ہے کہ حضور اکرم حبیب کبریا ﷺ نے اپنے چچا خواجہ ابو طالب قرشی مُطلبی مکی سے ان کے صاحبزادے سیدنا علی کو بچپن میں ہی لے لیا اور آغوش نبوت میں شہنشاہ ولایت کی تربیت ہوئی۔ علوم و معارف، فیوض و برکات، رموز قرآنی، اسرار ربانی اور نسبت جاودانی سے سرفراز فرما کر اپنی صاحبزادی جنت کی ملکہ سیدہ فاطمۃ الزہرا سے عقد مسنون فرمایا:

کون فاطمہ؟

خونِ خیر الرسل سے ہے، جن کا خمیر
اُن کی بے لوث طینت پہ لاکھوں سلام

مولائے کائنات نے قرآن کو اُترتے ہوئے دیکھا، نبوت کی کیفیات اور رُموز قرآن کے عالم کہلائے، راز دار نبوت اور باب العلم کے منصب پر فائز ہوئے۔

حضور حبیب کبریا کی حکومت زمین پر بھی اور آسمان پر بھی۔ آسمانی معاملات کے سلسلہ میں آسمانی فرشتوں کا کاشانہِ نبوت پر آنا جانا لگا رہتا۔ اور کاشانہ نبوت سے شہنشاہ ولایت کا گہرا تعلق ہے، اسی لئے سب سے شناسائی رہی۔ یہی وجہ ہے کہ مولائے کائنات، رُموز قرآن ہو، اسرار الٰہی ہو، چاہے فیضانِ نبوت، سب سے وافر حصہ پایا۔

محدث کبیر، عالم حقانی، محبِ اہل بیت شیخ محمود سعید مصری مدظلہ رقم فرماتے ہیں۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ جس مرتبہ پر فائز تھے نبی اکرم ﷺ کے بعد کسی کو حاصل نہیں ہوا، چنانچہ صحابہ کرام کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو فرمایا:

انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ غیر انهٗ لا نبی بعدی

تمہارا مرتبہ مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ ہارون علیہ السلام، کا موسیٰ علیہ السلام سے بجز اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

پس حضرت ہارون علیہ السلام کے تمام درجات حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے درجات ہیں ماسوائے نبوت کے اور ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰؑ کے بعد تمام لوگوں سے افضل، سب سے بڑے عالم اور سب سے بڑھ کر متقی تھے۔ (مسئلہ افضلیت 346)

امام نسائی اور امام حاکم عمدہ سند کے ساتھ صحابی رسول حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بنو ولید باز آجائیں ورنہ میں ان پر سے ایسے شخص کو بھیجوں گا، جو میری جان کی طرح ہے۔

اور اسی حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس اعزاز کو پانے کے لئے گردن بلند فرمائی اور انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے بھی اس کو طلب کیا لیکن وہ مرتبہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لئے مخصوص تھا۔

(خصائص علی بتحقیق البلوشی 79 رقم 72، المستدرک ج2، ص110- ص350)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ جب حبیب کبریا

محبوب ربِ العلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام میں "عقد مواخاۃ" یعنی بھائی چارہ کرایا اور ایک صحابی کو دوسرے صحابی کا بھائی بنایا، تو حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آبدیدہ ہو کر دربارِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ نے تمام صحابہ کو "عقد مواخاۃ" میں ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا، مگر میں رہ گیا اور آپ نے مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت شفقت فرماتے ہوئے فرمایا:

انت اخی فی الدنیا والاخرۃ (جامع ترمذی)

یعنی تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔

ممتاز علی کو ہر بشر سے پایا
ہمنام خدائے بحروبر سے پایا
پہلے تو علی ملے خدا کے گھر سے
پھر ہم نے خُدا کو اُن کے گھر سے پایا

ترمذی نے حضرت ابوسریحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من کنت مولاہٗ فعلی مولیٰ

یعنی جس کا میں مولا ہوں علی بھی اس کے مولا (والی) ہیں۔

(امام احمد، طبرانی، جامع ترمذی، تاریخ الخلفاء، ص 256)

ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت حبشی بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حبیب خُدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

علی منی و انا من علی

یعنی: علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں۔

اس حدیث مبارکہ میں قُربت، محبت اور اپنائیت بھری ہوئی ہے اگر میرا کوئی ثانی ہے تو وہ علی ہے۔

بخاری اور مسلم نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جنگ خیبر کے زمانے میں ایک روز رسول اکرم نور مجسم ﷺ نے فرمایا:

میں کل اسلامی پرچم اس کے حوالہ کردوں گا جس کے ہاتھ سے ان شاء اللہ خیبر فتح ہوجائے گا، وہ شخص اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول بھی اس سے راضی ہے، رات کو لوگ بہت دیر تک اس بات پر غور وخوض کرتے رہے کہ دیکھئے کل صبح کس کو علم (جھنڈا) عنایت ہو۔ صبح ہوئی تو ہر شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، ہر ایک کے دل میں یہی تمنا موجزن تھی کہ شاید یہ فخر مجھے حاصل ہوجائے۔ جب تمام صحابہ کرام جمع ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علی کہاں ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ وہ آشوب چشم میں مبتلا ہیں، اس وجہ سے حاضر خدمت نہیں ہو پائے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: انہیں فوراً بلالو۔ جس وقت آپ حاضر ہوئے تو رسول اکرم ﷺ نے آپ کی آنکھوں پر اپنا لُعاب دہن لگا دیا جس سے آپ کی آنکھیں فوراً ٹھیک ہوگئیں (اور پھر کبھی بھی دکھنے نہیں آئیں) اس کے بعد رسول اکرم ﷺ نے علمِ لشکر آپ ہی کو مرحمت فرمایا اور ہم سب سوچتے ہی رہ گئے۔

طبرانی نے اس حدیث مبارک کو متعدد صحابہ کرام سے روایت کیا ہے۔

(تاریخ الخلفاء، جلال الدین سیوطی 255)

اللہ تعالیٰ کی نصرت، رسول اکرم ﷺ کی دُعا اور مولائے کائنات نے اپنی شجاعت سے خیبر کا قلعہ فتح کیا۔

تیری خاک میں ہے اگر شرر، تو خیال فقر و غنا نہ کر
کہ جہاں میں ''نان شعیر'' پر ہے مدار قوتِ حیدری

(اقبال)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ خیبر میں آپ نے اپنی پیٹھ پر خیبر کا دروازہ اُٹھالیا تھا اور صحابہ کرام اس دروازہ پر چڑھ چڑھ کر قلعہ کے اندر داخل ہو گئے تھے اور خیبر کو فتح کرلیا تھا، اس کے بعد آپ نے وہ دروازہ پھینک دیا۔ جب اس دروازے کو گھسیٹ کر دوسری جگہ ڈالا جانے لگا تو چالیس افراد نے اس کو اُٹھایا تھا۔ (ابن عساکر) سبحان اللہ!

صحیح مسلم نے حضرت امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ کی زبانی لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم! جس نے دانہ اُگایا اور جان پیدا کی کہ مجھ سے رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

مومن تم سے محبت رکھے گا، اور منافق بغض رکھے گا.

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا،

ہم منافق کو سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بغض سے پہچان لیا کرتے تھے۔

(جامع ترمذی، تاریخ الخلفاء لسیوطی)

مولائے کائنات کے فضائل کے بارے میں جتنی روایات بیان کی گئی ہیں یہ تمام روایات اہل سنت و جماعت کی مستند و معتبر کتب احادیث و تاریخ میں موجود ہیں، جہاں سے ہم نے باحوالہ نقل کی ہیں اور یہ بتاتا چلوں کہ روایات کو بیان کرنے والے اصحاب رسول ہیں، اس کا مطلب واضح ہے کہ اصحاب رسول مولائے کائنات سے محبت کرتے تھے اور ان کے فضائل و کمالات بیان کرتے تھے اور یہ فضائل سن کر جس کا چہرہ اُتر جاتا اصحاب رسول اس کو منافق (خوارج و روافض میں سے) سمجھتے تھے۔

معلوم ہوا کہ اہل سنت و جماعت کے گلوں میں اصل سے لیکر آج تک اور آج سے لیکر قیامت تک مولا علی کی غلامی کا طوق پڑا ہوا ہے۔ اکابر علماء و مشائخ اہل سنّت نے ہر دور میں مولائے کائنات و ائمہ اہل بیت سے غلامی کی نسبت قائم رکھی ہوئی ہے اور ان کے فضائل و کمالات بیان کرنے سے وقت کے بڑے بڑے جابر بھی حائل نہیں ہو سکے، جب وقت آیا تو انہوں نے مولا علی پر اپنی جان بھی وار دی۔

طبرانی اور بزاز حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے اور ترمذی و حاکم حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

انا مدینة العلم و علیٌّ بابها.

یعنی: میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔

امام حاکم المستدرک میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن کی جانب (قاضی بنا کر) بھیجنا چاہا تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں ابھی نوجوان ہوں، نا تجربہ کار جوابھی معاملات طے کرنا نہیں جانتا اور آپ مجھے یمن بھیجتے ہیں۔ یہ سن کر آپ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: ''الٰھی، اس کے قلب کو روشن فرمادے، اس کی زبان کو تاثیر عطا فرمادے۔''

قسم ہے اس خدا کی جس کے حکم سے بیجوں سے درخت پیدا ہوتے ہیں کہ اس دُعا کے بعد سے پھر کبھی مجھے کسی مقدمے کے تصفیہ میں کوئی الجھن اور تردد پیدا نہیں ہوا، بغیر شک وشبہ کے میں نے ہر مقدمے میں درست فیصلہ دیا۔''

مولائے کائنات کو تائید ایزدی اور دُعائے رحمتہ للعالمین شامل حال تھی، جس کی وجہ سے ہر جگہ اور مھم وموڑ پر فتح ونُصرت ان کے قدم چومتی رہی۔ آپ کی علمی برتری وافضلیت کے متعلق ایک واضح حدیث مبارک نقل کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔ حضرت امیر المومنین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت یہ ارشاد ہے کہ میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے، تو نہ نفع دے سکتا ہے، نہ نقصان، اگر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیتے نہ دیکھتا تو میں بھی تجھے بوسہ نہ دیتا۔ امام حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بروقت فرمایا:

اے امیر المومنین! یہ نفع نقصان دے سکتا ہے، قیامت کے دن اس کی آنکھیں ہونگی اور زبان اور ہونٹ ہوگا اور گواہی دے گا۔

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سن کر کہا:

اے ابوالحسن: (مولائے کائنات کی کنیت) جہاں تم نہ ہو وہاں اللہ مجھے نہ رکھے۔

(تفہیمات 206ج2 ولی اللہ دہلوی، سیرت حلبیہ 152ج اول۔
الجامع الطیف۔ تیسیر الباری 147ج2)

اس حدیث کی اور بھی احادیث کریمہ مئوید ہیں جو کہ مشکواۃ شریف میں درج ہیں۔ (رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ مارچ 2014)

آپ کی علمی فوقیت وعظمت کا فاروق اعظم نے برملا بلا جھجک کے اعتراف کیا۔ ایران کے بادشاہ کی شہزادیوں کا فاروق اعظم نے امام حسن اور امام حسین شہید کربلا کے لئے انتخاب کیا تھا۔ دونوں شہزادوں کو بچپن سے شیخین کریمین نے آنکھوں کا تارا بنا کر رکھا تھا، ان دونوں کو اس طرح چومتے سونگھتے جس طرح پھول کو سونگھتے ہیں، ان کی خیریت معلوم کرتے، بیماری میں ان کی عیادت کرتے تھے اور ایک روایت کے مطابق خاتون جنت اور مولائے کائنات کی آپس میں شادی کے لئے سیدنا ابوبکر صدیق اور فاروق اعظم کا بنیادی کردار تھا۔ تمام اکابر صحابہ کرام اور اہل بیت عظام آپس میں شیر وشکر تھے اور اہل بیت کرام کی برتری و افضلیت کے دل و جان سے قائل تھے۔ آج کا کوئی اگر مولائے کائنات سے قدورت وبغض رکھتا ہے تو اپنی خیر منائے۔

مزید سنئے کے صحابی رسول حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

علی ہی سب سے زیادہ بہتر فیصلہ کرنے والے (قاضی) ہیں۔

صحابی رسول حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

* ہم لوگ آپس میں کہا کرتے تھے کہ علی ہم اہل مدینہ میں سب سے زیادہ معاملہ فہم ہیں۔

* حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب ہم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کسی مسئلہ کو دریافت کیا تو ان سے ہمیشہ درست جواب پایا۔

(ابن سعد۔ تاریخ الخلفاء)۔

تابعی حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی مشکل قضیہ آتا حضرت علی رضی اللہ عنہ موجود نہ ہوتے تو حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگا کرتے تھے (تعوذ پڑھا کرتے تھے) کہ کہیں کوئی فیصلہ غلط طے نہ ہو جائے۔

یہی بزرگ فرماتے ہیں: رسول اکرم ﷺ کے اصحاب کرام میں سوائے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے کوئی یہ کہنے والا نہیں تھا کہ جو کچھ پوچھنا ہو مجھ سے پوچھ لو۔

حضرت عبداللہ بن عباس بیان فرماتے ہیں: مدینہ منورہ میں فصل قضایا (مقدمات کے فیصلے کرنے) اور علم فرائض (علم وراثت) میں سیدنا علی بن ابی طالب سے زیادہ علم رکھنے والا اور کوئی نہیں تھا۔ (ابن عساکر)

حضرت عبداللہ بن عیّاش بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے:

سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ میں علم کی قوت، ارادے کی پختگی، مضبوطی اور استقلال موجود تھا، خاندان بھر میں آپ کی بہادری مشہور تھی، آپ پہلے (8 سال

کی عمر میں) اسلام لائے، آپ ﷺ کے داماد تھے، احکام فقہ وسنّت میں ماہر تھے، جنگی شجاعت اور مال و دولت (اللہ کی راہ میں) لٹانے میں سب سے ممتاز تھے۔
(تاریخ الخلفاء)

مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں:

مولا علی کی شان میں تین سو (300) آیات نازل ہوئی ہیں۔ (ابن عساکر)

امام طبرانی نے اوسط اور صغیر میں ام المومنین اُم سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد خود سنا ہے:

علی قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علی کے ساتھ ہے، یہ دونوں مجھ سے جدا ہونے کے بعد مجھ سے حوض کوثر پر پھر مل جائیں گے۔"

اس سے کئی باتیں واضح ہوتی ہیں کہ قرآن کے سب سے بڑے عالم علی ہیں اصل برتری علم پر ہوتی ہے، جو علم ونسب میں افضل ہیں وہ شان میں بھی برتر واعلیٰ ہیں۔

سیدنا علی المرتضیٰ کی رہنمائی کے بغیر قرآن سمجھ نہیں آئیگا۔ علی ناطق قرآن ہیں اور قرآن مولائے کائنات کے فضائل بیان کر رہا ہے۔ صحیح حیدری وہ ہے جو قرآن مجید کا حافظ ہو، عامل ہو، کامل ہو۔

صحیح سید وہ ہے جو قرآن حکیم پر عمل پیرا ہو۔ صحیح مذہب وہ ہے جو قرآن کا شارح ہو اور جو قرآن کا منکر ہے، اور اس میں کمی بیشی ردو بدل کا قائل ہے، وہ مسلمان ہی نہیں تو حیدری کیسے بن سکتا ہے۔ جو یہاں مولا علی اور سادات کے ساتھ ہے وہ آب کوثر پر لوائے حمد تلے رسول اللہ ﷺ اور مولا علی کے ساتھ ہوگا،

ان شاءاللہ تعالیٰ۔

مولا علی کی طرح مسجد سے لگاؤ رکھو، کثرت سے تلاوت قرآن کرو، تہجد گزار بنو، پنج گانہ نماز مسجد میں جماعت کے ساتھ، ظاہر کو سنتِ مصطفیٰ سے آراستہ کرو اور باطن کو فیضانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے منور کرو۔

اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب ان کے سامنے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا: علی سے زیادہ علمِ سنّت کا جاننے والا اور کوئی نہیں ہے۔ (تاریخ الخلفاء)

میرے بھائی ذرا بتائے کہ افضلیت اور کس طرح ہوتی ہے؟ مولائے کائنات کے نسب شریف، فضل و کمال، علم و عمل، حریت و شجاعت، حکمت و سخاوت، فہم و فراست وغیرہ کی برتری کا سبھی کو اعتراف ہے۔

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے متعلق فرمان ہے:

مارایت افضل من فاطمه غیر ابیها (المعجم الاوسط: رقم 272)

یعنی میں نے سیدہ فاطمہ سے افضل کسی کو نہیں دیکھا، ماسوا ان کے والد گرامی کے۔

اس حدیث شریف کو سعودیہ کے وزیر اطلاعات ڈاکٹر محمد عبدہ یمانی نے بھی اپنی تصنیف میں نقل کیا ہے۔ (علمو اولادكم محبة رسول الله، ص 66)

یعنی افضلیت کے لحاظ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دوسرے نمبر پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہے، جس کی سب پر افضلیت و برتری ہے۔

امام مناوی نے حدیث فَاطِمَۃُ بِضعَۃُ مِنِّی (یعنی فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے) کے تحت فرمایا ہے۔

امام سہیلی نے اس قول سے استدلال کیا ہے کہ جس نے سیدہ فاطمہ کو برُا کہا اس نے کفر کیا۔ کیونکہ سیدہ فاطمہ کو برا کہنا رسول اللہ ﷺ کو ناراض کرنا ہے اور بے شک وہ شیخین (سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ) سے افضل ہیں۔ (فیض القدیر 421 ج 4)

فقہ مالکی کے بانی، تابعین سے فیض یافتہ امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ کے جسم اقدس کے ٹکڑے پر کسی کو فضیلت نہیں دیتا۔

(الحاوی 294 ج 2 مرقاۃ المفاتیح۔ مسئلہ افضلیت 127)

علامہ عراقی فرماتے ہیں: سیدنا فاطمہ اور ان کے بھائی سیدنا ابراہیم بلا اتفاق خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم سے افضل ہیں۔ (فیض القدیر 424 ج 4)

علامہ محمود آلوسی بغدادی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

جسم نبوی ﷺ کا حصہ ہونے کی حیثیت سے سیدہ فاطمہ کے برابر کوئی نہیں ہے۔ (تفسیر روح المعانی 165 ج 28)

شیخ المشائخ خواجہ ضیاء الدین نخشبی رحمتہ اللہ علیہ (751ھ) سیدہ کی عظمت کا یوں اظہار فرماتے ہیں: سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بَین قَبْری وَ بَیْن منبری روضۃٌ من ریاض الجنۃ.

یعنی میری مزار شریف اور میرے ممبر کا درمیانی حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

اس لئے کہ مزار اور ممبر کے درمیانی حصہ میں ہی سیدنا فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا بعد از ولادت سوئی تھیں۔

(سلک السلوک مطبوعہ الروف پبلیکیشن دہلی 2007ء)

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی لختِ جگر سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا: اے فاطمہ: کیا تم اس بات پر خوش نہیں ہو کہ میں نے تیرا نکاح اس شخص سے کیا ہے جو میری امت میں سب سے پہلے اسلام لانے والا ہے، علم کے لحاظ سے سب سے زیادہ ہے اور سب سے بڑھ کر حوصلے و حلم والا ہے۔

(مسند امام احمد 26ج5، المعجم الکبیر ج اول 51 قاسم ولایت ص16)

امام ابن حجر مکی (متوفی 974ھ) ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

حضرت ابو بکر صدیق اور سیدنا علی المرتضیٰ، رسول اکرم ﷺ کے وصال کے چھ دن بعد آپ ﷺ کے مزار کی زیارت کیلئے حاضر ہوئے۔ سیدنا علی المرتضیٰ نے فرمایا: اے رسول اللہ کے خلیفہ! آپ آگے تشریف لے جائیں، حضرت ابو بکر صدیق نے سیدنا علی المرتضیٰ کے آگے جانے سے انکار کرتے ہوئے فرمایا:

میں اس شخص سے آگے نہیں بڑھ سکتا جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا کہ علی کا میرے نزدیک وہ مقام ہے، جو میرا مقام میرے رب کے نزدیک ہے۔ (الصواعق المحرقہ)

دونوں بزرگوں کی دل میں ایک دوسرے کے متعلق جو محبت واحترام کا رشتہ ہے وہ الفاظ سے جھلک رہا ہے۔

اس میں خشک مولویوں کے لئے درس عمل ہے کہ وہ سادات کرام کا احترام کریں اور ہر جگہ پر ان کو نسبی مقام و برتری کی وجہ سے آگے رکھیں۔

خلیفہ اول امیر المومنین سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بات چل نکلی ہے تو مزید ایک روایت عرض کرتا ہوں۔ ایک مرتبہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی، آپ نے تشریف آوری کا سبب دریافت

کیا تو فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ (پل) صراط سے وہی گزرے گا جس کو علی (جنت کی) ٹکٹ دیں گے، سیدنا علی المرتضیٰ نے مسکرا کر فرمایا:

میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ مجھ کو سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا: صراط پر سے گزرنے کیلئے اس شخص کو ٹکٹ دینا جو ابو بکر صدیق کو دوست رکھے۔

(احوال ابدال 17)

اس کا مطلب کہ سیدنا صدیق اکبر کی تنقیص کرنے والا اور بغض و نفرت رکھنے والا قطعاً جنت میں نہیں جائے گا۔ اور دشمنانِ صحابہ کرام کون ہیں؟ سبھی جانتے ہیں کہ وہ شیعہ روافض ہیں۔ اللہ تعالیٰ چھوٹی بڑی گستاخی سے بچائے آمین۔

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

دو بدّو جھگڑا کرتے ہوئے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہکی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے علی المرتضیٰ سے فرمایا: آپ ان کے درمیان فیصلہ فرمائیں، ان دونوں میں سے ایک شخص نے (بدتمیزی کیساتھ) سیدنا علی المرتضیٰ کی جانب اشارہ کر کے کہا: یہ شخص ہمارے درمیان کیا فیصلہ کرے گا:

اس پر حضرت عمر فاورق جلال میں آگئے، بدّو کو گریبان سے پکڑ کر کھینچا اور فرمایا: اے بدّو: تیرا برا ہو تجھے کیا معلوم یہ شخصیت کون ہے، یہ تیرے بھی مولا ہیں اور ہر مومن کے مولا ہیں جس کے یہ (علی) مولا نہیں وہ تو مومن نہیں۔

(الصواعق المحرقہ)

پڑھئے بار بار پڑھئے اور اپنا عقیدہ درست کیجئے کہ حضرت فاروق اعظم کو سیدنا حیدر کرار سے محبت تھی کہ ذرا سی بات ان کے خلاف برداشت نہ کر سکے اور فوراً جلال میں آگئے اور مولائے کائنات کے فضائل سنا کر اس بدوُ کی اصلاح کر

لی۔اس کا مطلب ہے کہ اہل بیت اطہار وصحابہ کرام کے درمیان نفرت و بغض کی باتیں پھیلانے والے شیعہ فرقے کے سوا کوئی نہیں ہوسکتا۔قرآن وسنت سے یہ ثابت ہے کہ وہ آپس میں شیر وشکر تھے۔

صحابی رسول حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بھی اہل بیت کرام سے قلبی محبت و عقیدت تھی، انہوں نے مسلمانوں کے پانچویں خلیفہ حضرت امام حسن المجتبیٰ رضی اللہ عنہ سے معلوم کیا کہ ان کو وہ جگہ دکھائیں جس جگہ پر نبی اکرم ﷺ نے بوسہ دیا تھا۔انہوں نے اپنی ناف کے بارے میں بتایا تو اس جگہ حضرت ابو ہریرہ نے آثار وذریت مصطفوی سے برکت حاصل کرنے کیلئے بوسہ دیا۔

(فتح المتعال فی مدح النعال ص259) سبحان اللہ۔

امام منصور باللہ عبد اللہ بن حمزہ الحسینی (متوفی 614ھ) نے اپنے رسائل میں حیدر کرار اور ان کے دونوں شہزادوں کی افضلیت میں فرماتے ہیں:

جو ہمارے نزدیک طے شدہ ہے وہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد افضل ترین سیدنا علی المرتضیٰ ہیں اور اُن کے بعد اُن کے دونوں صاحبزادے افضل ہیں۔اس لئے کہ ان کی شان میں اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ سے دلائل غالب ہیں۔ (رسائل المنصور 353 جلد2)

امام مجتہد یحیٰ بن حمزہ حسینی (متوفی 747ھ) پنجتن پاک کی افضلیت متعلق اجتماع کا تذکرہ یوں فرماتے ہیں:

جان لیجئے کہ ہم جو اعتقاد رکھتے ہیں اور جسے حق سمجھتے ہیں اور اُسی پر اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنا پسند کرتے ہیں وہ ہمارے اَسلاف کرام، آباؤ اجداد اور اکابر و معتدل اہل بیت کرام کا وہ مذہب ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد مخلوق میں افضل ترین امیر المومنین (علی المرتضیٰ) ہیں بایں وجہ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسے فضائل

ظاہرہ سے مخصوص فرمایا جنہیں ان کے بعد کوئی پا نہ سکا اور ان سے قبل کسی کو حاصل نہ تھے۔ (الوازعة للمعتدين عن سب صحابه سيد المرسلين)

اس اجتماع کو قاضی، متکلم عبدالجبار شافعی نے بھی نقل کیا ہے، وہ لکھتے ہیں: ہمارے نزدیک صحابہ کرام رضی اللہ عنہ میں افضل امیر المومنین (سیدنا علی المرتضیٰ) پھر سیدنا امام حسن پھر سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ ہیں، پھر انہوں نے کہا: اور اس پر اہل بیت اطہار کا اجماع دلیل ہے۔ (مسئلہ افضلیت 260 شیخ محمود سعید مصری)

اختتام کلام پر دو احادیث کریمہ حبُ اہل بیت کے حوالے سے درج کر کے اپنے مضمون میں جان ڈالنا چاہتا ہوں۔ اور یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ فضائل اہل بیت میں بے شمار آیات الٰہی واحادیث کریمہ ہیں فقیر نے اختصار سے کام لیتے ہوئے صرف چند ہی احادیث پر اکتفا کیا ہے، اللہ کرے میری کوشش رنگ لائے عمل کی تحریک برپا ہو۔ آمین۔

نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں تمہارے درمیان دو عظیم الشان چیزیں (دو نائب) چھوڑ رہا ہوں اگر تم نے اسے مضبوطی سے تھامے رکھا تو میرے بعد ہر گز گمراہ نہ ہوں گے، اللہ کی کتاب اور میری عترت، یعنی میرے اہل بیت اور یہ دونوں کبھی جدا نہ ہوں گے حتیٰ کہ حوض کوثر پر اکھٹے میرے پاس آئیں گے۔ (جامع ترمذی رقم 3788۔ المستدرک للحاکم ص 118، ج ۳، مسند الفردوس، ج 5، ص 181، الرقم 21618، مجمع الزوائد، ص 162، ج 9)

اب وہ حدیث نقل کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں جس میں سادات کرام کی محبت کا حکم دیا گیا ہے جس پر عمل کر کے امتِ مسلمہ اپنے سینوں کو حب

اہل بیت سے لبریز کر سکتے ہیں۔ سید الاولین و الآخرین، خاتم النبین و المرسلین ﷺ نے امت مُسلمہ سے ارشاد فرمایا:

اپنی اولاد کو تین چیزیں سکھاؤ، اپنے آقا ﷺ سے محبت، اہل بیت کی محبت اور قرآن کا پڑھنا۔ (الجامع الصغیر 13 ج اول۔ مسند الفردوس۔ کنز العمال وغیرہ)

اُمت مسلمہ کو جن تین چیزیں سیکھنے کی تاکید کی گئی، حکم دیا گیا کہ ان کو ضرور سیکھنا لیکن ہم اپنا اپنا جائزہ لیں کہ ہم بحثییت والد، والدہ، بڑے بھائی اور بڑی بہن کہ اپنے نونہالوں کو ان تین چیزیں سکھانے کا کس قدر اہتمام کیا؟

افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہم مجموعی طرح ''حُب دنیا'' کی محبت میں گرفتار ہو چکے ہیں الا ماشاء اللہ۔ اس لئے دین و تصوف سیکھنے کا وقت نہیں ملتا، سارا دن دنیا کے دھندوں میں صرف ہو کر عمر گزر جاتی ہے، لیکن حاصل کچھ بھی نہیں ہوتا، یہاں تک کہ موت کا پروانہ آپہنچتا ہے کہ ہمارے پاس نیکیوں کے سوا سب کچھ ہوتا ہے، جو ہوتا ہے اس پر آنکھ بند ہوتے ہی دوسرے کا ہو جاتا ہے اور اپنی دامن میں کچھ بھی نہیں رہتا اور اندھیری کوٹھڑی میں سوائے افسوس کے کچھ بھی ندامت کام نہیں آتی۔

اندھیرا گھر، اکیلی جان، دم گھٹتا، دل اکتاتا،
خدا کو یاد کر پیارے، وہ ساعت آنے والی ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب مصطفیٰ ﷺ کے صدقے ہمیں ہدایت کاملہ اور عمل مقبول سے سرفراز فرمائے۔ آمین

سید محمد زین العابدین رشدی

3 مئی 2014ء

زین اللہ فی حیات شیخ عبداللہ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نَحمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ وَ نُسَلِمُ عَلیٰ رَسُولِہ الْکَرِیُمُ الاَمِینُ

وَآلِہٖ وَ صُحبِہٖ وَ سَلَّمُ

بندہ پروردگارم اُمت احمد نبی

دوست دار چہار یا رم تابہ اولاد علی

مذہب حنفیہ دارم، ملت حضرت خلیل

خاک پائے غوثِ اعظم، زیر سایہ ہرولی

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی نُورِ الْاَنوَارِ وَ سِرِّ الْاَسرَارِ وَ تِریَاقِ الْاَغیَارِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ الْمُختَارِ وَ آلِہِ الْاَطْھَارِ وَاَصْحَابِہِ الاَخیَارِ عَدَدَ نِعمِ اللّٰہِ وَ اَفْضَالِہٖ

اللہ سبحانہ وتعالیٰ قرآن کریم میں اہل بیت کی شان میں فرماتا ہے:

1.jpg not found.

(الاحزاب:33)

ترجمہ: اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی ﷺ کے گھر والو: تم سے ہر نقص دور فرمادے اور تمہیں پاک کر کے خوب صاف ستھرا کردے۔

تفسیر: یعنی گناہوں کی نجاست سے تم (اہل بیت) آلودہ نہ ہو۔ اس آیت سے اہل بیت کرام کی فضلیت ثابت ہوئی ہے اور اہل بیت میں نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات (پاک بیویاں) اور خاتون جنت فاطمہ زہرا اور علی المرتضیٰ اور حسنین کریمین رضی اللہ عنھم سب داخل ہیں۔ (خزائن العرفان)

ملیں گے مر کے جو مجھ کو سہارے
عطا کر زندگی ہی میں وہ پیارے
خدا جانے کہاں گم ہوگئے ہیں
میری آنکھوں سے وہ دلکش نظارے
(شاہ لطیف)

اس آیت کریمہ میں اہل بیت سے کون لوگ مراد ہیں؟ اس کے بارے میں مفسرین کرام کا اختلاف ہے۔ امام بغوی، خازن اور بہت سے دوسرے مفسرین کے مطابق ایک جماعت، جنہیں صحابی رسول حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور تابعین میں سے حضرت مجاہد اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنھم وغیرہ ہیں اس طرف گئی ہے کہ اہل بیت سے مراد ہے اہل عبا یعنی رسول اللہ ﷺ، حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت امام حسن، حضرت امام حسین رضی اللہ عنھم ہیں۔

(برکات آل رسول، ص32)

اور دوسری جماعت جس میں صحابی رسول حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت عکرمہ جو تابعی ہیں ان کا موقف یہ ہے کہ اہل بیت سے مراد امھات المومنین مراد ہیں۔ اس لئے کہ یٰا یُّھا النبیُّ قل لازواجک سے اِنَّ اللّٰہ

کان لطیفاً خبیراً تک مسلسل سات آیتیں امھات المومنین سے متعلق ہیں، تو بیچ میں ایسا کلام کیسے آ جائیگا جو ان سے متعلق نہ ہو۔

جو لوگ اہل بیت سے پنجتن پاک مراد لیتے ہیں وہ اپنے دعویٰ کی دلیل میں یہ بھی پیش کرتے ہیں کہ حسن اور صحیح طریقوں سے مروی ہے کہ صحابی رسول حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس آیت مبارکہ کے نازل ہونے کے بعد جب فجر کی نماز کیلئے تشریف لے جاتے تو حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے مکان (گھر) کے پاس سے گزرتے ہوئے فرماتے اَلصَّلٰوۃَ اَھْلَ الْبَیْت یعنی اے اہل بیت! نماز پڑھو۔ پھر آیت کریمہ انّما یُرِیدُ اللہُ آخر تک تلاوت فرماتے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد چالیس دن صبح کے وقت حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے دروازے پر تشریف لائے اور فرمایا: السلام علیکم اھل بیت و رحمتہ اللہ و برکاتہ الصلوٰۃَ رَحِمَکُمُ اللہُ، یعنی اے اہل بیت! تم پر خدا تعالیٰ کی سلامتی، رحمت اور برکت ہو، نماز پڑھو تم لوگوں پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ پھر آیت کریمہ **انما یرید اللہ** تلاوت فرمائی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے حضور اقدس کا یہ سلسلہ سات مہینے تک جاری رہا اور ایک روایت میں ہے کہ آٹھ مہینے تک اور یہ حضور ﷺ کی جانب سے تصریح ہو گئی کہ آیت مبارکہ میں اہل بیت سے مراد پنج تن پاک ہیں۔

(برکات آل رسول 35)

اسی لئے حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ اپنی آفاقی تصنیف ''فتوحات مکیہ'' کے انیسویں باب میں تحریر فرماتے ہیں کہ

''قیامت تک سادات کرام حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے، اس آیت کے حکم میں داخل ہیں۔''

جہاں منور است از نور محمد ﷺ
دلم زندہ شد از دیدار محمد ﷺ
ایں راز است دریں دل شکستہ
خوشا دل کہ دارد عشق محمد ﷺ

حبیب کبریا محبوب رب العلی ﷺ نے فرمایا:

چھ لوگ ہیں جن پر میں نے لعنت کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر لعنت کی ہے

1 کتاب اللہ میں زیادتی کرنے والا

2 تقدیر الٰہی کو جھٹلانے والا

3 جبر و ظلم سے حکومت حاصل کر کے، جس کو اللہ نے ذلیل کیا اس کو اعزاز بخشنے والا اور جسے اللہ تعالیٰ نے عزت دی ہے اسے ذلیل کرنے والا (مثلاً، علماء دین و سادات کو ذلیل کرنے والا)

4 حرم الٰہی کی عزت و حرمت کو پامال کرنے والا (جیسا یزید اور نجدی نے کیا)

5 میری عترت (سادات کرام) کی عزت کو پامال کرنے والا

6 میری سنّت (میری پیروی) کو چھوڑنے والا۔

(جامع ترمذی حدیث: 2154)

کیا سیدانی سے غیر سادات کا نکاح کرنا اس کی سیادت کو پامال کرنا نہیں؟

علامہ دیلمی ہمدانی (متوفی 509ھ) نے اپنی کتاب میں حدیث شریف روایت فرمائی ہے:

عن انس نحن اهل بیت لایقاسُ بنا احد

(مسند الفردوس 283ج4)

ہم اہل بیت ہیں ہمارے برابر کوئی بھی نہیں ہوسکتا۔

یہ روایت امام محبّ الدین طبری نے بھی ذخائر العقبیٰ صفحہ 17 پر بعینہٖ نقل فرمائی ہے۔ اس حدیث مبارکہ میں سرکار ﷺ نے اپنے آپ کو اہل بیت میں شمار فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا: ہمارے برابر کوئی نہیں ہوسکتا اور نہ کوئی برابر قرار دیا جاسکتا ہے۔ (زبدۃ التحقیق)

اپنے خطبات میں سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صاف فرمادیا ہے:

لایقاس بآل محمد ﷺ من ھٰذا الامة احدٌ. الخ

یعنی آل پاک محمد ﷺ کو کسی سے مساوات (برابری) نہیں۔

(تصفیہ مابین سنّی وشیعہ 85 مطبوعہ درگاہ گولڑا شریف اسلام آباد)

سادات افضل اندر بود وصفِ شان جلّی
اولاد مرتضٰی و جگر گوشہ نبی ﷺ

سندھ کی قدامت

سندھ کی قدامت کے حوالے سے ''انوار علماء اہل سنت سندھ'' جلد اول کے ابتدائی صفحات پر حواشی میں کچھ لکھا تھا۔ وہ یوں ہے۔

اسلام حضور پاک ﷺ کے مبارک دور میں سرزمین سندھ پہنچ چکا تھا۔ شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی قدس سرہ (1174ھ) اپنی مشہور تالیف ''بیاض ہاشمی'' میں علامہ جلال الدین سیوطی سے دو روایتیں سندھ کے حوالے سے بیان کی ہیں۔

(1) حضرت محمد بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دو وفد ایک سندھ سے دوسرا افریقہ سے ایک ہی دن میرے پاس پہنچا جنہوں نے اپنی خوشی سے اسلام قبول کیا۔

محدثین کے اصول کے مطابق یہ روایت ''مرسل'' ہے اور مرسل اس روایت کو کہتے ہیں جس میں صحابی کا نام نہ ہو۔ حضرت محمد علوی سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فرزند ہیں جن کو اپنی والدہ حنفیہ کی نسبت سے محمد بن حنفیہ کہا جاتا ہے۔

ایک قدیم موزح ابن قُتیبہ کے مطابق حضرت محمد علوی کی والدہ کا تعلق سندھ سے تھا۔ وہ قبیلہ بنو حنیف میں رہتی تھیں اس لیے انہیں حنفیہ کہا جاتا ہے اور وہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ تھیں۔

(2) رسول اکرم ﷺ نے اپنے پانچ صحابہ کرام کا وفد اپنے مکتوب مبارک

کے ساتھ سندھ کے لوگوں کے پاس تبلیغ اسلام کے لئے بھیجا۔ جب وہ سندھ میں قلع نیرون (حیدرآباد کا پرانا نام) کے پاس پہنچے تو سندھ کے کچھ لوگوں نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ صحابہ کرام اپنے سندھی میزبانوں کے ساتھ واپس چلے گئے۔ جب کے تین صحابہ کرام سندھ میں ٹھہر گئے، ان کی تبلیغ سے بہت سے سندھیوں نے اسلام قبول کیا۔ ان کا وصال بھی سندھ میں ہوا اور ان کے مزارات مقدسہ بھی سندھ میں باعث خیر و برکت ہیں۔

(مقدمہ نور القرآن)

کچھ مزارات مقدسہ ٹھٹھہ اور مکلی کے قبرستان میں بھی ہیں۔ جن کی پرانے لوگ نشاندہی کرتے ہیں اور یہ ناچیز بھی ان کی حاضری دینے کا شرف حاصل کر چکا ہے۔ اس میں ایک حضرت عبداللہ بن ہندیل ہندلی صحابی ہیں جن کا مزار اقدس مرزا عیسیٰ ترخان کے مزار سے مشرق کی جانب دو تین فوٹ کے فاصلے پر ہے۔ اس طرح گوٹھ گُجو، جو ٹھٹھہ سے دس میل پر واقع ہے وہاں بھی شیخ ابو تراب ربیع بن صبیح تبع تابعی المعروف حاجی ترابی رضی اللہ عنہ کی درگاہ کے صحن میں کچھ پوشیدہ قبروں کی نشاندھی کی جاتی ہے۔ (انوار علمائے اہل سنّت، ص 18 حواشی)

مزید کچھ حوالے یہاں نقل کرتا ہوں۔ جناب مسعود حسن شہاب دہلوی سابق ایڈیٹر الہام بہاولپور ایک مقام پر رقم طراز ہیں: حضور رسالت مآب ﷺ کے عہد مسعود میں سندھ کے لوگوں کے تعلقات سرزمین حجاز مقدس سے باقاعدہ استوار تھے۔ ایک حدیث میں حضرت عبدللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ ایک خاص شکل وصورت کے لوگوں کو دیکھا تھا، جن کی نسبت صحابی رسول حضرت ابن مسعود نے بتایا کہ ان کے چہرے جاٹوں کی طرح تھے۔

(جامع ترمذی ابواب الامثال)

جاٹ جس کا عربی تلفظ ''زط'' ہے، سندھ کی ایک مشہور قوم تھی (تاریخ سندھ ابوظفر ندوی) یہ بات تاریخی طور پر ثابت ہے کہ خلافت راشدہ کے بابرکت عہد میں اسلام کی آواز ہندوستان کے ساحلی علاقوں تک پہنچ چکی تھی اور خلیفہ دوم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں مسلمانوں کا پہلا بحری دستہ ھندوستان پر حملہ آور ہوا تھا۔ (خطہ پاک اُوچ 98 مطبوعہ بہاولپور 1993ء)

جناب مفتی شمشاد حسین رضوی (بدایوں، بھارت) ذرا تفصیل سے لکھتے ہیں کہ سندھ میں دعوت اسلام لے کر آنے والے حضور پاک ﷺ کے صحابہ کرام کے اسماء گرامی کیا تھے۔ وہ لکھتے ہیں:

سندھ (پاکستان) کے باشندوں کے پاس بھی پانچ صحابہ کرام پر مشتمل ایک وفد ''نامہ مبارک'' لے کر آیا تھا۔ دو صحابہ کرام تو واپس مدینہ پاک چلے گئے مگر تین صحابہ کرام یہیں (سندھ میں) سکونت پذیر ہو گئے اور ان کا وصال بھی یہیں ہوا۔ ان کے علاوہ مزید اور تیس (30) صحابہ کرام کے ہندوستان آنے کا ثبوت تاریخی حوالوں سے ملتا ہے۔ ان میں سے کچھ اسماء طیبات درج ذیل ہیں:

1: حضرت ربیع بن زیاد حارثی رضی اللہ عنہ

2: حضرت عاصم بن عمر تمیمی رضی اللہ عنہ

3: حضرت عبداللہ بن عمر اشجعی رضی اللہ عنہ

4: حضرت سھل بن عدی بن مالک خزرجی رضی اللہ عنہ

5: حضرت مجاشع بن سمرہ بن حبیب قرشی رضی اللہ عنہ

مذکورہ بالا تفصیل سے نمایاں ہوتا ہے کہ پہلی صدی کے ابتدائی دور میں ہی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین ہندوستان تشریف لا چکے تھے اور باشندگان سندھ کو حلقہ بگوشِ اسلام کر چکے تھے۔ سبحان اللہ

(سلکُ السُلوک مترجم، صفحہ 8 دہلی 2007ء)

صحابہ کا ہے فیضان پاکستان

ڈاکٹر سید وارث علی ترمذی نے ''لطائف شاھیہ'' پر ایک پُر مغز ''مقدمہ'' تحریر کیا ہے۔ جس کے پیش لفظ میں پروفیسر ڈاکٹر محمد ایوب قادری (کراچی) رقمطراز ہے: یہ ''مقدمہ'' نہایت قیمتی معلومات کا حامل ہے بلکہ برصغیر میں اسلام کی تبلیغ واشاعت پر ایک اچھی خاصی دستاویز ہے اور اگر کوئی شخص اس موضوع پر تحقیق کرنی چاہے تو یہ مقدمہ اس کو ''نشانِ راہ'' کا کام دے گا۔

سید ترمذی لکھتے ہیں:

اسلام کا سب سے پہلا بحری بیڑہ (جہاز) ساحل تھانہ نزد بمبئی پر 15 ھ میں حضور نبی اکرم ﷺ کے صحابی حضرت عثمان بن ابو العاص ثقفی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں آیا اور کامیابی کے ساتھ واپس گیا۔ حضرت الحکم بن ابو العاص، حضرت عثمان بن ابو العاص کے بھائی اور حضور پاک ﷺ کے دوسرے صحابہ کرام کی قیادت میں دوسرا بحری بیڑہ ساحل بھروچ (گجرات) گیا اور وہ بھی کامیاب واپس آیا۔ حضرت حکم بن ابو العاص نے اپنے بھائی حضرت مغیرہ کو بھروچ سے اور آگے خلیج دیبل (سندھ) کی طرف بھیجا اور آپ بھروچ سے کامیابی کے ساتھ واپس لوٹے۔

ہندوستان کی سرزمین پر حضور پاک ﷺ کے صحابہ کرام کا یہ پہلا قدم تھا لیکن اس اہم واقعہ کا صرف اتنا اثر ہوا کہ وہاں کچھ عرب بستیاں بس گئی اور وہ لوگ خدمت (تبلیغ ودعوت) دین میں لگ گئے۔ یہ اس دور کی بات ہے جب حضرت محمد بن قاسم عالم وجود میں بھی نہیں آئے تھے۔

(لطائف شاھیہ 15 مطبوعہ کراچی 1976ء۔ تاریخ سندھ 61 ج اول مطبوعہ لاہور)

مورخ علی بن حامد بن ابی بکر کوفی نے بکھر (سکھر) میں ساتویں صدی ھجری میں ''چچ نامہ'' کا عربی سے فارسی زبان میں ترجمہ کیا جو کہ ''فتح نامہ سندھ'' سے موسوم ہے، اس کتاب میں درج ہے:

ہند اور سندھ کے شہروں میں لشکر اسلام کی پہلی جنگ رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے پندرہ سال بعد امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلے حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفی رضی اللہ عنہ کو بحرین بھیجا۔ وہ لشکر لے کر عمان روانہ ہوئے اور حضرت مغیرہ بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کی سرداری میں دریا کی راہ سے بحری بیڑہ بحرین بھیجا تا کہ وہ اس راستے سے دیبل (سندھ) روانہ ہوں۔

اُس وقت سندھ کا راجہ چچ بن سیلائج تھا اور اس کی حکومت کو 35 سال گزر چکے تھے۔ دیبل کے باشندے تاجر تھے۔ راجہ چچ بن سیلائج کی جانب سے سامہ بن دیوائج وہاں کا حاکم تھا۔ جب اسلامی لشکر دیبل (سندھ) پہنچا تو اس نے قلعے سے باہر نکل کر جنگ کی۔ ثقفین میں سے ایک آدمی بیان کرتا ہے کہ جب دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے ہوئے تب حضرت مغیرہ بن ابی العاص رضی اللہ عنہ تلوار کھینچ کر اور بِسمِ اللہ وفِي سَبِيل اللہ (اللہ تعالیٰ کے نام سے، اللہ کی راہ میں) کہتے ہوئے آگے بڑھے جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔

(فتح نامہ سندھ صفحہ 101)

عہد رسالت میں تبلیغ و دعوت اسلام کیلئے سندھ میں اصحاب کرام کا وفد تشریف لایا، انہوں نے مقامی سندھیوں کو مسلمان کیا، ان نئے مسلمانوں میں

سے چند لوگ دربارِ رسالت میں حاضر ہو کر صحابہ کرام میں شامل ہو کر عز و شرف حاصل کیا۔ اس کے بعد عہد خلافت میں حضرت عمر فاروق اعظم کے مبارک دور میں لشکر اسلام سندھ پہنچا اور کفار و مشرکین سے جہاد کیا اور ایک صحابی حضرت مغیرہ شہید ہوئے لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا کہ سندھ میں ان کا مزار کس طرف واقع ہے۔

یاد رہے محمد بن قاسم شہید سے کئی سال پہلے کی یہ فتوحات ہیں۔

امیر المومنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں صحابی رسول حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ عراق پر گورنر مقرر ہوئے تھے، جنہوں نے صحابی رسول ربیع بن زیاد حارثی رضی اللہ عنہ کو اپنے آدمیوں کے ساتھ مکران اور کرمان (ایران) میں مقرر کیا تھا۔ (ایضاً صفحہ 101)

اس سلسلہ تحقیق کو آگے بڑھاتے ہوئے بلوچستان کے مورخ پروفیسر ڈاکٹر انعام الحق کوثر لکھتے ہیں:

بلوچستان چار ڈویژن (مکران، قلات، کوئٹہ اور سبّی) پر مشتمل ہے۔ تاریخ کے اوراق اس امر کی نقاب کشائی کرتے ہیں کہ 23ھ بمطابق 643ھ میں مکران صحابی رسول حضرت ربیع بن زیاد حارثی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں فتح ہوا۔ اور یہیں سے آگے بڑھ کر مسلمان 44ھ میں خضدار (بلوچستان) پر قابض ہوئے اور اسے دارالحکومت بنایا۔ خضدار میں اسلامی حکومت کا قیام ایک نعمت سے کم نہ تھا۔ مسلمانوں نے یہاں کے مکینوں کی ثقافت اور معاشرت میں کسی قسم کا دخل دئے بغیر اپنے اعلیٰ اخلاق کی بدولت انہیں اتنا قریب کرلیا کہ مِنُ و تُو کا امتیاز مٹ گیا۔

خضدار میں ایک صحابی بنام حضرت صیفان بن سلمہ الخدالی رضی اللہ عنہ کا مزار مبارک ہے جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ''مید'' قوم سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔

(نبی کریم ﷺ کا ذکر مبارک بلوچستان میں 27 مطبوعہ لاہور 1983ء)

خضدار والے ان کو حضرت سنان بولتے ہیں۔ واللہ اعلم

معلوم ہوا کہ عہد رسالت سے سندھ میں تبلیغ و دعوت کے حوالے سے اصحاب کرام کا اہم کردار رہا ہے۔ وادی مہران آغاز اسلام سے فیضانِ صحابہ سے فیض یاب رہی ہے، شروع سے ہی سندھ میں صحابہ کرام کا اثر رہا ہے اور دوسری صدی ھجری سے فیضانِ اہل بیت سے بھی سندھ سیراب رہی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ سندھ اصل سے ''سنّی اسٹیٹ'' ہے۔ شیعہ فرقے کا عمل دخل دسویں صدی میں ہوا ہے، میران تالپر ایران کے شیعہ مولویوں کی طرف مائل ہوئے اور مرثیہ خواں ثابت علی شاہ (مرزا قلیچ بیگ) وغیرہ ایرانی شیعہ کی سندھ میں آمد ہونے لگی جس کی وجہ سے حیدرآباد، خیر پور میرس اور سیوہن وغیرہ شہروں میں انہوں نے ڈیرے ڈالے اور حکومت کے زیر اثر آہستہ آہستہ شیعیت کی تبلیغ ہونے لگی۔

اندازہ لگائیں کہ سندھ میں مرثیہ خوانی کا آغاز ثابت علی شاہ ایرانی سے ہوتا ہے اس سے قبل سندھ میں کوئی مرثیہ خواں نہیں تھا۔

یہی عہد ہے کہ ایرانیوں کی آمد کے ساتھ ساتھ امام بارگاہ، تعزیہ، مرثیہ، نوحہ، ماتم، دلدل، پنجہ، علَم وغیرہ بدعات خرافات سندھ میں متعارف ہوئیں، اس سے قبل باب الاسلام کی دھرتی ان مذموم وملعون رسومات سے بالکل ناآشنا تھی۔

مؤرخ و مصنف ڈاکٹر وفا اپنے مقالہ ''سندھی ادب کا تاریخی جائزہ'' میں لکھتے ہیں:

میرانِ تالپور شیعہ مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔ ایران سے ان کے خاص تعلقات تھے، اس لئے سندھ میں ان کے عہد میں ایرانی علماء و شعراء کی آمد و رفت کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ سندھ اور ایران کی مذہبی تاریخ و ثقافتی روابط کی بنا پر سندھی زبان اور ادب پر ایرانی ثقافت اور فارسی زبان کا اثر رہا خصوصاً سندھ کے فارسی شعراء فارسی طرز شاعری سے متاثر ہو کر سندھی میں فارسی عروض اور فارسی بحروں میں شعر کہنے لگے۔ فارسی اسلوب پر سندھی میں مرثیہ نگاری اور غزل گوئی کا آغاز ہوا۔ یہ خصوصیت صرف عہد تالپور سے منسوب ہے۔

ثابت علی شاہ ایرانی (متوفی 1225ھ) سندھی میں مرثیہ نگاری کے بانی تھے۔

(مہران نقش 38 مطبوعہ کراچی 1986ء شیعہ اثنا عشریہ سندھ میں کب آئے؟ بشمولہ کتاب روشن صبح، سندھی 92 مطبوعہ سادات اکیڈمی لاڑکانہ 2000ء)

شیعہ حضرات کا یہ عجیب رویہ دیکھنے میں آیا ہے کہ ایک طرف تو یہ سیدنا غوث اعظم دستگیر شیخ محی الدین سید عبد القادر جیلانی حسنی حسینی رضی اللہ عنہ (بغداد شریف) کو ''سید'' بھی نہیں مانتے بلکہ ان کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں اور دوسری طرف خود اپنے موقوف کا عملی ردیوں پیش کرتے نظر آتے ہیں کہ حضور غوث اعظم جیلانی کی اولاد ''جیلانی سادات'' اور آپ کے ''سلسلہ قادریہ'' کے سنّی حنفی اولیاء کرام کے درباروں پر علم (جھنڈہ) گاڑ کر نہ صرف قبضہ جما لیتے ہیں بلکہ ان بزرگوں کو شیعہ ثابت کرنے پر تُلے رہتے ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

1 حضرت سید عبداللہ شاہ جیلانی المعروف اصحابی مکلی ٹھٹھہ

2 حضرت سخی سید عبدالوہاب شاہ جیلانی حیدرآباد

3 حضرت سید خیرالدین شاہ جیلانی المعروف جئے شاہ جیلانی پرانہ سکھر وغیرہ

حضرت حافظ سید محمد عثمان مروندی شہباز قلندر، حضرت سید عبداللطیف بھٹائی اور حضرت حافظ عبدالوہاب فاروقی المعروف سچل سرمست بھی سرکار غوث اعظم جیلانی کے ''سلسلہ عالیہ قادریہ'' میں مرید ہیں۔

اندھیر نگری تو دیکھئے کہ یہ، اہل سنت و جماعت احناف کے پیران کرام کے درباروں پر علم گاڑ کر نیز ان بزرگوں کو شیعہ کہتے ہوئے ذرا بھی شرم محسوس نہیں کرتے۔ (شہباز ولایت صفحہ 54 مطبوعہ لاہور)

خود بدلتے نہیں تحریر بدل دیتے ہیں

غزوہ ہند

کتب احادیث میں غزوہ ہند کے متعلق احادیث درج ہیں اور محدث نسائی علیہ الرحمہ نے ''غزوہ ہند'' سے متعلق احادیث پر ایک باب قائم کیا ہے اور اسی طرح محدث بیہقی علیہ الرحمہ نے السنن الکبریٰ میں ''قتالِ ہند'' باب قائم کیا ہے۔

صحابی رسول حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے ''غزوہ ہند'' کا وعدہ فرمایا ہے۔ پس میں نے اس غزوہ کو پایا تو میں اس میں اپنی جان اور اپنا مال خرچ کردوں گا، اگر مجھے قتل کردیا جائے گا تو میں سب سے زیادہ فضیلت والے شُہداء میں سے ہوں گا اور اگر میں لوٹ آؤں گا تو میں (آگ سے) آزاد کیا ہوا ابو ہریرہ ہوں گا۔ (سنن نسائی باب غزوۃ الھند)

رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

میری امت میں سے دو ایسے گروہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے آگ سے محفوظ فرمادیا ہے۔

(1) ایک وہ گروہ جو ہند پر حملہ کریگا اور (2) دوسرا وہ گروہ جو حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے ساتھ ہوگا۔

(سُبل الھدیٰ والرشاد 80 ج 10 مطبوعہ، علامہ الشیخ محمد بن یوسف حنفی شامی متوفی 942ھ)

محدث ابن کثیر لکھتے ہیں:

اشارة نبوية الىٰ ان الجيش المسلم سيصل الى الهند و السند

(النهاية فى الفتن والملاحم 12)

نبوی اِشارہ اس بات کی طرف ہے کہ ایک مسلمانوں کا لشکر عنقریب ہند اور سندھ تک پہنچ جائیگا۔

مولانا عمیر محمود صدیقی مذکورہ احادیث پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو غزوہ ہند کی بشارت عطا فرمائی ہے۔ بعض افراد کی یہ رائے ہے کہ غزوہ ہند کی بشارت مکمل ہو چکی ہے اور اب غزوہ ہند پیش نہیں آئے گا۔۔۔۔ آج تک اہل اسلام کی مشرکین ہند سے جتنی بار جنگ ہوئی ہے وہ اسی بشارت میں شامل ہے اور احادیث کے مطابق ہند کی تکمیل حضرت سیدنا امام مہدی علیہ السلام کے دست مبارک پر ہوگی جس کے نتیجے میں ہند ہمیشہ کیلئے مسلمانوں کے ماتحت ہو جائے گا۔

(غزوہ ہند صفحہ 43 ادارہ تحقیقات اہل سنت راولپنڈی 2012ء)

حدیث مبارکہ میں ہند اور سندھ کا تذکرہ ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قدیم سندھ سے متعلق تین روایات پیش کرتا ہوں تاکہ سندھ کی وسعت کا تصور صحیح طرح اُبھر کر سامنے آسکے۔ تاریخ میں ہے:

1. سلطنت سندھ اس زمانے میں سات اقلیم پر مشتمل تھا۔ سیوہن ایک اہم اقلیم تھا، آج سیوہن غالباً سندھ کا سب سے قدیم شہر ہے جو اب تک سانس لے رہا ہے۔ (فتح نامہ سندھ 17)

آج سندھ مغربی پاکستان کا ایک اہم جزو ہے، سندھ کا نام سن کر جو تصور ہمارے ذہن میں آتا ہے، وہ اس چھوٹے سے ملک کا تصور ہوتا ہے، جو اس وقت مغربی پاکستان کا حصہ ہے لیکن تیرہ سو سال پہلے سندھ کا اطلاق جس علاقے پر ہوتا تھا وہ بہت وسیع اور چوڑا تھا۔

2. اسلام سے پہلے راجہ داہر کی حکومت کے زمانے میں جس ملک کو "سندھ"

کے نام سے موسوم کرتے تھے، وہ سمت مغرب میں مکران تک، جنوب میں بحر عرب اور گجرات تک، مشرق میں موجود مالوہ کے وسط اور راجپوتانہ تک اور شمال میں ملتان سے گذر کر جنوبی پنجاب کے اندر تک وسیع تھا اور عرب مورخین اسی سارے علاقے کو "سندھ" کہتے تھے۔ (تاریخ سندھ 1 ج اول۔ فتح نامہ سندھ 59)

3. ابتداء میں سارا شمالی ہندوستان اسی نام (سندھ) سے یاد کیا جاتا تھا۔ پھر ایک ایسا زمانہ آیا کہ جزیرہ نمائے ہند کے صرف مغربی اضلاع کے ساتھ یہ نام مخصوص رہ گیا تھا۔

(تاریخ سندھ 9 شرر)

بطحا کا ذرہ ذرہ ، انجم بنا فلک کا
مصر اور ہند و ایران، اسپین و شام چمکا
شانِ محمدی سے اندھے ہیں اہل ظلمت
وہ نُور حق ہے جس سے دارالسلام چمکا

قدیم سندھ پاکستان میں سما چکی ہے اور الحمد اللہ مسلمانوں کی حکومت ہے۔ ہند میں مسلمان کثیر تعداد میں موجود ہیں مگر محکوم و مجبور ہیں، کشمیر کا ایک حصہ پاکستان میں ہے اور ایک حصہ ہند کے غاصبانہ قبضے میں ہے اور وہاں بھی مسلمان اپنے ہی ملک میں بنیوں کے شکنجے میں ہیں لیکن الحمد اللہ ارکان اسلام پر کوئی ممانعت نہیں، مسلمان کھلے عام اپنی عبادات بجالاتے ہیں۔ مساجد، مدارس اور مزارات اولیائے کرام سے تبلیغ اسلام کا کام جاری ہے۔ عرصہ بیت جانے کے باوجود ہندوؤں کا رویہ پاکستان اور مسلمانوں سے آج بھی درست نہیں، قلوب

میں بغض ونفرت کا پہاڑ بنا کر رکھا ہے اور جب بھی موقعہ ملتا ہے تو کسی نہ کسی بہانے مسلمانوں کے خلاف جلاؤ گھیراؤ کی پالیسی پر عمل پیرا ہو جاتے ہیں۔

میں کہتا ہوں مذکورہ حدیث مبارک ''غزوہ ہند'' پر نصف عمل ہو چکا ہے، بقیہ نصف ہماری بداعمالیوں کی وجہ سے تاخیر کا شکار ہے لیکن یقین کامل ہے کہ حضرت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے وہ ہو کر رہے گا۔

غازی اسلام حضرت سیدنا عبداللہ شاہ غازی نوراللہ مرقدہ نے سرزمینِ سندھ پر ظالم و غاصب سے جہاد کر کے کفرستان میں اسلام کی شمع روشن کردی اور اسی طرح فاتح سندھ مجاہد اسلام حضرت محمد بن قاسم شہید رحمۃ اللہ علیہ نے وادی مہران میں کفر وشرک کے خلاف جہاد وقتال کر کے دونوں نے اس حدیث پاک پر عمل کر کے دکھایا۔ اسی طرح ہمارے جدامجد، ولی کامل، غازی ملت حضرت سیدنا امام علی مکی نوراللہ مرقدہٗ۔ (المتوفی غالباً 300ھ) نے تیسری صدی میں جہاد کر کے اسلام کا بول بالا کیا۔ عالم ربانی حضرت سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان میں بت پرستی کے خلاف معرکہ حق و باطل برپا کر کے اس حدیث مبارکہ پر عمل پیرا ہوئے۔ امام علی معرکہ برپا کرنے کے بعد سیوہن کے مضافات میں شادی کی اس کے بعد مدینہ منورہ واپس چلے گئے۔:

اوروں کو دیں حضور یہ پیغام زندگی
میں موت ڈھونڈھتا ہوں زمینِ حجاز میں
(اقبال)

ان بزرگ محسنوں میں سے حضرت غازی اسلام سید عبد اللہ شاہ شہید

(کلفٹن والے) کا کام نہایت بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے، وہ اس حوالے سے کہ دوسروں کا کام ان کے عہد تک تھا جبکہ حضرت غازی بابا کی مزار مقدس سے پندرہ سو سال (1500) سے رشد و ہدایت اور فیضان کا سلسلہ جاری ہے۔ دنیا بھر کی دکھی انسانیت آپ کی دربار معلیٰ پر حاضر ہو کر طمانیت اور سکون کی دولت حاصل کر رہی ہے۔

جمال یار کا افسانہ چھیڑ کر فانیؔ
شعاع نور سے دل جگمگا دیئے تو نے

بے دینوں کو دین، بے ایمانوں کو ایمان، اہل محبت کو ایقان، گمراہوں کو ہدایت، بھٹکے ہوؤں کو صراط مستقیم، ضعیف الایمانوں کو یقین، بیماروں کو شفاء، بے اولادوں کو اولاد، لاعلاجوں کا علاج، معرفت کے متلاشیوں کو اسرار الٰہی اور سات جمعرات کو حاضری دینے والے اپنی ہر جائز حاجت کو پورا ہوتے ہوئے دیکھا، اور رات کو دیر تک مراقبوں میں بیٹھنے والے فیض پاتے ہیں۔ اسی طرح بے شمار ان گنت، بے حساب و کتاب دوسری صدی ھجری سے لے کر آج تک کروڑہاں لوگوں نے اپنے ظرف کے مطابق فائدہ اٹھایا ہے۔

ایک روایت کے مطابق ہند و سندھ ایک باپ کے دو بیٹوں کا نام تھا، اس کا مطلب ایک بیٹا مسلمان ہو گیا دوسرا بیٹا سرکش بنا ہوا ہے جس کو سیدھی راہ دکھانا صوفیائے کرام کی ذمہ داری ہے۔

جب سے نسبت ہوئی ساقی تیرے میخانے سے
ہر گھڑی آنکھ لگی رہتی ہے پیمانے سے

فتح سندھ

یاد رہے بروز جمعہ 10 محرم الحرام 61ھ میں واقعہ کربلا رونما ہوا، 10 رمضان المبارک 92ھ کو سندھ فتح ہوا، 150ھ کو بغداد (عراق) میں شہید اہل بیت امام ابوحنیفہ تابعی رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی اور اگلے سال 151ھ کو سندھ میں (کراچی میں) حضرت سیدنا عبداللہ شاہ حسنی رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی۔ دیکھیئے امام ابوحنیفہ اور امام عبداللہ شاہ کا قاتل ایک ہی ہے یعنی عباسی خلیفہ اور جرم بھی تقریباً ایک ہی ہے کہ امام عبداللہ شاہ کا جرم یہ ہے کہ وہ اہل بیت تھے اور امام ابوحنیفہ کا جرم یہ تھا کہ وہ محبّ اہل بیت تھے۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ تابعی ہیں ہوسکتا ہے کہ امام عبداللہ شاہ کی بھی صحابہ کرام سے ملاقات ہو پھر تو دونوں بزرگ ھم عصر کے ساتھ تابعی کے شرف سے مشرف ورنہ تبع تابعی کا شرف تو ضرور رکھتے ہونگے۔

وہ صحابہ کرام جنہوں نے عہد رسالت میں اپنے قدمین شریفین سے سندھ کو شرف بخشا اور وہ صحابہ کرام جنہوں نے سندھ میں کفار و مشرکین کے خلاف جھاد کیا، فتح سندھ انہی کا فیضان ہے، انہیں کی جدوجہد تبلیغ و دعوت کا ہی نتیجہ ہے کہ غازی محمد بن قاسم کے ہاتھوں وادی مہران فتح ہوا اور باب الاسلام کا مرتبہ پایا۔

فتح سندھ میں حضور پاک صاحب لولاک ﷺ کی توجہ کارفرما تھی کہ پہلے صحابہ کرام کا تبلیغی وفد یہاں بھجوایا، ان کو کامیابی کی دعا سے رخصت فرمایا اور نئے

سندھی مسلمانوں کو اپنی زیارت وصحبت سے صحابہ کرام کی مقدس جماعت میں شامل فرمایا۔

میر عرب کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے
میرا وطن وہی ہے، میرا وطن وہی ہے
(اقبال)

میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ فاتح سندھ جرنیل محمد بن قاسم نے جب سندھ کا رُخ کیا تو سخت مزاحمت کا سامنا نہ ہوا، کفار و مشرکین کے رویوں میں نرمی تھی، دعوت اسلام پیش کرتے وقت انہوں نے اسلام کے خلاف بدزمانی بدکلامی سے کام نہیں لیا اور نہ ہی چیلنج مناظرہ کا سامنا ہوا اور انہوں نے تعمیر مساجد کے خلاف بھی کوئی آواز نہیں اٹھائی۔

ان کے رویوں سے اسلام، پیغمبر اسلام، شعائر اسلام (نماز، اذان، مسجد وغیرہ) کے خلاف سختی اور مزاحمتی عمل ظاہر نہیں ہوتا۔

آدمی نہیں سنتا آدمی کی باتوں کو
پیکر عمل بن کر، مظہر خدا بن جا

کیوں؟ اِس کی کیا وجہ ہوسکتی ہے؟

جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں کہ عہد رسالت سے لیکر عہد بن قاسم تک ایک طویل عرصہ تک سندھ کے کفار و مشرکین نے صحابہ کرام، تابعین اور صوفیاء کرام کو قریب سے دیکھا تھا ان کے مزاج و طبیعت سے آگاہ تھے، ان کے بے داغ کردار اور پُر خلوص عمل پر مطلع تھے اور خوش اخلاقی سے متاثر تھے۔ اس لئے وہ دن بدن اسلام کے قریب ہوتے گئے اور نیا دین ان کے لئے نیا نہیں رہا بلکہ 70 سال سابقہ تھا۔

جب مجاہد اسلام حضرت محمد بن قاسم نیرون کوٹ (حیدر آباد) پہنچے، حاکم نیرون (بدھ مذھب کا ماننے والا تھا) نے قلعے کے دروازے کھلوادئے۔ غرضیکہ نیرون کوٹ بغیر کسی جنگ کے فتح ہوگیا۔

(زین الکواکب فی حیات شیخ عبدالوہاب 21)

دیبل کے قیدیوں پر ایک شخص قبلہ بن مہتراج نامی مامور تھا۔ وہ بڑا دانا اور قابل تھا۔ سراندیپ کے قیدی اور بدیل کا لشکر اسی کی نگرانی میں تھا۔۔۔ سب قیدیوں نے متفقہ طور پر کہا کہ ہم اس کے شکر گذار ہیں، اس نے ہماری ہمدردی میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ یہ ہمیشہ ہمیں لشکر اسلام کے پہنچنے کی خبر سے قوی دل کرتا تھا اور دیبل کے فتح ہونے کی امید دلاتا تھا۔ محمد بن قاسم نے اسے اسلام پیش کیا تو وہ کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہوگیا۔ (فتح نامہ سندھ 129)

جیل کا جیلر دانشور تھا، عالم تھا، لیکن اس کے باوجود اس نے نہ مناظرہ کیا نہ کوئی اعتراض کیا، ہندو ہونے کے باوجود مسلمان قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا؟ کیوں؟

مجھے یہ صحابہ کرام کا فیضان نظر آتا ہے، صحابہ کی سیرت (حُسنِ اخلاق، اچھا برتاؤ، ہمدردی، نیک نیتی) نے کفار سندھ کو اپنا گرویدہ بنا دیا تھا اس پر حضرت محمد بن قاسم اور مسلمان قیدیوں کی پاکبازی نے سونے پر سہاگے والا کام کیا۔

دانشور جیلر کے سامنے جب اسلام پیش کیا گیا تو اس نے کوئی دلیل نہیں مانگی کیوں کہ اسلام اس کے لیے نئی بات نہیں تھی، وہ اسلام کی آگاہی رکھتا تھا یہی سبب ہے کہ اس نے فوراً دعوت اسلام قبول کر کے ایمان لے آتا ہے۔ جہاں دید لوگ جانتے ہیں کہ انگریز کو مسلمان کرنا بنسبت ہندو کے آسان ہے کیونکہ ہندو بہت ہی متعصب ہوتا ہے، اس سے ان کی کند ذہنیت کا اندازہ لگالیں کہ دنیا نے کس قدر ترقی کر لی ہے لیکن ہندوؤں کا ذہن آج بھی پس ماندہ ہے کہ آج کے ترقی یافتہ سائنسی دور میں بھی وہ اپنے ہاتھ کی بنی ہوئی مُورتی کو معبود بنا کر پوجتے ہیں۔ اس قبیل کا ہندو بدھ مذہب ماننے والا، حیدرآباد کا حاکم، بغیر جنگ کے قلعے کے دروازے کھلوانا، کوئی آسان بات نہیں اس کے بیک گراؤنڈ صحابہ کرام اور ان کے حلقہ ارادات کی مسلسل جدوجہد کارفرما نظر آتی ہے، ورنہ کہیں ایسا نہیں ہوتا کہ اسلام پیش کیا گیا اور اس نے آناً فاناً قبول کرلیا ہو۔

یقیناً حاکم وقت اور ان کے آباؤ واجداد و مشاہیر وقت، اسلام کے محاسن سے ضرور آگاہ ہونگے، اور صحابہ کرام کے پرنور چہرے اور پاکیزہ سیرتیں ان کے پیش

نظر ہونگی۔ میں اپنے موقف پر مزید ایک تاریخی حوالہ پیش کرتا ہوں جس سے میرے موقف کو مزید پشت پناہی ملے گی۔

"اُس مایوسی کے بعد ارورڑ شہر کے لوگوں نے آپس میں مل کر کہا: ہم نے محمد بن قاسم کی دیانتداری، دانائی، معدلت پروری، انصاف اور فیاضی کا تذکرہ سنا ہے اور یہ آواز بھی بار ہا ہمارے کان میں پڑی ہے کہ وہ اپنے عہد و پیماں پر بڑی مضبوطی سے قائم رہتا ہے اور اس نے جو رحم دلی سندھ کے دیگر شہروں میں ظاہر کی اس کا حال بھی ہمیں معلوم ہو چکا ہے۔

اب اس صورت میں یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم سب مل کر چند معتبر اور لائق لوگوں کے ذریعہ سے اس کے پاس سفارت بھیجیں۔ قلعہ اس کے سپرد کر دیں اور اس سے رحم و کرم کی التجا کریں۔

(تاریخ سندھ صفحہ 158 عبدالحلیم شرر)

جس کا نصب العین تھا، اعلانِ حق تبلیغ حق
زندگی جس کی تھی شرع مصطفٰے کا آئینہ

سندھ میں علماء کی علم حدیث کیلئے مثالی خدمت

ذیل میں ہم نہایت اختصار کے ساتھ سندھ میں علم حدیث اور محدثین کی ابتدائی چارسوسالہ (400) تاریخ پیش کرتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ اس دور میں پورے عالم اسلام کی طرح سندھ میں بھی دینی وعلمی سرگرمی جاری تھی اور یہاں کے علماء ومحدثین عالم اسلام کے دوش بدوش چل رہے تھے، عہد فاروقی میں سندھ ومکران کی فتح 23ھ سے لیکر دولت ہبّاریہ منصورہ کے سقوط 417ھ تک کی چارصدیاں اس ملک میں خالص اسلامی عربی اقدار کی حامل ہیں۔ اس دور میں یہ علاقہ خلافت راشدہ، سلطنت اُمویہ، سلطنت عباسیہ اور عرب حکمرانوں کے زیراثر رہا ہے یہی زمانہ پورے عالم اسلام میں ہر قسم کے علوم وفنوں خصوصاً علم حدیث کے سلسلہ میں عہد زّریں ہے۔

دور خلافت راشدہ میں دیارِ سندھ میں بہت سے علماء، صحابہ، تابعین کی آمد ہوئی اور اس دور کے مزاج ورواج کے مطابق بوقت ضرورت اور حسب مواقع احادیث وآثار اور دینی تعلیم کا سلسلہ جاری ہوا۔ اسلامی فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا تو مختلف بلاد وامصار میں صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم حدیث وفقہ کی تعلیم کے لئے بھیجے گئے، چنانچہ دیگر مما لک کی طرح سندھ میں بھی ان حضرات کی تشریف آوری ہوئی اور علوم نبوت کے ان چلتے پھرتے مدرسوں نے یہاں علم دین پھیلایا، ابن ابی حاتم رازی نے (کتاب) ''تقدمة الجرح والتعدیل'' میں صحابہ،

تابعین اور تبع تابعین کے عالم اسلام میں احادیث و آثار، سنن، احکام، حلال وحرام اور فقہ وفتویٰ کی تعلیم کا تذکرہ تفصیل سے کیا ہے۔ابن کثیر نے ''البدایہ والنھایہ'' میں محمد بن قاسم کی فتوحات کے ذکر میں لکھا ہے کہ ان سے پہلے اوائل بلادِ ہند یعنی سندھ ومکران میں صحابہ کرام کی آمد ہو چکی تھی۔خلافت راشدہ میں تھانہ (ممبئی) اور بھڑوچ (گجرات) سندھ ومکران، بلوچستان، دیبل، قیقان ،قنذابیل، فہرج، جبال پایہ وغیرہ میں متعدد بار جنگیں وفتوحات ہوئیں جس میں صغار صحابہ اور کبار تابعین شریک تھے۔ان حضرات نے وقتاً فوقتاً حسب ضرورت کتاب وسنت اور دینی تعلیم کی اشاعت کی اور بعد میں جب باقاعدہ احایث کی ترویج وتعلیم کی باری آئی تو ان حضرات سے روایت کا سلسلہ چلا۔:

سندھ میں کم از کم سترہ صحابہ کرام (17) تشریف لائے ہیں۔جن میں کئی حضرات طبقہ صحابہ میں عظیم المرتبت شمار کئے جاتے ہیں اور ان سے احادیث و آثار مروی ومنقول ہیں۔

1۔ حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفی
2۔ حضرت حکم بن ابی العاص ثقفی
3۔ حضرت حکم بن عمرو الثعلبی
4۔ حضرت ربیع بن زیاد حارثی
5۔ حضرت صحار بن عباس عبدی
6۔ حضرت عبداللہ بن عمیر اشجعی
7۔ حضرت عبیداللہ بن معمر تیمی

8۔ حضرت مجاشع بن مسعود سلمی

9۔ حضرت عبدالرحمان بن سمرہ علشمی

10۔ حضرت سنان بن سلمہ ہذلی رضی اللہ عنہم (مدفون خضدار)

ان کے علاوہ

11۔ حضرت سہیل بن عدی انصاری

12۔ حضرت عاصم بن عمرو تیمی

13۔ حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان انصاری

14۔ حضرت مغیرہ بن ابی العاص ثقفی

15۔ حضرت خریت بن راشد سامی

16۔ حضرت منذر بن جارود عبدی رضی اللہ عنھم

بھی اس ملک میں آچکے ہیں اور ان سب حضرات کے وجود مسعود سے بھی سرزمین سندھ کو سعادت و برکت ملی ہے اور سب سے بڑھ کر ابدی سعادت یہ ہے کہ حضرت منذر بن جارود عبدی رضی اللہ عنہ 62ھ میں اس خطہ پاک کے مقام قندابیل (گنڈاواہ، ضلع جھل مگسی، جیکب آباد تا کوئٹہ لائن پر نوتال اسٹیشن کے قریب، مغرب میں، بلوچستان) میں فوت ہوئے اور یہیں دفن کیئے گئے۔ یہ بات خلیفہ بن خیاط نے اپنی کتاب ''تاریخ خلیفہ بن خیاط'' میں بیان کی ہے۔

سندھ کی ابتدائی فتوحات میں کبار تابعین کی تعداد بہت زیادہ رہا کرتی تھی مگر ان کے نام تاریخوں میں بہت کم ملتے ہیں۔ بعض واقعات کے ضمن میں ان کا ذکر آتا ہے، ان میں متعدد حضرات احادیث و آثار اور دینی علوم کے اساطین اور

امت کے مشائخ کبار میں سے ہیں مثلاً:

1۔ حضرت حکیم بن جبلہ عبدی

2۔ حضرت خواجہ حسن بصری (متوفی 140ھ)

3۔ حضرت جابر بن یزید جعفی

4۔ حضرت سعد بن ہشام انصاری رحمہم اللہ

خلافت راشدہ میں یہاں آنے والے صحابہ اور تابعین نے قضاء وافتاء اور احادیث کی خدمت انجام دی ہے۔ حضرت حکیم بن جبلہ عبدی ''عہد عثمانی'' میں سندھ آئے تھے، خلیفہ بن خیاط نے ان کو اس عہد کے قضاۃ سندھ (یعنی سندھ کے قاضیوں میں تھے) میں شمار کیا ہے۔ جس زمانے میں امام حسن بصری، حضرت ربیع بن زیاد حارثی کے ساتھ سجستان کی مہم پر تھے اور اسی سلسلہ میں سندھ اور مکران کے بعض علاقوں میں جہاد کرتے تھے، افتاء کی خدمت بھی انجام دیتے تھے۔ جب امام حسن بصری جہاد میں ہوتے تو حضرت جابر بن یذید جعفی فتویٰ دیا کرتے تھے۔

اموی خلافت کی ابتداء میں بھی عام طور سے امرائے لشکر صغار صحابہ اور کبار تابعین ہوا کرتے تھے اور غزوات میں اہل علم وفضل اور ارباب تقویٰ کی اچھی خاصی تعداد ہوتی تھی۔ ابن کثیر نے لکھا کہ اموی خلفاء امرا کی فوج اور غزوہ میں کبار تابعین، صلحاء، اولیاء اور علماء رہا کرتے تھے۔ ہر لشکر میں ان بزرگوں کی بڑی تعداد ہوتی تھی جن سے اللہ تعالیٰ اپنے دین اسلام کی مدد فرماتا تھا۔ یہی صورتحال سندھ کی غزوات وفتوحات میں تھی اور اس مقدس جماعت کے افراد یہاں اسلامی

علوم و معارف کی تعلیم و تلقین کا فریضہ انجام دیتے تھے اور یہاں کے مسلمان اسلامی اور دینی قدروں سے مالا مال تھے۔ امام ذہبی نے اس دور کے عالم اسلام کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے کہ اس دور میں اسلام اور مسلمان عزت و احترام کی زندگی بسر کیا کرتے تھے۔ ان میں علم کی کثرت اور تازگی تھی۔ حق و صداقت کی آواز بلند کرنے والے کثیر تعداد میں تھے۔ عوام امن و امان کی زندگی میں خوش تھے۔ مغرب اقصیٰ اور اُندلس سے لیکر خطا اور ہند کے علاقوں اور حبشہ تک جیوش محمدیہ کا سیل رواں تھا۔'' اس بیان میں بعض الھند سے مراد سندھ اور مکران کے اسلامی علاقے ہیں۔

اس زمانے میں حدیث کی تعلیم و تدریس کے باقائدہ حلقے اور محفلیں قائم ہوگئی تھیں اور علماء اور محدثین اپنے اپنے دائرہ اور حلقے میں اپنی اپنی مرویات کو روایت کرتے تھے۔ تدوین و تالیف کا سلسلہ بھی شروع ہوا۔ دوسری صدی ھجری کے ربیع الاول میں دیبل (سندھ کا مشہور شہر) علم حدیث کا پہلا مرکز و مدرسہ بنا اور شیخ عبدالرحیم بن حماد ثقفی دیبلی (شاگرد امام اعمش متوفی 148ھ) یہاں کے محدثین کے سرخیل ہیں، جنہوں نے بصرہ جا کر حدیث کا درس دیا۔ ان کے معاصرین میں سندھ کے مندرجہ ذیل علمائے حدیث قابل ذکر ہیں:

1۔ شیخ قیس بن بسر بن سندھی

2۔ شیخ محمد بن غراز بن اُوس معروف بہ جُبیل

3۔ شیخ یزید بن عبداللہ بسیری سندھی

4۔ شیخ سندی بن شماس بصری

5۔ شیخ ابو اُمیہ عبدالرحمٰن سندھی کاتب

6۔ شیخ عمر بن عبدالعزیز

7۔ شیخ امام مکحول شامی کابلی سندھی

اس دور میں عرب سے سندھ میں آنے والے علماء ومحدثین اور مشائخ میں یہ حضرات نمایاں ہیں:

1۔ شیخ عمر بن عبداللہ بن معمر تیمی

2۔ شیخ مہلب بن ابی صفرہ اَزدی

3۔ شیخ کرز بن ابی کرز دبرہ حارثی

4۔ شیخ ابوالیمان معلیٰ بن راشد نبال ہندلی بصری

5۔ شیخ ابوالحسن معلیٰ بن زیاد قردوسی بصری

6۔ شیخ کھمس بن حسن قیسی بصری

7۔ شیخ معاویہ بن قرہ بن ایاس مزنی

8۔ شیخ موسیٰ بن سنان بن سلمہ ہذلی

9۔ شیخ سعید بن اسلم بن زرعہ کلابی

10۔ شیخ زائدہ بن عمیرہ طائی

11۔ شیخ ابوالہ ربیع ہلواث کلبی مدائنی

12۔ شیخ حکم بن عوانہ کلبی

13۔ شیخ یزید بن ابی کبشد سلسلی

14۔ شیخ عطیہ بن سعد عوفی رحمھم اللہ

یہ تمام حضرات اصحاب علم و فضل اور راویانِ حدیث ہیں۔ ان کے علاوہ یہاں کے امراء و فاتحین میں مندرجہ ذیل تبع تابعین خاص مقام و مرتبہ کے مالک ہیں۔

1۔ شیخ محمد بن ہارون نُمیری
2۔ شیخ مجاعہ بن سعر تیمی
3۔ شیخ عمران بن نعمان کلبی
4۔ شیخ عباد بن زیاد بن ابی سفیان
5۔ شیخ ہلال بن احوز مازنی
6۔ شیخ ابوعیسینہ بن مہلب ازدی
7۔ شیخ مفضل بن مہلب ازدی
8۔ شیخ محمد بن غران کلبی وغیرہ وغیرہ

ان تمام حضرات نے یہاں خاص مدت تک قیام کر کے مختلف مواقع پر اپنی روایات بیان کیں۔

سندھ کے کچھ خاندان اور افراد غزوات و فتوحات میں حربی قیدی بن کر عرب گئے اس دور کے کم از کم تین سندھی الاصل خاندان عرب میں مدتوں علم و فضل کے گہوارے رہے ہیں اور ان میں ائمہ حدیث پیدا ہوئے ہیں:

ا۔ آل ابو معشر مدنی سندھی مولیٰ بنی ہاشم تھے، ان میں حافظ الحدیث امام ابو معشر بجیح بن عبدالرحمٰن سندھی مدنی سیر و مغازی اور تفسیر میں بھی امامت کا درجہ رکھتے ہیں، ان کی کتاب ''المغازی'' مشہور ہے۔ شیخ ابو عبد المالک محمد بن ابو

معشر، شیخ ابوسلیمان داؤد بن محمد بن ابومعشر، شیخ ابوبکر حسین بن محمد بن ابومعشر اپنے خاندان (آل ابومعشر) کے چشم و چراغ ہیں۔

2۔آل مقسم قیقانی کے مورث اعلیٰ مقسم، قیقان کے قیدی اور مولیٰ (غلام) عبدالرحمٰن بن قطبہ اسدی ہیں۔

ان کے پوتے امام حافظ ابوبشر اسمٰعیل بن ابراہیم بن مقسم ۔۔۔۔۔۔سید المحد ثین ہیں اور اپنی والدہ کی نسبت سے ابن علیه کی کنیت سے مشہور ہیں۔اس خاندان میں یہ علماء ومحدثین پیدا ہوئے:

1۔امام ابوالبشر اسماعیل بن ابراہیم بن مقسم

2۔شیخ ربعی بن ابراہیم بن مقسم۔

3۔شیخ ابراہیم بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن مقسم۔

4۔شیخ اسحاق بن ابراہیم بن مقسم

5۔شیخ حماد بن اسمٰعیل بن ابراھیم بن مقسم

6۔شیخ محمد بن اسماعیل بن ابراھیم بن مقسم

یہ سب حضرات آسمان علم وفضل کے آفتاب وماہتاب تھے۔

3۔آل بیلمان، محدثین کا یہ خاندان بمقام بیھلمان (سوراشٹر) سے نجران اور وہاں سے حجاز پہنچا۔اس زمانے میں یہ مقام سندھ کی اسلامی عملداری میں تھا، کسی زمانے میں قید ہوکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی غلامی میں آیا۔اس خاندان میں حسب ذیل علماء ومحدثین پیدا ہوئے:

ا۔شیخ عبدالرحمٰن بن ابوزید بیلمانی

2۔شیخ محمد بن عبدالرحمٰن بن ابوزید بیلمانی

3۔شیخ حارث بیلمانی

4۔شیخ محمد بن حارث بیلمانی

5۔شیخ محمد بن ابراہیم بیلمانی

وغیرہ، ان میں بعض شاعر اور علم نحو کے مشہور عالم بھی تھے۔

سندھ میں خالص اسلامی عربی دور اقبال و اقتدار خلافت راشدہ سے شروع ہو کر دولت ہبّاریہ منصورہ کے سقوط 417ھ پر ختم ہو گیا اور یہی چاروں صدیاں پورے عالم اسلام میں اسلامی علوم وفنون خصوصاً علم حدیث وفقہ کے حق میں دور بہار ہیں۔ اس زمانہ میں یہاں کا ہر شہر دارلعلوم اور ہر قریہ مدرسہ تھا۔ بستیاں ارباب فضل وکمال سے معمور تھیں۔ سندھی علماء اور محدثین عالمی شاہراہوں پر علمی و تعلیمی میدان میں رواں دواں تھے اور واپس آکر اپنے شہر میں مسند حدیث وروایت بچھاتے تھے اور بہت سے حضرات باہر رہ کر علمی زندگی بسر کرتے تھے۔ اس دور میں یہاں علمِ حدیث۔ کے ائمہ وحفاظ موجود تھے، جن کا فیضان ظاہری وباطنی طور پر جاری تھا، خاص طور سے دیبل، منصورہ، ملتان، لاہور، قزدار، بوقان، قیقان وغیرہ علم وعلماء سے معمور تھے۔

دیبل یہاں کا پہلا دارلحدیث ہے۔ جہاں دوسری صدی ھجری کی ابتداء میں شیخ عبدالرحمٰن بن حماد دیبلی کا حلقہ درس قائم تھا۔ یاقوت حموی (موّرخ) نے لکھا ہے کہ دیبل شہر کی طرف محدثین اور رواۃ حدیث کی ایک بڑی جماعت منسوب ہے۔ محدث ابن جوزی نے لکھا ہے: اس شہر کی طرف علماء کی جماعت کثیرہ

مسنوب ہے۔ خطیب بغدادی نے (تاریخ بغداد میں) تصریح کی ہے کہ شیخ علی بن موسیٰ دیبلی نے شہر دیبل میں خلف بن محمد دیبلی موازینی کو حدیث کا درس دیا تھا۔ ابونعیم اصفہانی (محدث ومورخ) نے لکھا ہے کہ عبدالرحیم بن یحییٰ دیبلی نے ابوالقاسم شعیب بن محمد دیبلی کو حدیث کا درس دیا ہے۔ اگر چہ اس میں دیبل کا ذکر نہیں ہے مگر قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تحدیث یہیں ہوئی ہے۔

دیبل کے چند علماء ومحدثین کے نام یہ ہیں:

1۔ شیخ عبدالرحیم بن حماد ثقفی دیبلی

2۔ شیخ ابوبکر احمد بن محمد بن ہارون دیبلی

3۔ شیخ ابوالعباس احمد بن عبداللہ دیبلی

4۔ شیخ ابولعباس احمد بن محمد دیبلی

5۔ شیخ ابراہیم بن محمد بن ابراہیم دیبلی

6۔ شیخ ابومحمد حسن بن حامد دیبلی

7۔ شیخ ابولقاسم حسین بن محمد بن محمد دیبلی

8۔ شیخ ابوالقاسم شعیب بن محمد بن احمد دیبلی

9۔ شیخ خلف بن محمد موازینی دیبلی

10۔ شیخ عبدالرحیم بن یحییٰ دیبلی

11۔ شیخ ابواسحاق علی بن احمد دیبلی

12۔ شیخ علی بن موسیٰ دیبلی

13۔ شیخ ابوجعفر محمد بن ابراہیم دیبلی

14۔شیخ ابوبکر محمد بن حسین بن محمد دیبلی

15۔شیخ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ دیبلی

16۔شیخ ابوالعباس محمد بن محمد بن عبداللہ دیبلی

17۔شیخ ابوعبداللہ بن احمد بن موسیٰ وتار دیبلی

18۔شیخ ابومحمد دیبلی تلمیذ حضرت شیخ جنید بغدادی (متوفی 297ھ)

19۔شیخ ابوموسیٰ دیبلی خواہرزادہ حضرت شیخ بایزید بسطامی (متوفی 261ھ)

20۔شیخ ابوالعباس احمد بن نصر دیبلی رحمھم اللہ علیہ

قال زین: دیبل کے جائے وقوعہ متعلق عرض ہے کہ کراچی تا ٹھٹھہ نیشنل ہائے وے پر ایک مقام پر آثار قدیمہ نظر آئیں گے، نشاندھی کے لیے ایک بورڈ لگا ہوا ہوگا، جس پر دیبل لکھا ہوا ہوگا، جو کہ کسی زمانے میں ہماری عظمتوں کا نشان تھا، دنیا بھر میں عزت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا، علم کے پیاسے یہاں آ کر علم کی پیاس بجھاتے تھے اور آج:

جلال ان کا کھنڈروں میں ہے یوں چمکتا
کہ ہو خاک میں جیسے کندن دہکتا

منصورہ:

سندھ کا خالص اسلامی شہر ہے۔122ھ میں آباد کیا گیا، اسی وقت سے امرائے سندھ کا دارالحکومت رہا ہے، بعد میں "دولت ہباریہ" کا پایہ تخت بنا، یہ شہر ابتداء ہی سے اس ملک میں اسلامی علوم اور اسلامی تہذیب و ثقافت کا مرکز تھا، یہیں کے ایک عالم نے الور (اروڑ۔نزد روہڑی) کے راجہ کے لیے قرآن حکیم کی

تفسیر لکھی جو اِس ملک کی پہلی تفسیر ہے۔قاضی منصور ابو العباس احمد بن محمد تیمی یہاں کے صاحب تصانیف کثیرہ، محدث و مدرس ہیں، وہ یہاں با قاعدہ حدیث کا درس دیتے تھے۔

مقدسی بشاری (مؤرخ) نے لکھا ہے: یہاں علم اور اہل علم کی کثرت ہے اور یہاں کے اہل علم محدث ہیں۔ امام ابوعبداللہ حاکم (المستدرک الحاکم) کا بیان ہے: میں نے امام الدنیا ابو العباس الاصم بغدادی کے دروازے پر اُندلس، قیروان، بلاد مغرب، طراز، اسیجاب اور اہل مشرق کی بھیڑ بھاڑ میں اہل منصورہ اور اہل ملتان کی بھیڑ بھی دیکھی ہے، جو اپنے وطن سے بغداد آ کر امام ابوالعباس اصم کے حلقہ درس حدیث میں شریک تھے۔۔۔اسی طرح مکران اور بوقان وغیرہ میں علماء رہے ہیں مثلاً: شیخ ابو حفص عمر بن محمد بن سلیمان مکرانی اور شیخ محمد بن منصور بوقانی۔عرب سیّاح اور جغرافیہ نویس سندھ اور ہند کو دو الگ الگ ملک لکھتے ہیں، اس کے باوجود لفظ ہند کو دونوں ملکوں کے لیے بولتے ہیں، اس دور اور دیار کے بہت سے علماء صرف سندھی یا ہندی کی نسبت سے مشہور ہیں، ان کے مولود منشاء کی تصریح نہیں ملتی ہے، ایسے سندھی و ہندی علماء و محدث کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

سندھ کے ان علمی اور دینی مرکزوں اور مقامی علماء کی تدریسی و تعلیمی سرگرمی کے ساتھ ممالک اسلامیہ کے ائمہ حدیث بھی یہاں آ کر حدیث و روایت کرتے تھے، اس زمانے میں اگر کوئی محدث کسی اسلامی بستی سے گزرتا تھا، تو وہاں کے اہل علم اور طلبہ حدیث محفل درس وسماع اور حلقہ املاء و روایت قائم کر کے اس سے استفادہ کرتے تھے۔ایسے چند مشاہیر اہل علم کے نام یہ ہیں:

1۔ شیخ ابو حفص ربیع بن صبیح بصری صاحب الحن (مدفون گجو ٹھٹھہ)

2۔ شیخ ابو موسیٰ اسرائیل بن موسیٰ بصری صاحب الحسن

3۔ شیخ ابو اسحاق ابراہیم بن مالک بغدای

4۔ شیخ ابو بکر محمد بن معاویہ

5۔ شیخ ابن الاحمر اندلسی قرطبی

6۔ شیخ ابو احمد خلف بن احمد سنجری بخاری

7۔ شیخ ابو محمد عبد القوی بن محمد عبدی اندلسی

8۔ شیخ ابو الحسن بن احمد بن حُنین مصری

9۔ شیخ ابو سعد محمد بن حسن حومی مکی

10۔ شیخ ابو عبداللہ محمد بن ابو الفرج مغربی

11۔ شیخ الاسلام ابو عثمان اسمٰعیل بن عبداللہ صابونی

12۔ شیخ حسین بن منصور حلاج (متوفی 309ھ)

13۔ شیخ ملک التحاہ حسن بن صافی بغدادی

14۔ شیخ ابو حسن سعد الخیر بن محمد بن سہیل انصاری اندلسی

15۔ حافظ ابو حسن عبد الغافر بن اسمٰعیل نیشاپوری وغیرہ

دوسری صدی کے شروع میں عالم اسلام میں احادیث کی ''فقہی ترتیب'' پر تدوین ہوئی بقول رامہر مزی، بصرہ میں سب سے پہلے امام ربیع بن صبیح نے (حدیث پر) کتاب لکھی اور امام بخاری اور حافظ ابن حجر وغیرہ کی تصریح کے مطابق ان کا وصال سندھ میں ہوا۔

(قاضی اطہر مبارکپوری، روزنامہ جنگ کراچی 22 جنوری 1992ء 16 میگزین)

قال زین:

خوشا مسجد و مدرسہ خانقاہے
کہ دردے بُود قیل وقال محمد ﷺ

منصورہ کس طرف واقع ہے؟ حیدرآباد سے سانگھڑ جانے والی نیشنل ہائے وے پر واقع ہے اور بورڈ سرراہ نصب ہے، جس سے اس کی نشاندھی ہوتی ہے۔ بوقان سندھ میں عظمتوں والا اور بلند اقبال شہر تھا، جہاں سے لوگوں نے کسب فیض کیا لیکن اب موجود نہیں یا تو مٹ چکا ہے یا پھر کسی دوسرے نام سے موجود ہو، اس کے وقوع کا بھی کسی کو علم نہیں ہوسکا۔

علم دین فقہ است قرآن و حدیث
ہر کہ خواند غیر ازیں گردد خبیث

امام ربیع بن صبیح بصری تبع تابعی ہیں، آپ امام حسن بصری کے شاگردوں میں سے ہیں اور حضرت سفیان ثوری، حضرت عبداللہ بن مبارک اور حضرت عاصم بن علی ابن مہری وغیرہ آپ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ 161ھ میں آپ کی شہادت ہوئی اور آپ کا مزار شریف گجو گوٹھ کے شمال میں ہے اور گجو کراچی تا ٹھٹھہ شاہراہ پر ہے۔ مقامی لوگوں کے یہاں آپ ''حاجی ترابی'' کے نام سے شہرت رکھتے ہیں اور آپ کا مزار شریف مرجع خلائق، فیض بانٹ رہے ہیں، آپ کے مزار پر جلال غالب ہے، کثرت سے حاضری دینے والا محروم نہیں رہے گا۔

عجب نہیں کہ مسلمان کو پھر عطا کردیں
شکوہ سنجر و فقرِ جنید و بسطامی

حضرت عبدالرحمٰن بن ابوزید بیلمانی تھے، جن کا تعلق سندھ اور گجرات کے درمیان ساحلی علاقہ بیلمان سے تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن نے قبول اسلام کے بعد بہت سے صحابہ کرام سے علم حاصل کیا۔ وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شخصیت سے بہت زیادہ متاثر تھے۔ انہیں بہت سے جلیل القدر اصحاب کرام مثلاً، حضرت عثمان، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص، حضرت سعید بن زید، حضرت معاویہ، حضرت عمرو بن اوس اور حضرت عمرو بن عبس رضی اللہ عنھم وغیرہ سے روایت حدیث کا شرف حاصل ہوا، اس کے علاوہ انہوں نے بہت جلیل القدر تابعین سے بھی اکتساب علم کیا۔

(ابن سعد ج 5، العقد الثمین فی فتوح الھند 218 مطبوعہ بمبئی 1968ء)

حضرت عبدالرحمٰن سندھی، صحابی رسول حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے۔ ان کا تذکرہ امام بخاری کی کتاب ''تاریخ کبیر'' (جلد 2 ص 295) میں ملتا ہے۔

(برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش، ص 105 محمد اسحاق بھٹی ادارہ ثقافت اسلامیہ 1973ء)

آٹھویں صدی عیسوی میں ایک عظیم محدث و محقق ابو جعفر بصری سندھ میں اشاعت اسلام کی غرض سے تشریف لائے۔ آپ کا وصال 160ھ میں یہیں سندھ میں ہوا۔ (ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں 318)

جبکہ اسلام کے پہلے مبلغ صحابہ کرام تھے، عہد رسالت میں سب سے پہلے سندھ میں وہی تبلیغ اسلام کے لئے تشریف لائے تھے۔ محدث بصری سے پہلے حضرت عبداللہ شاہ غازی جام شہادت نوش کر چکے تھے اور سندھ میں بڑا اثر و رسوخ رکھتے تھے۔

فقہ کے چاروں اماموں کی اہل بیت سے عقیدت

امام اعظم ابوحنیفہ تابعی رضی اللہ عنہ نے عباسی حکومت کا ظلم و ستم بچشم خود دیکھا تھا۔ سلاطین بنی امیہ کی قبروں کو اکھڑوا کر ان کی ہڈیوں کو جلانا اور خاندان نبوت (سادات) کی تباہی اور دیگر جور و ستم آپ کے پیش نظر تھے۔ لھٰذا امام اعظم کے نزدیک منصور خلافت کے لائق نہیں تھا۔ امام صاحب نے دیگر علمائے اہل سنت کی طرح خاندان سادات میں سے حضرت سید زید بن امام علی زین العابدین بن امام حسین کی اعانت کا فتویٰ دیا۔

جب 145ھ میں حضرت سید محمد نفس زکیہ نے مدینہ منورہ سے علم جہاد بلند کیا تھا تو علمائے اہل سنت حتیٰ کہ فقہ مالکیہ کے بانی امام مالک نے فتویٰ دیا تھا کہ نفسِ زکیہ کا دعویٰ خلافت حق ہے۔

سید محمد نفس زکیہ کے بعد ان کے بھائی حضرت سید ابراہیم بن سید عبد اللہ المحض بن سید حسن مثنیٰ بن سیدنا حسن مجتبیٰ نے خلافت کا دعویٰ کیا۔ امام ابوحنیفہ اور دیگر علمائے اہل سنت نے اہل بیت کے اس دعویٰ کے تائید و حمایت کی۔

حضرت سید زید بن علی زین العابدین نے جب ہشام بن عبد الملک کے خلاف 121ھ میں علم جہاد بلند کیا تو حضرت امام ابوحنیفہ نے آپ کی تائید کی اور آپ کے خلیفہ برحق ہونے کا اعلان کر دیا۔ آپ کی خدمت میں دس ہزار درہم بطور اعانت ارسال کئے اور سلاطین بنی امیہ کے ساتھ ہر طرح سے قطع تعلق کر لیا، اپنی محافل درس و وعظ میں ان پر شدید تنقید شروع کر دی۔ ابن ہبیرہ کوفہ کا گورنر تھا

۔عراق پر فتنہ فساد کی آگ بھڑک اٹھی تو اس پر قابو پانے کے لئے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کو تمام وزراء کا نگراں مقرر کیا اور حکم دیا کہ ''گورنر ہاؤس'' سے جو فرمان جاری ہو جب تک اس پر امام صاحب مہر نہ لگائیں وہ قابل قبول نہ ہوگا۔ آپ نے اس عہدے کو قبول کرنے سے انکار کر دیا، لوگوں نے ڈرایا، سمجھایا کہ ابن ہبیرہ بڑا ظالم آدمی ہے، اس کی حکم عدولی کے نتائج بڑے خطرناک ثابت ہوں گے۔ اس پر امام ابوحنیفہ نے اپنے ناصحوں کو جواب میں فرمایا:

''اگر وہ اتنا چاہے کہ میں اس کے لئے ''واسطہ'' کی مسجد کے دروازے شمار کر دوں تو میں یہ بھی کرنے کو تیار نہیں ہوں، چہ جائیکہ وہ مجھ سے یہ تعلق رکھے کہ کسی کے قتل کا پروانہ وہ جاری کرے اور مہر میں لگاؤں، اللہ کی قسم! میں اس چیز کو قبول کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں۔''

حکم کی خلاف ورزی کے باعث آپ کو قید کر دیا گیا۔ ہر روز آپ کو کوڑے لگائے جاتے اور اذیت دی جاتی لیکن آپ کی استقامت اور ثابت قدمی میں ذرہ برابر فرق نہ آیا۔ آپ نے اہل بیت کے دشمن اور حضرت سید زید رضی اللہ عنہ کے قاتل ہشام کے گورنر کے سامنے گھٹنے ٹیکنے سے انکار کر دیا۔

جب عباسی حکومت قائم ہوئی تو امام ابوحنیفہ کے مراسم عباسی حکمرانوں کے ساتھ بڑے دوستانہ اور مخلصانہ تھے، حکمران بھی آپکی دل سے عزت کرتے تھے لیکن جب منصور نے حضرات سادات کرام کے ساتھ زیادتی کرنا شروع کر دی تو آپ اس کے مخالف ہو گئے اور اس نے امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے پوتے اور اپنے استاد مشفق حضرت سید عبداللہ المحض بن امام حسن مثنیٰ کے نور نظر حضرت امام سید محمد نفس زکیہ اور ان کے بھائی سید ابراہیم سے لڑائی شروع کی تو آپ نے ہر قسم

کی مصلحت کو پس پشت ڈال دیا اور کھل کر عباسی حکومت (جیسی وسیع و عریض حکومت) کی مخالفت کی۔ منصور بادشاہ جس نے معمولی سے شبہ پر ابو مسلم خراسانی جیسے بہادر و مشہور جرنیل کو قتل کرا دیا تھا، اس کے غیض و غضب کی بھی حضرت امام اعظم نے پرواہ نہ کی۔ منصور نے آپ کو ہر حیلہ سے اپنی روش ترک کرنے پر مجبور کیا لیکن جب آپ باز نہ آئے، تو آپ کو (بغداد کی) جیل میں ڈال دیا، ہر روز آپ کو دس کوڑے لگائے جاتے تھے لیکن آپ نے اپنی روش نہ بدلی اور اس پیرانہ سالی میں راہ محبت میں ہر قسم کی سختیوں کو خوشی سے برداشت کیا، یہاں تک کہ آپ نے قید خانے میں جام شہادت نوش کیا۔

بعض روایتوں میں آیا ہے کہ آپ کو زہر دیا گیا تھا۔ آپ نے جان دے دی لیکن اہل بیت کی محبت ترک نہیں کی اپنے نحیف و نزار بدن پر کوڑے کھائے لیکن دشمن اہل بیت کے سامنے سر نہیں جھکایا۔

یارب! میں ان کی آل کی حرمت پہ مرمٹوں
یوں عبد بے ثبات کو حاصل دوام ہو

(انوار امام اعظم ابو حنیفہ 49 کراچی)

2۔ فقہ شافعی کے امام، نبی اکرم ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے سیدنا محمد بن ادریس شافعی عباسی رضی اللہ عنہ، رسول اکرم ﷺ کی آل پاک سے شدید محبت کی بناء پر اس حال میں بغداد لے جائے گئے کہ وہ پابند سلاسل تھے۔

3۔ فقہ حنبلی کے بانی امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے کسی خاص بات کا علم نہیں ہے لیکن وہ کمال تقویٰ اور دقت نظر کے باوجود یزید کے کفر اور اس کے لعنت

کے جواز کے قائل تھے،اس کا سبب یہی تھا کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پاک سے کامل محبت رکھتے تھے۔ (گلستان اہل بیت 46)

سائلو! تم اسی کے در پر چلو
''اہل بیت'' جیسا نہیں کوئی سردار
اس کے جود وسخا کا کیا کہنا
صاحب حلم پیکر ایثار

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث مرفوع روایت کی ہے:

من ابغض اهل البيت فهو منافق (الصواعق المحرقہ)

یعنی جو اہل بیت سے بغض رکھے وہ منافق ہے۔

4۔ابن جریر نے فقہ مالکی کے بانی امام مالک رضی اللہ عنہ کی بابت لکھا ہے کہ انہوں نے حضرت محمد مہدی کی بیعت خلافت کا فتویٰ دیا (یعنی ان کی خلافت کو حق سمجھا) لوگوں نے ان سے کہا کہ ہم نے منصور عباسی کی بیعت کی ہوئی ہے۔ انہوں نے فرمایا: اس نے زبردستی بیعت لی ہوئی ہے اور زبردستی کوئی بیعت نہیں ہوتی چنانچہ امام مالک کے فتویٰ کی وجہ سے لوگوں نے اس کی (محمد مہدی کی) بیعت کی پھر امام مالک (کے لئے حکومت کی طرف سے ایسے حالات پیدا کئے گئے کہ انہوں) نے گھر کو لازم پکڑ لیا۔ (ابن کثیر 288)

عشق محبوب میں جو لوگ فنا ہوتے ہیں
اوڑھ لیتے ہیں وہ تسلیم و رضا کی چادر

علوی تحریک

نامعلوم مصنف نے نامعلوم قدیم کتاب میں اس واقعہ کے پس منظر پر روشنی ڈالی ہے، فقیر مِنْ وعَنْ نقل کرتا ہے:

خلافت کے بارے میں ''اہل بیت اور غیر اہل بیت'' کا نزاع وہ اہمیت اختیار کرچکا تھا کہ ''حق اہل بیت'' کا نعرہ لگا کر بنی عباس نے بنی اُمیہ کا تختہ الٹ دیا تھا۔ یہ نزاع دور بنی عباس میں بھی ختم نہ ہوا۔ کربلاء کے سانحہ عظیم کے بعد، حضرت حُسین کی اولاد نے کبھی اس تحریک میں حصہ نہ لیا اور وہ مدینہ میں ہمیشہ علم و ادب، فلسفہ وفقہ اور تبلیغ اسلام کی خدمات میں منہمک رہے جیسا کہ ہم عباسی تحریک کے سلسلہ میں پہلے بیان کرچکے ہیں۔ علوی تحریک ہمیشہ حضرت علی کی غیر فاطمی اولاد کے ہاتھ میں رہی۔ دور بنی عباس میں حضرت علی کے سب سے بڑے فرزند حضرت امام حسن کی اولاد کو پھر علوی تحریک کا علم اٹھانا پڑا اور اس طرح یہ تحریک حضرت علی کی فاطمی اولاد میں منتقل ہوگئی۔

آل حسن کا اس تحریک میں حصہ لینے کا سبب یہ تھا کہ بنی امیہ کی تباہی کے موقع پر مدینہ منورہ میں ایک میٹنگ منعقد ہوئی، جس میں امام حسین کی اولاد کے علاوہ سب بنی ہاشم نے شرکت کی۔ اس میٹنگ میں خود (عباسی خلیفہ) منصور بھی موجود تھا۔ اس اجلاس میں یہ طے پایا کہ بنی اُمیہ سے حکومت لینے کے بعد اھل بیت کے سب سے متقی اور پرہیز گار بزرگ سید محمد بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ بن امام حسن بن حضرت علی کے سپرد کردی جائے گی۔

حضرت سید محمد کو تقویٰ، زہد اور عبادت و ریاضت کی وجہ سے ''نفس زکیہ'' کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ خلافت حاصل کرنے کے بعد منصور کے دل و دماغ میں یہ عہد و پیمان کانٹے کی طرح چبھنے لگا۔ ادھر حضرت نفس زکیہ کو بھی منصور کی عہد شکنی اور اہل بیت کی حق تلفی پر سخت ملال تھا۔ منصور نے نفس زکیہ اور ان کے بھائی کو گرفتار کرانا چاہا مگر وہ بچ نکلے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے رہے۔ منصور نے ان کے تمام اہل خاندان کو گرفتار کرالیا اور ان پر طرح طرح کی سختیاں کیں، ان میں سے بعض افراد سختیوں کی تاب نہ لاتے ہوئے مر گئے۔ اب حضرت نفس زکیہ کو میدان میں آنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کیونکہ عباسی فوجی دستے چپے چپے پر ان (مظلوم اہل بیت) کی تلاش میں سرگرم تھے۔ حضرت نفس زکیہ نے خود مدینہ منورہ میں خروج کیا اور بھائی حضرت ابراہیم کو بصرہ روانہ کیا۔ منصوبہ یہ بنایا گیا کہ ایک بھائی مدینہ منورہ میں اور ایک بھائی بصرہ میں ایک ساتھ خروج کریں (نکلیں گے) مگر اہل خاندان پر انتہائی سختیاں دیکھ کر اور عباسیوں کے تعاقب سے تنگ آ کر نفس زکیہ کو مدینہ میں پہلے خروج کرنا پڑا۔ مدینہ پر نفس زکیہ کا قبضہ ہوگیا اور والی مدینہ گرفتار ہوگیا۔ تھوڑے ہی عرصے میں حجاز اور یمن نے نفس زکیہ (پاکیزہ نفس) کو خلیفہ تسلیم کرلیا۔ خلیفہ منصور عباسی کو خطرہ لاحق ہوا اور اس نے نفس زکیہ کو پیغام بھیجا کہ وہ جہاں چاہیں رہیں ان کو امان دے دی گئی ہے اور ساتھ ہی وظیفے کا بھی وعدہ کیا لیکن نفس زکیہ نے جواب دیا:

تم مجھ سے پہلے ابو مسلم خراسانی اور عبداللہ بن علی کو بھی امان دے چکے ہو اور میں جانتا ہوں کہ ان کا حشر کیا ہوا؟ (صفحہ 258)

اس جواب سے برہم ہو کر منصور نے اپنے بھتیجے عیسیٰ عباسی کو چار ہزار سوار اور دو ہزار پیدل فوج کے ساتھ روانہ کیا۔ اور محمد بن قحطبہ کو ایک بھاری فوج کے ساتھ اس کی مدد کے لئے عقب سے بھیجا۔ جب عیسیٰ مدینہ منورہ کے قریب پہنچا تو بعض علوی بھی اس کے ساتھ مل گئے۔ اس دوران میں نفس زکیہ نے مدینہ منورہ کے دفاع کے انتظامات مکمل کر لئے۔ انہوں نے وہ خندق جو آنحضرت ﷺ نے جنگ احزاب کے موقع پر کھدوائی تھی، دوبارہ صاف کرائی۔

عباسی فوج نے آتے ہی شہر کا محاصرہ کر لیا۔ اہل شہر کی تنگی کو مدنظر رکھتے ہوئے نفس زکیہ نے اعلان کر دیا کہ جو آدمی ان کا ساتھ چھوڑنا چاہیں انہیں اجازت ہے، اس پر بہت سے لوگ شہر سے نکل گئے۔ آخر کار 15 رمضان المبارک 145ھ کو دونوں لشکر آمنے سامنے آئے۔ حضرت نفس زکیہ بڑی بہادری سے لڑے لیکن ان کی فوج کی تعداد بہت کم رہ گئی تھی۔ آخر میں صرف تین سو آدمی ان کے ساتھ رہ گئے۔ مگر وہ اس ثابت قدمی سے لڑے کہ وہ سب کے سب میدان میں کام آئے۔

حضرت نفس زکیہ، محمد بن قحطبہ کے ہاتھوں (بھوکے، پیاسے، روزے میں) شہید ہوئے اور ان کا سر قلم کر کے منصور کے پاس (بغداد) بھیج دیا گیا۔

(تاریخ اسلام 403 صاحبزادہ عبدالرسول مطبوعہ ایم۔ آر، برادرز لاہور 1959ء)

بنو امیہ نے حضرت امام حسین کا خاندان اُجاڑا اور بنو عباس نے سیدنا امام حسن کا چمن اُجاڑا، اس طرح خاندان نبوت کو سخت مصیبتوں سے گزرنا پڑا۔

جو لوگ حضرت سیدنا عبداللہ شاہ غازی کو شیعہ فرقے سے ثابت کرنے کی

کوشش کرتے ہیں ان کو اس واقعے میں شیعیت کدھر نظر آ رہی ہے۔ اہل بیت فقط اہل سنت کے امام و پیشوا ہیں۔

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا

جس گورنر سندھ کو عبدالحلیم شرر نے ''شیعہ'' لکھا ہے اس کا نام مورخین نے اِس طرح لکھا ہے:

سندھ کا گورنر عمر بن حفص بن عثمان بن قبیصہ بن ابی صفرہ ملقب بہ ہزار مرد تھا

(تاریخ اسلام 262 اکبر خان نجیب آبادی)

کیا آج کے شیعہ اس طرح کے اسماء عمر، عثمان رکھتے ہیں؟ نہیں قطعاً نہیں تو پھر تاریخ میں من مانی کیوں کی جا رہی ہے؟

یاد رہے علوی تحریک شیعیت کی نہیں، حق کی تحریک تھی اور فاطمی مصری تحریک شیعہ تحریک تھی، دونوں میں حق و باطل کا فرق واضح ہے۔

نبی پاک کی اولاد کو شہادتیں دینے والے اور نہیں تھے، نام نہاد اُمتی ہی تھے۔

آپ کی محبت میں جس نے جاں گنوائی ہے
اپنی جاں کے بدلے اُس نے خُلد پائی ہے

سیدنا امام زید اور سیدنا نفسِ زکیہ کی روئداد زندگی

مفاہمت نہ سکھا، جبر ناروا سے مجھے
میں سربکف ہوں، لڑا دے بلا سے مجھے

محبوب رب العلیٰ، حبیب کبریا، سید الانبیاء والمرسلین ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ اَبْغَضَ اَھْلَ الْبَیْتِ فَھُوَ مُنَافِقٌ.

اس حدیث مرفوع کو امام احمد بن حنبل نے روایت کیا:

ترجمہ: جو اہل بیت سے بغض رکھے، وہ منافق ہے۔

سیدنا امام زید رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں (ہشام بن عبدالملک کے عہد میں) کوفہ میں اہل باطل سے ٹکر لی۔

(مقالات الاسلامین، امام ابوالحسن اشعری ج اول 153)

امام زید کو حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے تیس ہزار درھم بطور نذرانہ پیش کئے تھے اور بطور مرید خاص انکی مریدی کا اعلان بھی کیا تھا۔

(نور الابصار، مترجم علامہ غلام رسول رضوی، فیصل آبادی، شارح بخاری)

سید نفس زکیہ رضی اللہ عنہ کی روداد زندگی بھی اسی سے ملتی جلتی ہے جو ابو منصور جعفر عباسی کے مقابلے میں نبرد آزما ہوئے اور جن سے ارادت کا تعلق امام مالک نے بنایا تھا اور عملاً ساتھ دیکر جیلیں کاٹیں۔ (مقالات الاسلامین)

امام عبدالقاہر بن طاہر تمیمی بغدادی (متوفی 429ھ) جو کہ اشعری مذہب کے بہت سخت گیر وکیل ہیں نے ''اصول الدین'' کتاب میں واضح کردیا ہے کہ حضرت

امام زید بن علی رضی اللہ عنہ اہل سنت کے ایک گرم جوش وسخت کوش متکلم ہیں، جنہوں نے مشکل ترین حالات میں سے گزرتے ہوئے بھی اہل سنت کا دفاع کیا، اہل باطل کی سرکوبی کی اوران کی (قدریہ فرقے کی) تردید میں دندان شکن کتاب لکھی۔

سیدنا امام زید بن امام علی زین العابدین بن امام حسین شہید کربلا بن سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم متعلق ائمہ اہل بیت کس قدر اپنی عقیدے کا اظہار فرماتے ہیں:

حضرت امام جعفر صادق اور حضرت سیدنا محمد نفس زکیہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا گیا کہ رافضی (شیعہ) آپ کے چچا جناب سیدنا زید بن علی رضی اللہ عنہ سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں تو امام جعفر صادق اور سید محمد نفس زکیہ نے فرمایا:

جو شخص ہمارے چچا سے بیزار ہے، اس سے اللہ تعالیٰ بیزار ہے۔ اللہ کی قسم !وہ ہم سب آل محمد میں سے سب سے زیادہ قرآن کا عالم ہے اور ہم سب سے زیادہ دین کا جاننے والا (فقیہ) ہے اور ہم سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والا ہے۔ اللہ کی قسم! ہم میں اس کی مانند کسی نے دنیا کو آخرت کیلئے نہیں چھوڑا۔

(تھذیب الکمال فی اسماء الرجال امام جمال الدین مزی۔ نور الابصار شیخ مومن بن حسن مصری مترجم علامہ غلام رسول رضوی فیصل آبادی)

(ج دوم صفحہ 201، زبدۃ التحقیق 280)

علامہ ابن عماد حنبلی (متوفی 1089ھ) نے سیدنا زید بن علی کے حالات لکھتے وقت لکھا ہے کہ جب آپ نے علم جہاد بلند کیا اور اپنی اطاعت کی دعوت دی تو ایک گروہ آیا انہوں نے آکر کہا: شیخین (حضرت ابو بکر وحضرت عمر) پر تبرا کرو تو ہم تمہارے ساتھ بیعت کریں، جس سے اطاعت کا آغاز ہو جائے گا۔ حضرت سیدنا زید نے فرمایا:

اس پر تبرا کرتا ہوں جو انہیں تبرا کرتا ہے، تو انہوں نے کہا: ہم آپ کو چھوڑ تے ہیں (یعنی پیروی نہیں کرینگے) اُس دن سے ان (شیعہ) کا نام رافضی پڑ گیا۔

(شذرات الذھب 158)

اگلے صفحہ پر علامہ ابن عماد لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے تیس ہزار درہم بھیجے اور لوگوں کو ان کی حمایت کیلئے (بھر پور طریقے سے) قائل کیا۔ امام ابو حنیفہ خود بیمار تھے اور انہوں نے زیادہ تر علم انہی (امام زید) سے پڑھا تھا اور ان کے اپنے گھر والوں میں سے سید محمد نفس زکیہ اور سید عبداللہ بن علی بن حسین رضی اللہ عنھم بھی ساتھ آئے۔ (ایضاً زبدۃ التحقیق 282)

امام سید زید بن علی رضی اللہ عنہ کی اطاعت میں سید محمد نفس زکیہ اور سید ابراہیم نکلے۔ امام ابو حنیفہ کی بیعت سید زید بن علی سے تھی اور امام ابو حنیفہ عقیدہ میں متفق نہ ہوتے تو کبھی بیعت نہ کرتے چونکہ پڑھا ہی ان ہی سے تھا لھٰذا ان کے عقیدہ سے پوری طرح متفق تھے اور امام مالک کی بیعت سید محمد نفس زکیہ سے تھی جن کی سید زید بن علی سے بیعت تھی، اب ظاہر ہے کہ امام مالک کی عقیدہ میں جناب سید نفس زکیہ سے موافقت نہ ہوتی تو وہ کبھی ان سے بیعت نہ کرتے اور قید و بند کی صعوبتیں بھی نہ سہتے۔

امام ابو حنیفہ نے پہلے زید بن علی کیلئے تکالیف سہیں پھر سید محمد نفس زکیہ کیلئے مصائب و مشکلات کا مقابلہ کیا۔ آخر میں سید ابراہیم برادر نفس زکیہ کے لئے بھی تکالیف اٹھائیں اور ان کا بھر پور ساتھ دیا۔

علامہ ابن عماد حنبلی رقمطراز ہے:

سید ابراہیم کے ساتھ بہت سارے قُراء و علماء شریک جہاد ہوئے، ان میں سے

ہشم، ابو خالد الاحمر عیسیٰ بن یونس، عباد بن العوام، یزید بن ہارون اور امام ابو حنیفہ تھے اور ان کے بارے میں کھلم کھلا تبلیغ فرماتے تھے اور لوگوں کو ان کے ساتھ شریک جہاد ہونے کی ترغیب دیتے تھے جیسا کہ امام مالک ان کے (سید ابراہیم کے) بھائی سید محمد نفس زکیہ کے ساتھ شریک جہاد ہونے پر لوگوں کو آمادہ کرتے تھے۔

ابو اسحٰق الفراری نے امام ابو حنیفہ سے کہا کہ تم خدا سے نہیں ڈرتے جبکہ آپ نے میرے بھائی کو سید ابراہیم کے ساتھ شریک کارزار ہونے پر آمادہ کیا تو وہ قتل ہو گیا؟

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کی حیثیت تو ایسی ہے جیسا کہ وہ بدر شریف میں شہید ہوا ہو۔

شعبہ نے کہا: اللہ کی قسم! میرے نزدیک تو یہ (سید ابراہیم کی جنگ تو) چھوٹے بدر کی مانند ہے یعنی بدر صغریٰ ہے۔

(شذرات الذہب 213-1)

"تفضیل علی" کا عقیدہ خاندان عباسیہ میں اس وقت تک زندہ رہا جب تک وہ خود خلافت کے غاصب نہیں ہوئے۔

علامہ ابن عماد حنبلی نے لکھا ہے:

منصور اور ابو العباس سفاح (دونوں) خلافت بنی اُمیّہ کے دور میں اسی سید محمد نفس زکیہ (بن سید عبداللہ المحض) کی طرف دعوت دیا کرتے تھے۔

(شذرات الذہب 213ھ)

یعنی سید نفس زکیہ رضی اللہ عنہم کی بیعت سید زید بن علی کے ساتھ تھی اور انہی کی طرف یہ بھی دعوت دیا کرتے تھے، جس سے صاف ظاہر ہے کہ "تفضیل علی" کے داعی تھے کیونکہ نظام دعوت یہ تھا کہ پہلے بیعت کرتے اور عقیدہ و عمل میں مطابقت کا

اعلان کرتے، بعد میں کسی کی طرف دعوت دیا کرتے۔ منصور والعباس سفاح عباسی کی سید نفس زکیہ کے ساتھ بیعت تھی۔ اس وجہ سے وہ سید نفس زکیہ کی طرف لوگوں کو دعوت دیا کرتے تھے۔ بعد میں جب انقلاب آیا تو خلافت انہوں نے غصب کر لی۔ امام ابو حنیفہ اور امام مالک کو عباسیہ سے بھی یہی اختلاف تھا کہ ہم نے اہل بیت رسول اللہ ﷺ (اولاد فاطمہ) کیلئے جنگ لڑی ہے اور انقلاب آنے پر تم نے اولاد رسول ﷺ سے دھوکہ کیا۔ اس لئے ان دونوں اہل سنت کے اماموں نے پہلے سید زید بن علی بن حسین شہید کربلا کی برملا معاونت کی اور جانی مالی دونوں خدمات پیش کیں۔ پھر سید محمد نفس زکیہ بن سید عبداللہ المحض کی اِعانت کی پھر نفس زکیہ کے بھائی سید ابراہیم کی امداد کی۔ ان دونوں بزرگوں نے ائمہ اہل بیت کے علم جہاد کو اور بلند کیا، بیعت بھی کی اور حق بجانب بھی قرار دیا اور ان کی وفا کے سلسلے میں قید و بند کی دشواریاں بھی قبول کیں، بازو بھی کٹوائے، جیل میں توہین بھی قبول کی، مگر حب اہل بیت میں بال برابر فرق نہ لائے اور اہل سنت پر سنیت کا راز فاش کر دیا اور جھوٹی سنیت کے جھوٹے دعویداروں کا قیامت تک کیلئے ان کا گریبان چاک کر دیا۔ یہی دو شخصیتیں صحرائے سنیت کی گویا کہ پہلی صحرا نورد ہیں اور سنیت کے بعد میں آنے والے دو امام، امام شافعی، امام احمد بن حنبل انہی کے خرمن سنیّت کے خوشہ چین ہیں۔ بعد میں آنے والے شواہد اس امر کی صرف غمازی ہی نہیں کریں گے، بلکہ کچا چٹھہ بھی پیش کریں گے۔ (زبدہ التحقیق 288 طبع سوم)

ہوتا ہے کوہ و دشت میں پیدا کبھی کبھی
وہ مرد جس کا فقر خزف کو کرے نگیں
(اقبال)

عباسی خلیفہ منصور کی اہل بیت کے خلاف گستاخیاں

عباسی حکمران منصور (متوفی 158ھ) نے حضرت نفس زکیہ کو جو طویل خط لکھا ہے، اس میں سے بعض اہم باتیں یہ ہیں:

1۔ ابو طالب اسلام نہ لائے کافر ہے۔

2۔ تم نے دوزخیوں کے ذریعہ فخر کیا۔

3۔ امام حسن امام حسین آپ ﷺ کے بیٹے نہیں نواسے ہیں۔

4۔ اس لئے وہ حضرات آپ ﷺ کے وارث نہیں۔

5۔ امام حسن مجتبیٰ نے چند کپڑے اور درہم کے عوض اسے (خلافت کو) فروخت کر دیا۔

6۔ بنو اُمیہ، کفار کی طرح نمازوں میں اہل بیت پر لعنت کیا کرتے تھے۔

7۔ عباسیہ خاندان کی خاندان فاطمہ پر برتری بتائی ہے۔

(تاریخ ابن کثیر 288 حصہ دہم)

دیکھئے اہل بیت کی شان میں آیات الٰھیہ اور احادیث نبویہ کا ذخیرہ منصور کو نظر نہیں آیا۔ مولائے کائنات، سیدہ کائنات، امامین کریمین حسنین کے فضائل میں پاک پیغمبر ﷺ کے ارشادات فرامین کثیرہ سے صرف نظر کر کے بغض اہل بیت کا ثبوت دیا۔ سب سے پہلے مماثلت کا جنون پیدا ہوتا ہے، پھر بغض ونفرت اور کینہ پرورش پاتا ہے، پھر قتال آسان ہو جاتا ہے۔ بنو امیہ اور بنو عباس کے حکمرانوں نے ذہنوں میں ٹھان لی تھی کہ سادات کو کسی بھی صورت میں برداشت نہیں کیا جائے گا، گویا کہ ان کو اس زمین پر باوقار زندگی گزارنے کا حق ہی حاصل

نہیں۔ جب بھی سادات میں سے کوئی اٹھ کر ان ایوانوں کو للکارتا کہ حکومت کا حق ہمارا ہے، ہم ہی عدل وانصاف فراہم کر کے اس زمین کو امن کا گہوارہ بنادیں گے، تو ظالم وغاصب حکمران حق کی آواز کو بند کرنے کیلئے عسکری قوت کو میدان میں اتار کر نخلستان سیدہ کے پھولوں کو ملیا میٹ کر دیتے۔

جبکہ (حضور کے چچا) عباسیوں کے جدامجد حضرت عباس بن ابی طالب رضی اللہ عنہما ''خاندان نبوت'' سے بڑی محبت فرمایا کرتے تھے کیونکہ اہل بیت کی شان میں قرآن کو اُترتے دیکھا تھا۔

محدث کبیر حافظ ابوبکر احمد بن علی الخطیب بغدادی (متوفی 463ھ) اپنی مشہور کتاب ''تاریخ بغداد'' میں مولائے کائنات متعلق لکھا ہے: رہی بات حضرت عباس کی سو وہ وفات پا گئے جبکہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بہت چاہتے تھے اور ان کو سب پر فوقیت وبرتری دیتے تھے۔

(تاریخ بغداد 292 ج 9 بحوالہ زبدۃ التحقیق 252)

بربریت ومظالم کا ایک اور واقعہ سماعت فرمائیے:

راوی محمد بن عمر بیان کرتے ہیں: میں نے سیدنا عبداللہ المحض بن سیدنا حسن مثنیٰ اور ان کے اہل خانہ (اہل بیت) کو اس حال میں دیکھا کہ وہ عصر کے وقت مروان کے گھر سے باہر نکلتے تھے اور وہ سب زنجیروں میں جکڑے ہوتے تھے۔ ان کو ایسے کجاوؤں میں بٹھایا جاتا تھا، جس کے نیچے کوئی نرم چیز نہ ہوتی تھی۔

(طبقات ابن سعد، 338 ج پنجم)

یہ سر کٹ کر پائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوٹا تا جائے
اِسے اگر موت کہتے ہیں تو ایسی موت آجائے

عکسِ حیاتِ غازی

ساحل کنارے شہر کراچی کی اکلوتی پہاڑی پر خوبصورت جامع مسجد کے ساتھ دلہن کی طرح سجی ہوئی آراستہ، دلکش و دلربا دربار حضرت عبداللہ شاہ غازی حسنی کی ہے جو کہ کروڑوں مسلمانوں کی عقیدتوں کا مرکز ہے۔ اس لئے ہر آدمی ان کی آگاہی چاہتا ہے۔

نام و نسب:

آپ کی ولادت باسعادت 98ھ یعنی پہلی صدی ہجری کے آخر میں مدینہ منورہ (حجاز مقدس) میں ہوئی۔ یہ وہ دور تھا جب بنوامیہ کی حکومت آخری سانس لے رہی تھی اور عرب وعجم انتشار کا شکار تھا۔

اسم گرامی سید عبداللہ، کنیت ابومحمد اور لقب اَلْاَ شْتَــــرُ ہے۔ آپ کے ایک شہزادے کا نام سید محمد ہے اس لئے آپ کی کنیت ابومحمد ہوئی (یعنی محمد کے والد)۔ الاشتر بروزن الاکبر ہے، ایسے شخص کو کہتے ہیں جس کے پپوٹے اس کی آنکھوں پر جھکے ہوئے ہوں۔ (لعل شہباز قلندر 147)

آپ سید ابومحمد عبداللہ الاشتر، حضرت سید محمد المہدی ذوالنفس زکیہ کے شہزادے، حضرت سید عبداللہ المحض کے پوتے ہیں اور پانچویں پشت میں امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین، امام المشارق والمغارب، اسد اللہ الغالب، مولائے کائنات، پیشوائے اولیائے کاملین سیدنا علی المرتضیٰ شاہ رضی اللہ عنہ سے ملتے

ہیں۔آپ کا نسب نامہ درج ذیل ہے:

سید ابو محمد عبداللہ الاشتر بن سید محمد المھدی ذوالنفس الذکیہ بن سید عبداللہ المحض بن سید حسن مثنیٰ بن حضرت سیدنا امام حسن بن سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنھم

(طبقات ابن سعد 336 ج پنجم)

حضرت امام حسن المجتبیٰ کے شہزادے حضرت سیدنا حسن مثنیٰ کی شادی حضرت سیدنا امام حسین شہید کربلا کی شہزادی حضرت سیدہ فاطمہ صغریٰ سے ہوئی۔

اس طرح حضرت عبداللہ شاہ غازی دونوں اماموں کی اولاد کی اولاد سے حسنی وحسینی سید ہیں۔سبحان اللہ!

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا

یادرہے: حضرت سیدنا حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہ بھی اپنے تین بھائیوں کے ساتھ سانحہ کربلا میں اپنے چچا سیدنا امام حسینؑ پر نثار ہونے کے لئے موجود تھے، خوب لڑے، لیکن شدید زخمی ہو گئے، بعد میں علاج سے ٹھیک ہو گئے تھے، یہ امام حسین پاک کے داماد بھی تھے۔

(امام حسن اور خلافت راشدہ، ص 56)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آل اُمت کیلئے ہے، نجات و رُستگاری کا سفینہ
اِفادہ بخش ہے اُس سے تعلق، ہے کارآمد بڑا اُس کا وسیلہ

(طارق)

شجرہ نسب پاک

آب تطہیر سے جس میں پودے جمے
اُس ریاض نجابت پہ لاکھوں سلام

محبوب رب العالمین سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا

سیدنا امام حسن مجتبیٰ — سیدنا امام حُسین شہید کربلا

1: سیدنا زید 2: سیدنا حسن مثنیٰ 3: سیدنا حسین الاثرم 4: سیدنا عمر

علی ہجویری داتا — سیدنا عبداللہ المحض تابعی

1: سیدنا عبداللہ 2: سیدنا محمد المھدی نفس زکیہ 3: سیدنا ابراہیم
4: سیدنا موسیٰ الجون

سیدنا عبداللہ الاشتر رضی اللہ عنہم

(البدایہ والنھایہ حصہ دھم ج5 296 حافظ ابن کثیر 774ھ)

وہ حسن مجتبیٰ سید الاسخیا
راکب دوش عزّت پہ لاکھوں سلام

حافظ ابن کثیر نے حضرت سید عبداللہ المحض رضی اللہ عنہ کو تابعین میں شمار کیا ہے۔(ایضاً)

نسب نامہ غوث پاک

خون خیر الرسل سے ہے جن کا خمیر
انکی بے لوث طینت پہ لاکھوں سلام

آپ کا نسب نامہ حسب ذیل ہے:

☆شیخ محی الدین ابو محمد سید عبدالقادر جیلانی بن (561ھ)
☆ابی صالح جنگی دوست موسیٰ بن
☆سید ابی عبداللہ یحییٰ زاہد بن
☆سید محمد بن
☆سید داؤد بن
☆سید موسیٰ بن
☆سید عبداللہ بن
☆سید موسیٰ الجون بن
☆سید عبداللہ المحض بن
☆سید حسن مثنیٰ بن

☆سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنھم

(قلائد الجواھر 5 مطبوعہ لاہور 1955ء)

یعنی حضرت سیدنا عبداللہ المحض رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ شاہ غازی کے جدا مجد ہیں اور سرکار غوث اعظم ان کی آٹھویں پشت میں سے ہیں۔

معلوم ہوا کہ دونوں بزرگ حسنی اور حسینی سید ہیں اور دونوں کے جد اعلیٰ ایک ہی ہیں، اسی طرح لاہور کے بزرگ حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش قدس سرہ (465ھ) بھی حسنی سید ہیں۔

آپ کا سلسلہ نسب یوں ہے:

سید علی ہجویری بن سید عثمان بن سید علی بن سید عبدالرحمٰن بن سید عبدالرحمٰن (شاہ شجاع) بن سید ابوالحسن علی بن سید حسن اصغر بن حضرت سید زید بن حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنھم۔ (سرتاج الاولیاء، ص 44)

یاد رہے قریب قیامت میں امام مہدی تشریف لائیں گے، وہ بھی حسنی سید ہوں گے۔

پار ہائے صحف غنچہائے قُدس
اہل بیت نُبوت پہ لاکھوں سلام

تعلیم و تربیت:

حضرت سیدنا عبداللہ شاہ غازی کی ولادت سے صرف تین سال پہلے امام سجاد سیدنا زین العابدین رضی اللہ عنہ نے وصال فرمایا۔

سیدنا باقر العلوم امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے وچھوڑے وقت غازی بابا سترہ

سال (17) کے جوان تھے۔ حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے غازی بابا عمر میں صرف پندرہ سال چھوٹے تھے۔ آپ سیدنا امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے عمر میں تیس (30) سال بڑے تھے۔ آپ کو سیدنا امام باقر رضی اللہ عنہ کی علمی و روحانی محفلوں میں حاضر ہونے اور علم و عرفان سے خوشہ چینی کا بھی زریں وقت میسر ہوا۔ اس کے علاوہ سیدنا امام جعفر صادق، اپنے دادا سیدنا عبداللہ المحض، اپنے والد محترم حضرت محمد المھدی ذوالنفس زکیہ، عم محترم سیدنا ابراھیم اور اس وقت کے مشاہیر تابعین، ائمہ اہل بیت، ائمہ تفسیر و حدیث و فقہ اور آفاقی و روحانی عرفانی شخصیتوں سے آپ نے علم حاصل کیا اور ان کی زیر تربیت رہے۔ آپ نے گنبد خضریٰ کے سایہ میں قرآن و حدیث کی تعلیم حاصل کی اور علوم دینیہ میں زبردست مہارت حاصل کی۔ آپ کا شمار مدینہ منورہ کے جید علماء میں ہوتا تھا۔ آپ نے جلیل القدر تابعین کی نہ صرف زیارت کی بلکہ ان سے فیض حاصل کیا اور اس طرح آپ تبع تابعی ہیں۔ (گلستان اہل بیت)

دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

آپ بھی سیدنا امام جعفر صادق (148ھ) کے شاگرد ہیں اور حضرت امام ابو حنیفہ تابعی رضی اللہ عنہ (150ھ) بھی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے فیض یاب ہیں، اس کے باوجود اہل بیت سادات نے فقہ میں امام ابوحنیفہ کی تقلید کی ہے یعنی فقھی مسائل میں فقہ حنفیہ پر عمل کیا ہے۔ سرکار غوث اعظم اور ان کی اولاد امجاد سبھی مقلد تھے، غوث پاک فقہ حنبلی پر جبکہ آپ کی اولاد کا فقہ حنفی پر عمل رہا ہے۔ ممکن ہے کہ غازی بابا بھی فقہ حنفی پر عمل کرتے ہوں کیونکہ اس زمانے میں فقہ حنفیہ کی دھوم تھی، خلافت عباسیہ

کی وسیع وعریض سلطنت میں فقہ حنفیہ پر عمل کیا جاتا تھا، عدالتوں کے قاضی فقہ حنفیہ پر ہی فیصلہ دیا کرتے تھے اور اہل بیت اور امام ابوحنیفہ کے آپس میں دیرینہ گہرے مراسم تھے۔ امام پاک کو خاندان نبوت سے عشق ومحبت بے مثال تھا۔ اِس سے بعید نہیں کہ حضور غازی بابا بھی فقہ حنفیہ پر عمل پیرا ہوں۔

☆ سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا سن وصال	18 محرم 75ھ جنت البقیع
☆ سیدنا امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کا سن وصال	7 ذی الحجہ 114ھ جنت البقیع
☆ سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا سن وصال	15 رجب 148ھ جنت البقیع
☆ سیدنا امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کا سن وصال	25 رجب 183ھ بغداد

(ماخوذ: مراٰۃ الاسرا، جلد اول)

☆ سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ عمر 46 سال	49ھ جنت البقیع
☆ سیدنا امام حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہ	جنت البقیع
☆ سیدنا عبداللہ المحض عمر 75 سال شہادت جیل میں 145ھ	جنت البقیع
☆ سیدنا محمد ذوالنفس زکیہ شہادت 14 رمضان المبارک 145ھ	جنت البقیع
☆ سیدنا عبداللہ شاہ غازی، شہادت 151ھ کراچی	

(البدایہ والنہایہ)

بیعت وخلافت: آپ اپنے والد ماجد حضرت سید محمد المہدی نفس زکیہ قُدس سرہ الاقدس جیسی علمی وروحانی ہستی سے بیعت وجانشین اور انہی سے فیض یافتہ تھے۔ اور وہ حضرت سیدنا امام زید بن علی زین العابدین رضی اللہ عنہ سے بیعت وخلافت رکھتے تھے۔

غازی بابا کی سندھ میں تشریف آوری

حضرت عبداللہ شاہ غازی کے والد ماجد و مرشد مربی حضرت سید محمد المھدی نفس زکیہ رضی اللہ عنہ نے عباسی گورنمنٹ کے خلاف خروج کیا اور اپنی خلافت کا اعلان کیا اور مدینہ منورہ کو دارلخلافہ قرار دیا۔ اپنی خلافت کو عام کرنے اور لوگوں سے بیعت لینے کیلئے اپنے چھوٹے بھائی حضرت سید ابراہیم بن سید عبداللہ المحض کو بصرہ (عراق) کی جانب روانہ کیا، اس عھد میں حضرت عبداللہ شاہ غازی خفیہ طور پر بصرہ سے سندھ کیلئے روانہ ہوئے۔

بعض مورخین کا کہنا ہے کہ آپ کے والد محترم نے آپ کو خاص طور پر سندھ میں ''دعوت خلافت'' کیلئے روانہ کیا تھا مگر قرائین بتاتے ہیں کہ حضرت عبداللہ غازی کو اس تحریک سے زیادہ تبلیغ اسلام کی فکر تھی، انہوں نے اپنے والد و مرشد کے حکم کی تعمیل کی اور سندھ کا کٹھن سفر اختیار کیا۔ دینداری، تقویٰ و پرہیز گاری، ذوق عبادت، شوق شب بیداری، شجاعت اور جذبہ تبلیغ ان کو قدرت کی طرف سے ودیعت کیا ہوا تھا۔

چونکہ اس زمانہ میں عباسی حکومت اور سادات کرام کے درمیان خلافت کے مسئلہ میں شدید اختلاف تھا۔ حضرت عبداللہ شاہ غازی کے خیال میں آیا ہوگا کہ اگر میں صرف خلافت کی غرض سے سندھ کی طرف بڑھا تو عین ممکن ہے کہ سندھ میں عباسی حکومت کے کارندے میرے خلاف ایکشن میں آجائیں۔ اس لیئے آپ نے تاجر بیوپاری کی حیثیت سے اپنے تقریباً 20 مریدین کے ہمراہ پہلے کوفہ (عراق) گئے وہاں سے اعلیٰ نسل کے گھوڑے فروخت کیلئے خریدے اور طویل مسافت طے کرتے ہوئے سندھ میں وارد ہوئے، عام طور پر آپ کو

گھوڑوں کا بیوپاری سمجھا گیا اور مقامی گورنمنٹ کی جانب سے کوئی خاص مداخلت نہیں کی گئی۔

(لال شہباز قلندر)

ابن کثیر نے سندھ میں آمد کا سن 145ھ لکھا ہے، اس کا مطلب آپ کا سندھ میں فقط 6 سال قیام رہا۔ (البدایہ والنھایہ 287)

تبلیغ اسلام

خلیفہ بغداد کی جانب سے حضرت عمر بن حفص سندھ کے گورنر مقرر تھے، وہ اگر چہ عباسی گورنمنٹ کے گورنر تھے، مگر سادات کرام سے انہیں نہایت عقیدت و محبت حاصل تھی اور خفیہ طور پر ان کی مدد و حمایت کرتے تھے۔ عمرو بن حفص حضرت سید عبداللہ شاہ غازی سے ملاقات کر کے بیعت ہو کر ان کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے۔

دو تین سال کے عرصہ میں دعوت و تبلیغ کی تحریک خاصی پھیل چلی تھی۔ ابھی یہ کام جاری تھا کہ دارالخلافہ بغداد سے آڈر جاری کیا گیا کہ سید محمد المھدی نے مدینہ طیبہ میں عباسی حکومت کے خلاف خروج کیا اور بصرہ میں ان کے بھائی سید ابراہیم بن سید عبد اللہ المحض حسنی نے خروج کیا اور حکومت عباسیہ کے خلاف بغاوت کر دی ہے۔ دونوں شہزادوں، خاندان نبوت کے پھولوں سے عباسی فوج نے مقابلہ کیا۔ سید محمد المھدی حسنی نفس زکیہ 14 رمضان 145ھ کو مدینہ منورہ میں شہید کر دئے گئے اور ان کے بھائی سید ابراہیم کو بصرہ میں بروز جمعرات 25 ذوالحج 145ھ کو بھی عباسی فوج نے شہید کر کے اپنے آپ کو واصل جہنم کیا۔ لھذا ان کے فرزند حضرت عبداللہ شاہ غازی کو فوراً گرفتار کر کے دارالخلافہ بغداد پہنچایا جائے۔ اِس اطلاع سے سید عبداللہ شاہ غازی کو

بڑا صدمہ پہنچا، دعوت اسلام کی جو تحریک انہوں نے سندھ میں شروع کر رکھی تھی اور سیکڑوں لوگ اسلام قبول کرنے کے بعد ان کے حلقہ ارادت میں شامل ہو چکے تھے، وہ تحریک اچانک رک گئی۔

ان کے لب پر ہے سورۃ اخلاص
جن کو حرف ''الف'' سے اُلفت ہے
کا پڑی ہو گئے فنا فی اللہ
زندگی ان کی اب عبادت ہے
مل گیا ان کو مرشد کامل
یہ سعادت بڑی سعادت ہے
(شاہ لطیف)

ساحلی علاقے میں قیام گاہ

گورنر ھاؤس سے تشریف لیجانے کے بعد آپ کا قیام کہاں رہا تھا؟

گورنر عمر بن حفص نے اس بات کو پسند نہیں کیا کہ حضرت عبداللہ شاہ غازی کو کوئی تکلیف پہنچے چناچہ اس زمانے میں سندھ کی صورت حال یہ تھی کہ بہت سے چھوٹے چھوٹے راجہ جو بنو اُمیہ کے صالح خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز تابعی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مسلمان ہو گئے تھے، وہ اپنی اپنی ریاست پر حکومت کرتے تھے اور خلیفہ وقت کی قیادت کو تسلیم کر کے تمام عوق پورے کیا کرتے تھے۔ چناچہ گورنر سندھ نے سید عبداللہ شاہ کو مع مریدین کے ساتھ سندھ کی ایک ساحلی ریاست میں بھیج دیا اور وہاں کا مسلمان راجہ آنحضرت ﷺ کے نام پر قربان ہوتا تھا (اور سادات سے محبت کرتا تھا) اور ایفائے عہد میں مشہور تھا۔ اور امید ہے کہ وہ آپ کے ساتھ بڑی عزت و

محبت سے پیش آئے گا۔ گورنر نے خط و کتابت کر کے حضرت سید عبداللہ شاہ کی نسبت ان سے عہد نامہ لکھوالیا کہ وہ ہر صورت میں وفاداری کرے گا۔

سندھ کے اس بادشاہ نے اپنی بیٹی کی شادی حضرت عبد اللہ شاہ سے کردی۔ 151ھ تک حضرت سید عبداللہ شاہ غازی کا اس جگہ قیام رہا اور اس عرصہ میں تقریباً چار سو 400 عرب اطراف و جوانب سے کھینچ کھینچ کر حضرت عبداللہ شاہ کے حضور جمع ہو گئے تھے۔

(تاریخ اسلام 262 ج دوم مولانا اکبر خاں نجیب آبادی مطبوعہ کراچی)

عبداللہ شاہ غازی، راجہ کے مہمان رہے اور اس عرصہ میں متواتر اسلام کی تبلیغ کرتے، بہت سے لوگوں کو اسلام قبول کرنے کی توفیق حاصل ہوئی اور مریدین کی ایک بڑی جماعت حضرت کے ساتھ ہوگئی۔ (لال شہباز قلندر 150)

ان کے نقش قدم کو پالینا
عجز سے اپنا سر جھکا لینا
دور افتادہ ہیں وہ بیراگی
رفتہ رفتہ پتا لگا لینا
اُن کے قدموں میں عالم لاہوت
ان کے دامن میں بے بہا یاقوت

(شاہ لطیف)

شہادت

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مال غنیمت نہ کشورِ کشائی

(اقبال)

یعقوبی کا بیان ہے کہ سندھ آنے کے دو سال بعد 143ھ میں منصور عباسی نے ابن حفص کو سندھ کی گورنری سے معزول کر کے ہشام بن عمرو تغلبی کو والی سندھ بنایا لیکن ابن اثیر کے بیان کے مطابق 151ھ تک وہ سندھ میں رہا۔

(تاریخ اسلام 42 ج سوم مولوی معین الدین ندوی)

خلیفہ منصور عباسی کی پریشانی برابر بڑھتی رہی اور وہ سندھ میں خلافت عباسیہ کے لئے سید عبداللہ شاہ غازی کو بہت بڑا خطرہ محسوس کرتے رہے۔ آخر منصور نے 150ھ میں عمر بن حفص گورنر سندھ سے ہٹا کر افریقہ میں گورنر مقرر کر دیا اور ان کی جگہ ہشام بن عمرو تغلبی کو سندھ کا گورنر بنایا اور حکم دیا کہ جس طرح بھی ہو سید عبد اللہ شاہ غازی کو گرفتار کر کے قتل کر دیا جائے۔ (لال شہباز قلندر 150)

منصور کو یہ حال معلوم ہو گیا کہ حضرت عبداللہ شاہ سندھ کے ایک بادشاہ کے یہاں مقیم ہے اور ایک چھوٹی جماعت عربوں کی اس کے پاس موجود ہے۔ منصور نے 151ھ میں عمر بن حفص کو سندھ کی گورنری سے تبادلہ کر کے مصر کا گورنر مقرر کر دیا۔ اور سندھ کا گورنر ہشام بن عمرو تغلبی کو تعینات کیا۔ اور رخصت کرتے

وقت تاکید کی وہ سید عبداللہ شاہ اشتر کو جس طرح ممکن ہو گرفتار کر لینا۔ اگر سندھ کا بادشاہ اس کو دینے سے انکار کرے تو فوراً اس پر چڑھائی کر دینا۔ گورنر سندھ ہشام بن عمرو تغلبی نے ہر چند کوشش کی مگر سندھ کا وہ بادشاہ سید عبداللہ شاہ کے دینے پر رضامند نہ ہوا۔ (تاریخ اسلام ج دوم اکبر خاں نجیب آبادی)

گورنر ہشام ابھی اس حکم کی تعمیل کے سلسلہ میں کوئی قدم اٹھانے بھی نہ پائے تھے کہ 151ھ میں سید ابو محمد عبداللہ شاہ غازی ریاست سے باہر ساحلی علاقے میں اپنے کچھ مریدین کے ہمراہ گھوڑے پر سوار کسی ضرورت سے نکلے تھے کہ راستہ میں عباسی حکومت کی سرحدی فوج سے سامنا ہو گیا۔ فوجیوں کے کان میں منصور کے احکام کی بھنک پڑ چکی تھی وہ دیکھتے ہی آپ کی سمت بڑھے۔ حضرت سید عبداللہ شاہ کا ارادہ لڑنے کا نہیں تھا نیز یہ کہ وہ مسلمانوں پر ہاتھ اٹھانے کو اچھا نہیں سمجھتے تھے لھٰذا آپ نے کوشش کی کہ جنگ کی نوبت نہ آئے مگر فوجیوں (کو خلیفہ کی خوشنودگی مطلوب تھی ، انعام و مناصب کی لالچ پیش نظر تھی لھٰذا انہوں) نے پیش قدمی کر دی۔ آپ نے بھی (امام حسین شہید کربلا کی طرح میداں کارزار میں کود پڑے) اس کے بعد میدان سے ہٹنا پسند نہیں کیا (کیونکہ بھاگنا بزدلی ہے) اور سرحدی فوج کے مقابلے میں وہ اور ان کے ساتھی خوب جم کر بھادری سے لڑے (وہ ظالم تو اہل بیت کے خون کے پیاسے تھے) یہاں تک کہ حضرت غازی موصوف اور ان کے کچھ ساتھی میدان میں عباسی فوج سے لڑتے ہوئے جام شھادت نوش فرمالیا۔ (لال شہباز قلندر، قاری احمد پیلی بھیتی)

قتیل ذکر الا اللہ ہیں وہ
ہوئے جو واقف اسرار وحدت
حقیقت آشنا ہے روح اُن کی
بذات خود ہیں وہ خضر طریقت
سکوت معرفت اُن کے لبوں پر
نگاہوں میں مسافت ہی مسافت
ہمیشہ بے نیاز عیش و عشرت
''لطیف'' اِن عاشقوں پر حق کی رحمت

حضرت غازی کی شہادت کے بعد فوجیوں کے بھی قدم میدان سے اکھڑ گئے اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ حضرت غازی کے جو مرید بچ گئے تھے انہوں نے آپ کے جسم مبارک کو اپنے قبضہ میں لے لیا اور اس خیال سے کہ منتشر دشمن فوجیوں کے دوسرے ساتھی نہ آجائیں، حضرت غازی بابا کے جسم اقدس وجود نورانی کو لے کر قریب ہی جھاڑیوں میں روپوش ہو گئے اور جب اطمینان ہو گیا تو قریب ہی کی پہاڑی پر (رات کے اندھیرے میں) دفن کر دیا۔ (لال شہباز قلندر)

میرے محبوب کو ذرا اے چاند!
مجھ پہ بیتی ہے جو بتا دینا
جو ٹپکتا ہے دیدۂ تر سے
جا کے پیغام وہ سنا دینا
(شاہ بھٹائی)

دوسری روایت یوں ہے کہ حضرت سید عبداللہ شاہ غازی کو (ساحل کنارے) راجہ کے ہاں قیام کئے دس سال 10 بیت چکے تھے اور اسی عرصہ میں آپ نے اسلام کی تبلیغ بھی فرمائی اور علویوں کے حامیوں کی خاصی تعداد آپ کے گرد جمع ہوگئیں۔ذوالحجہ 151ھ میں جبکہ آپ کے چند مریدین کی جماعت کے ہمراہ ساحل سمندر سیر وشکار میں مصروف تھے کہ گورنر سندھ ہشام کے حقیقی بھائی سفیح بن عمرو تغلمی کسی فوجی مہم سے اپنے فوجیوں کے ساتھ واپس آرہے تھے کہ جنگ چھڑ گئی اور ایک خون ریز معرکہ کے بعد حضرت عبداللہ شاہ شہید ہوگئے۔

(تاریخ اسلام جلد دوم اکبر خان، لال شہباز قلندر قاری احمد پیلی بھیتی)

جسم موجود ہے تو سر غائب ہے
سر اگر مل گیا تو جسم نہیں
کچھ بھی اس کے سوا نہیں معلوم
منزل دوست میں ہیں اہل یقین

یہ لوگ کیسے مسلمان تھے کہ اہل بیت کے خون کے پیاسے تھے، مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ کی شہادت سے لے کر اہل بیت کی مسلسل شہادتیں ہوئی ہیں، پھر بھی کلمہ گو کی پیاس نہیں بجھی، امام حسین، امام قاسم، امام علی اکبر، علی اصغر، عون ومحمد، مسلم بن عقیل، امام زید بن امام زین العابدین، سیدنا عبداللہ المحض کے دوشہزادے سید محمد نفس زکیہ اور سید محمد ابراہیم اور ایک پوتے سید عبداللہ شاہ کی شہادتیں ہوئیں۔ کیا واقعہ کربلا ان کے ایمان کو جھنجوڑنے کیلئے کافی نہیں تھا؟ کیا اس سانحہ سے عبرت حاصل نہیں کی جاسکتی تھی؟ لیکن انہیں تو شاید ایمان ہی نہیں تھا، اگر ایمان کی دولت سے سرفراز ہوتے تو اتنی بڑی گستاخی کیسے کر سکتے تھے؟

جس رسول پاک پر کلمہ پڑھا، جس پر روز محشر شفاعت کی امید رکھی جائے، اسی کے گلستان کے پھلوں کو اپنی اقتدار کو طُول دینے کی خاطر مسلنے، توڑنے اور کاٹنے والے کس قدر شقی قلب تھے کہ مشکل بلکہ ناممکن کام انہیں آسان لگا۔ اس کی دو وجوہات ہوسکتی ہیں ایک تو یہ کہ ان کے قلوب میں " حُب اہل بیت " نام کی کوئی چیز نہیں تھی دوسرا یہ کہ ان پر اقتدار کی بھوک مسلط ہوچکی تھی جس کے سبب وہ اندھے ہوچکے تھے اور مسلسل غلط فیصلے کر کے اپنے ایمان کو ضایع کر کے اپنے ہاتھوں اپنے کو تباہ و برباد کر دیا۔

میرے خیال میں بنوامیہ اور بنوعباس نے اہل بیت کرام کو بنوعبدالمطلب کی نظر سے دیکھا اور اپنے جیسا سمجھا، اسی لئے ہمیشہ ان کے متعلق غلط فیصلے کرتے رہے اگر ان کا ایمان راسخ ہوتا تو وہ انہیں محمد رسول اللہ کی اولاد سمجھنے لگتے، اگر صحیح تقسیم کرتے تو درست فیصلے میں آسانی ہوتی، جب تقسیم ہی غلط تو فیصلے بھی غلط ہوا کرتے ہیں۔

محمد ﷺ پر نہ جب تک جان و مال ، اولاد قربان ہو
مسلماں لاکھ کہلاؤ، مگر تم نا مسلمان ہو

(حفیظ جالندھری)

علامہ جلال الدین سیوطی (متوفی 911ھ) اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں:

145ھ مین سید محمد نفس ذکیہ اور سید ابراھیم، فرزندان سید عبداللہ المحض بن حسن مثنیٰ بن امام حسن بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنھم نے منصور عباسی پر خروج کیا۔ منصور نے دونوں بھائیوں کو قتل کرادیا اور ان کے ساتھ ہی بہت سے اہل بیت (سادات) شہید کر دیئے گئے۔ یہ پہلا عظیم تنازعہ تھا جو عباسیوں اور علویوں کے

مابین ہوا۔اس معرکے سے قبل ان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں تھا۔

منصور عباسی نے صرف اس پر اکتفانہیں کیا بلکہ ان علماء کو بھی سخت اذیتیں پہنچائیں جنہوں نے سید محمد نفس زکیہ اور سید ابراہیم کی دعوت خروج میں کسی طرح سے بھی تعاون کیا تھا یا ان کے ساتھ خروج کیا تھا یا اُن کے خروج پر جواز کا فتویٰ دیا تھا۔چنانچہ ان میں سے بعض کو قتل کر دیا گیا اور کسی کے درے مارے گئے، انہی علماء کرام میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام عبدالحمید بن جعفر اور ابن عجلان بھی تھے۔ان حضرات نے منصور پر خروج کو جائز قرار دیا تھا اور جواز کے فتوے دیئے تھے۔ان حضرات میں امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

147ھ میں منصور نے اپنے چچا عیسیٰ بن موسیٰ کو ولی عہدی سے معزول کر کے اپنے بیٹے مہدی کو ولی عہد نامزد کیا۔حالانکہ عیسیٰ بن موسیٰ کو خود سلطان سفاح نے منصور کے بعد ولی عہد مقرر کیا تھا۔یہ وہی عیسیٰ بن موسیٰ ہیں جنہوں نے منصور کے حکم سے شہزادگانِ رسول سید محمد نفس زکیہ اور سید ابراہیم کا مقابلہ کر کے ان کو زیر کیا تھا۔(تاریخ الخلفاء، ص 372، مطبوعہ کراچی)

اُموی اور عباسی بادشاہوں کی اکثریت زانی، شرابی، اقربا پروری، ملک و ملت کی دولت کو اپنی عیاشی پر اُڑانے والے اور اکثر کنیزوں کی اولاد سے تھے۔ ایک سو سال میں حج کی سعادت سے محروم رہے۔اس سے ان کی رب کریم سے تعلق بندگی کا اندازہ لگالیں۔ظالم سفاک تھے، اپنی انا کی تسکین کی خاطر سینکڑوں لوگوں کو قتل کرادینا ان کا محبوب مشغلہ تھا، اقتدار و کرسی کے حریص تھے، کرسی بچانے کے لئے ہر ناجائز کام کرنے کے لئے تیار تھے، سلطنت الٰہیہ کو ملوکیت میں

بدل ڈالا، اہل بیت کے سخت مخالف و دشمن تھے، ان کے خون کے پیاسے رہے۔ ان کی تلواریں خون اہل بیت سے رنگین رہیں، لیکن یہود و نصاریٰ سے ان کے قریبی تعلقات تھے اور ان سے محبت رکھتے تھے۔ ادیب شہیر علامہ شمس بریلوی نے بھی حواشی میں ان سفاح حکمرانوں پر کڑی تنقید کی ہے۔ ملاحظہ کیجئے تاریخ الخلفاء ص370، مطبوعہ کراچی۔

ہے علم و آگاہی کا سمندر علی کا نام
لیتے ہیں غوث و قطب قلندر علی کا نام
فرطِ ادب سے میرے فرشتے بھی جھک گئے
میں نے لیا جب قبر کے اندر علی کا نام

اہل بیت اطہار کا جب بھی نام لیں یا ذکر خیر کریں، آپ کی زبان اور قلم سراپا ادب بن جائیں، پھر بات بنے گی۔

شہادت کے بعد کے حالات

مولوی معین الدین ندوی نے لکھا ہے:

عبداللہ کے قتل کے بعد منصور عباسی نے ہشام کو اس راجہ پر جس کے یہاں عبداللہ، پناہ گزین ہوئے تھے فوج کُشی کا حکم دیا چنانچہ ہشام نے فوج کشی کر کے اس کی حکومت پر قبضہ کرلیا۔ (تاریخ اسلام ج سوم)

مولوی اکبر خان نے لکھا:

منصور نے لکھا کہ اس بادشاہ کے ملک کو ضرور پامال کر دیا جائے چنانچہ لڑائیوں کا سلسلہ جاری ہوا، ہشام نے اس کے تمام ملک پر قبضہ کرلیا۔

(تاریخ اسلام ج دوم)

وہ راجہ بادشاہ جس نے حُب اہل بیت کی دولت خوش نصیبی سے پائی تھی، جس کی وجہ سے انھوں نے گل سر بند اہل بیت، نور چشم بتولؑ کو آنکھوں پر رکھا، ان کو اپنی ریاست میں عزت واحترام سے دیکھا، اس کی خدمت کو اپنا اعزاز سمجھا، مومن کی شان بھی یہی ہونا چاہئے کہ وہ آل رسول پر اپنی جان نچھاور کر کے حُب اہل بیت کا ثبوت دیتے ہیں۔

انھوں نے بھی یہی کیا کہ حضرت غازی بابا کے آرام میں ہر طرح کی کوشش فرمائی، ان کی تبلیغی کارگذاری میں ہاتھ دیا، آسانی پیدا فرمائی، خود مرید ہو کر غلامی اختیار کی اور روحانی فیوض وبرکات حاصل کئے اور اپنی صاحبزادی کو غریب الوطن

مسافر سید عبداللہ شاہ کے عقد میں دے کر غلامی کی ایک مثال قائم کی۔

حب اہل بیت کے صلے میں ان کی حکومت کی اینٹ سے اینٹ بجادی، ریاست کو اپنے کنٹرول میں لے لیا اور ایسا لوٹا کہ ان کی آزادی کو صلب کیا، اور مجبور و محکوم بنا دیا اور راجہ کو شہید کر دیا۔

اکبر خان اور معین ندوی دونوں مولویوں کی تحریر سے اہل بیت کی وکالت نظر نہیں آتی، شہیدوں، مظلوموں سے ہمدردی قلم سے نہیں ٹپکتی بلکہ عباسی حکومت کے خونخوار جرنیلوں کی قصیدہ خوانی سے اوراق سیاہ کر دیے، خوارج فرقے کی نس نس میں اہل بیت کی نفرت و بے رخی بھری رہتی ہے، جس کا اظہار وقت بوقت ان سے ہوتا ہے۔

دیکھئے ایسے حضرات آج بھی نہیں بدلے بلکہ چودہ سو سالوں سے ایک ہی ڈگر پر چل رہے ہیں۔

جو بھٹکتا رہے کناروں پر
کیوں نہ مخدوش اس کی حالت ہو
خوف صیّاد اپنے دل سے نکال
طالب جادۂ حقیقت ہو
منتخب کرلے سبزہ زار ایسے
جن میں ہر سمت حُسنِ وحدت ہو
اب کوئی جھیل ایسی کرلے تلاش
تیرا ایمان جس کی وسعت ہو
تجھ پر کھل جائیں معرفت کے راز
قلب سرچشمۂ ہدایت ہو

(شاہ جورسالو)

ڈاکٹر رضوان ندوی نے لکھا ہے: تاریخ طبری و تاریخ ابن کثیر میں سن 151ھ کے حوال میں ہے کہ ان کی شہادت کے بعد عبداللہ الاشتر کے رفقاء نے انکی لاش کو دریائے سندھ میں بہادیا تاکہ وہ دشمنوں کے ہاتھ نہ لگ سکے اوران کا سر کاٹ کر بغداد بھیج دیا۔ (تحقیقات وتاثرات 191)

یہ تاریخ ابن کثیر میرے سامنے کھلی ہوئی ہے سن 151ھ کے احوال زیر مطالعہ ہیں لیکن اس میں سر دھڑ سے جدا کرنا اور لاش کو دریا میں بہادینا دونوں مذکورہ باتیں درج نہیں۔اس غلط بیانی کو کیا کہا جائے؟

وھابی حضرات ہمیں اپنے جعلی بزرگوں کے قریب اوراصلی بزرگوں سے دور رکھنا چاہتے ہیں۔

مرادیں پارہے ہیں اُس کے در سے، مسلسل راتے دن اہل زمانہ
گلاب گلستان فاطمہ ہے، حسن کے آسمان کا ہے ستارہ

شادی واولاد

سندھ کی ایک نئی ریاست کے نئے مسلم بادشاہ (جس کا نام تاریخ میں محفوظ نہیں) نے حضرت عبداللہ شاہ غازی کا اپنی ریاست میں استقبال کیا، ان کی مریدی اختیار کی، خدمت بجالائے، حضرت نے انہیں کی ریاست میں حلقہ ذکر قائم فرمایا، درس وتدریس کے علاوہ ذکر وفکر کی محافل بھی انعقاد ہوا کرتی ہونگی۔ حضرت پسگر دائی میں تبلیغی روحانی سفر بھی فرماتے تھے، آپ کی کوششوں کاوشوں سے سیکڑوں غیر مسلم دائرہ اسلام میں داخل ہوئے اور آپ سے وابستہ ہو گئے۔

اسی بادشاہ نے اپنی صاحبزادی کا عقد مسنون سید عبداللہ شاہ غازی سے کرایا تھا جس کے بطن سے آپ کو ایک شہزادہ سید ابوالحسن محمد حسنی تولد ہوا اور اس کے ذریعے آپ کا خاندان پھلا پھولا، اگر تحقیق کی جائے تو عرب وعجم میں کئی حسنی خانوادے آپ کی اولاد میں سے دستیاب ہوسکتے ہیں۔ مولانا قاری احمد مرحوم لکھتے ہیں:

حضرت سید عبداللہ شاہ غازی کی شہادت کے چند روز بعد عباسی فوج نے آپ کے اہل وعیال کی تلاش شروع کردی اور جب یہ یقین ہوگیا کہ آپ کی اہلیہ محترمہ اور ایک فرزند سید ابوالحسن محمد ریاست میں ہیں تو راجہ سے ان کو فوج نے جبراً حاصل کرلیا اور جن کو ہشام بن عمرو تغلبی گورنر سندھ نے خصوصی فوجی دستہ کی نگرانی میں خلیفہ منصور کے پاس بغداد بھجوادیا۔ منصور نے چند روز ان کو دالخلافہ بغداد میں رکھا اور اس کے بعد عزت واحترام کے ساتھ فوجی دستہ کی حفاظت میں مدینہ طیبہ

اپنے رشتہ داروں کے پاس بھجوادیا۔"

اگر چہ عمر کافی ہوچکی ہے
تیرے حق میں غنیمت ہے یہ فرصت
تو چرخے والیوں کا ساتھ مت چھوڑ
مبارک ہے یہ ان کی نیک صحبت
صلّہ مل جائے شاید کاتنے کا
تجھے ان نیک سجنوں کی بدولت

ڈاکٹر رضوان ندوی نے اس سلسلہ میں لکھا ہے:

تواریخ میں یہ بھی ہے کہ ان کی شہادت کے بعد ان کی ایک کنیز اوران کے چھوٹے بچے کو جواس کنیز کے بطن سے تھا، سندھ کے گورنر نے حاصل کر کے ابو جعفر منصور کے پاس بغداد بھیج دیا اوراس نے ان دونوں کو مدینہ منورہ اس حکم نامہ کے ساتھ بھیج دیا کہ ان کا نسب صحیح ہے اور یہ بچہ (شہزادہ) یعنی محمد بن عبداللہ الاشتر حسنی سادات میں شمار کیا جائے۔

ہاں مشہور علامہ و محقق ابن حزم نے اپنی کتاب "جمرۃ الانساب" میں ذکر کیا ہے کہ ان محمد بن عبداللہ الاشتر سے کافی اولاد و احفاد ہوئے اور بغداد میں ایک محلّہ "حیی بنی الاشتر" کے نام سے مشہور تھا، جہاں جا کر یہ آباد ہو گئے تھے۔

(تحقیقات وتاثرات 191)

اس کا مطلب عرب دنیا میں آپ کی اولاد امجاد کا سلسلہ جاری ہے اور آج بھی مختلف بلاد میں موجود ہو نگے۔

مقام و مرتبہ

منکرین عظمت سادات کا حافظ ابن کثیر کی تاریخ پر بڑا اعتماد ہے، اس لیئے اس تاریخ سے حضرت غازی بابا کے والد محترم اور جدِّ کریم متعلق چند اہم باتیں نقل کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔ جس سے آپ کا علمی مقام و مرتبہ واضح ہوتا ہے۔

ابن کثیر لکھتے ہیں: (نقد و رجال کے امام) یحیٰ بن معین کا قول ہے کہ سید عبداللہ المحض رحمۃ اللہ علیہ صدوق ثقہ تھے۔ بنو امیہ کے خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز، سید عبداللہ کی آمد پر ان کا اعزاز و اکرام کیا کرتے تھے۔

سید عبداللہ المحض بن سید حسن مثنیٰ بن سیدنا امام حسن مجتبیٰ بن سیدنا علی المرتضیٰ بن ابی طالب القریشی الھاشمی تابعی ہیں۔ انہوں نے اپنے والد و والدہ وغیرہ سے حدیث روایت کی۔ ان سے سفیان ثوری، الدراوردی، امام مالک وغیرہ نے حدیث روایت کی۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب اور بہت عابد و زاہد انسان تھے۔

(تاریخ ابن کثیر)

ان کے صاحبزادے سیدنا محمد ذوالنفس زکیہ رضی اللہ عنہ جس نے مدینہ منورہ میں عباسی حکومت کے خلاف خروج کیا (بغاوت کی)۔ اس سے ایک جماعت نے حدیث روایت کی ہے۔ نسائی اور ابن حبان (محدثین) نے اس کی توثیق کی۔

سیدنا محمد ذوالنفس زکیہ دراز قد، جسم فربہ، رنگ گندمی، بلند ہمت، عالی سطوت، اور بڑا بہادر انسان تھا۔ 145ھ میں 45 سال کی عمر میں شہید ہوا۔ اس کا سر دھڑ سے جدا کر کے منصور عباسی کے پاس لایا گیا اور پھر اسے صوبوں میں

گشت کرایا گیا۔ یعنی لوگوں کے دلوں میں حکومت کا ڈر خوف بٹھانے کے لیے آلِ رسول کی تذلیل کی گئی۔

علامہ ابن کثیر واضح لکھتے ہیں: علماء اور ائمہ کی ایک جماعت ان کے ظہور (اعلان خلافت) پر خوش تھی۔

منصور عباسی نے حاکم بننے کے بعد اس پورے خاندان (اہل بیت) کیساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔ منصور نے پورے خاندان کو بیڑیاں ڈال کر اہانت سے مدینہ سے ہاشمیہ (جو کہ کوفہ کی حدود میں تھا) منتقل کیا۔ تاریک و تنگ جیل میں انہیں قید کیا، اکثر جیل ہی میں انتقال کر گئے۔ حضرت سید عبداللہ المحض پہلا شخص ہے جس نے اپنے شہزادے سید محمد ذوالنفس زکیہ کے خروج کے بعد مدینہ منورہ میں انتقال کیا۔ بعض کا قول ہے کہ جیل میں عمداً اسے قتل کیا گیا۔ (البدایہ والنھایہ 296)

امام عبداللہ المحض کی کنیت ابو محمد ہے اور آپ کا لقب ''شیخ بنو ہاشم'' ہے۔ آپ اپنے زمانے میں بنو ہاشم کے سردار تھے۔ آپ کو ''المحض'' کہا جاتا تھا جس کی معنی ہے ''فقط آپ'' یگانہ زمانہ تھے، حسنی اور حسینی رکھنے والے نجیب الطرفین سید یعنی سونی زنجیر والے تھے۔ ان کے والد سید حسن مثنیٰ بن امام حسن مجتبیٰ ہیں اور آپ کی والدہ سیدہ فاطمہ بنت امام حسین شہید کربلا ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی (852ھ) آپ کے متعلق لکھتے ہیں:

آپ سے روایت کرنے والے آپ کے شہزادے بھی ہیں اور امام مالک، لیث بن ابی سلیم، ابو بکر بن حفص بن عمر بن سعد، سفیان ثوری، محدث داروردی، ابن ابی المعالی، ابو خالد الاحمر، عبدالعزیز بن عبدالمطلب، روح بن قاسم، حسین بن زید بن علی بن حسین، اسماعیل اور دیگر بے شمار محدثین ہیں۔

(تہذیب التہذیب 186 ج5)

مقبرہ

تاریخ میں کوئی ایسی روایت نہیں ملتی ہے جس کی بنیاد پر یہ کیا جائے کہ آپ کا مقبرہ کس سن میں اور کس نے بنایا تھا۔ اس کی بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ اسلامی تاریخ میں چوتھی صدی ہجری تک مزرات پر مقبرے تعمیر کرنے کا کوئی رواج نہیں تھا اور عام طور پر مزارات کھلے رہا کرتے تھے۔ اس لئے مقبرہ کی تعمیر پانچویں یا چھٹی صدی ہجری میں ہوسکتی ہے جیسا کہ ایرانی سیّاح خواجہ حسن کی یاداشتوں میں واضح ہوتا ہے۔

نیز 1211ھ کو انگریز ہملٹن نے بھی اس جگہ کو دیکھا تھا اور مقبرہ کو دیکھ کر اپنی ڈائری میں بھی لکھا تھا کہ کوئی درویش یہاں قیام پذیر ہوگا، جس کا یہ مقبرہ معلوم ہوتا ہے۔ موجودہ مقبرہ کی تعمیر قدیم معلوم ہوتی ہے اور عمارت پرانی ہونے کی وجہ سے کئی جگہ سے پھٹ گئی ہے اور یہی حال فرش کا ہے۔"

مقبرہ کے قریب ایک مسجد شریف بھی ہے جسے محکمہ اوقاف سندھ کی طرف سے تعمیر کیا جارہا ہے۔ مزار شریف کی موجودہ صورت دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ عام قاعدہ کے مطابق شمالاً جنوباً نہیں ہے اور سرہانہ پوری مغربی رخ کی طرف نہیں ہے۔ اس سے ایک بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ آپ کے مریدین عباسی فوج کی نظر سے آپ کی لاش کو بچانے کی ہر ممکن کوشش کرتے رہے ہیں اور اس فکرو عجلت (اور اندھیرے) میں وہ دفن کرتے وقت سمتوں کا پورا خیال نہیں رکھ سکے

ہیں۔ آج کل یہ مزار شریف محکمہ اوقاف کے ہاتھ میں ہے اور اس کی جملہ آمدنی جو پچاس ہزار روپے سالانہ کے قریب ہے، اوقاف کی تحویل میں جاتی ہے۔

(سوانح حیات لعل شہباز قلندر قاری احمد پیلی بھیتی کراچوی مطبوعہ کراچی 1970ھ)

مزارات اولیاء اللہ سے اس قدر آمدنی ہوتی ہے کہ اس نذرانے سے درگاہ، مسجد، مدرسہ کی تعمیر وتزوین، امام، موذن اور خدام کی معقول تنخواہیں اور بجلی کا بل وغیرہ ادا ہونے کے باوجود نذرانہ زائد ہوتا ہے، محکمہ اوقاف کے پورے اسٹاف کی تنخواہیں بھی اسی نذرانے سے ادا کی جاتی ہیں، اس کے باوجود یہ رقم بچ جاتی ہے جس کو قومی خزانہ میں شامل کیا جاتا ہے۔ نذرانے کے بکس جب سالانہ کھلتے ہیں تو محکمہ اوقاف کے بعض کارندے ہاتھ صاف بھی کرتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جائیگا کہ بعد وصال کے بھی اللہ کے محبوب بندوں کی مزارات مقدسہ سے قوم پل رہی ہے اور حکومتیں چل رہی ہیں۔ سبحان اللہ

میرے پیارے تو ایک شہزادہ غازی!
اور میں تیری بندۂ بے دام
تجھ سے پل بھر کو بھی جدا ہوکر
سخت مغموم ہے دلِ ناکام
وہ نظر اب بدل نہ جائے کہیں
دے رہی ہے جو روح کو آرام

(شاہ جو رسالو)

دربار غازی پر جدید تعمیر و ترقی

جن لوگوں نے آج سے تین سال پہلے دربار غازی دیکھا تھا وہ اب دربار کو شاید پوری طرح پہچان نہ پائیں کیونکہ یہاں بہت تبدیلی آئی ہے، تعمیر و ترقی ہوئی ہے۔

اب دربار غازی کے ڈیزائن کو یکسر بدل کر جدید خطوط پر استوار کیا گیا ہے۔ چند دنوں کی بات ہے پھر دربار نئی آب و تاب کے ساتھ سامنے آئے گا۔ اگر مستقل قریب کی بات کریں تو ایسا لگتا ہے کہ غازی بابا کا دربار بلند و بالا اور جدید ترین عمارات میں گھرا نظر آئے گا۔ یہی سبب ہے کہ دربار کو مزید کشادہ کرنے اور اسے جدید ترین بنانے کیلئے تعمیراتی منصوبے شروع کئے گئے ہیں۔

حکومت کے ایک افسر کے مطابق حضرت سید عبداللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ کا دربار جدید خطوط پر استوار کیا جارہا ہے۔ یہاں دربار کے اندرونی حصے سے لیکر تمام عمارات کو جدید اور بہت خوبصورت انداز سے تعمیر کیا جارہا ہے، ساتھ ہی مزار کے ساتھ ملحق مسجد غازی بابا کو بھی شہید کر کے وسیع و جامع کی صورت میں نہایت دلکش تیار کیا ہے۔ 1. جدید غازی بابا لائبریری، 2. ڈسپینسری، 3. قرآن محل، 4. موئے مبارک سرکار مدینہ ﷺ، دیگر تبرکات کیلئے میوزیم، 5. کانفرنس ہال، کلوز سرکٹ کیمرے نصب کئے جارہے ہیں۔ 6. لنگر خانہ، 7. مسافر خانہ،

8. شفا یاب چشمہ سے نکالنا اور تقسیم پانی کیلئے جدید طرز پر کام کیا جارہا ہے۔ 9. خواتین و حضرات کیلئے جدید طرز کے ٹوائلٹس تعمیر ہونگے ، اس تعمیراتی و توسیعی منصوبے پر 40 ارب روپے خرچ ہوں گے۔

2017ء میں دربار کے کشادہ و وسیع ہو جانے کی وجہ سے پانچ لاکھ سے زائد زائرین کی تعداد درگاہ کے فیوض و برکات حاصل کر سکے گی، بیک وقت میں اتنی بڑی تعداد میں زائرین کو سنبھالنا زیادہ جگہ میں یقیناً زیادہ آسان ہو جائے گا، انہیں ملنے والی ہر طرح کی سہولیات میں اضافہ ہو جائے گا۔

درگاہ غازی بابا کے قریب پاکستان کی بلند ترین 62 فلور جدید عمارت ''بحریہ ٹاؤن آئیکون'' کے نام سے زیر تعمیر ہے۔ اسے تعمیر کرنے والے ادارے ''بحریہ ٹاؤن'' کی جانب سے دی گئی معلومات کے مطابق، جس منصوبے کے تحت یہ عمارت بن رہی ہے، وہ کراچی میں پاکستان کی تاریخ کا سب سے وسیع وعریض اور ملک کا سب سے پہلا میگا اسٹرکچر رکھنے والا منصوبہ ہے۔ یہ ٹیکنالوجی کے اعتبار سے پاکستان کی سب سے جدید عمارت ہوگی۔ اس کا 80 فیصد حصہ مکمل ہو گیا ہے، جبکہ باقی حصہ آئندہ چند ماہ میں مکمل ہو جائے گا۔ اس عمارت میں بڑے بڑے شاپنگ مالز، کارپوریٹ آفس، اپارٹمنٹس، فائیو اسٹار ہوٹل، انتہائی جدید انفراسٹرکچر اور اکیسویں صدی کی تمام آسائشات میسر ہوں گی۔ جس میں فوڈ کورٹ، ریسٹورنٹس، ہیلتھ کلب، سوئمنگ پول، جیم، میٹنگ روم، کانفرنس ہالز، چار ہزار سے پانچ ہزار گاڑیوں کیلئے پارکنگ ایریا، واٹر فلٹریشن پلانٹ، ہائی اسپیڈ ڈبل ڈیک ایلیویٹرز سمیت دیگر کئی حیران کن سہولیات بھی اس عمارت میں موجود ہوں

گی۔

ایک اور ملٹی اسٹوری بلڈنگ بھی بہت تیزی سے تکمیل کے مراحل طے کر رہی ہے اور اسے درگاہ کے صحن سے بھی دیکھا جاسکتا ہے۔ عنقریب ایسے اور بھی منصوبے اور عمارات پر کام شروع ہونے جارہا ہے۔ اس صورتحال میں درگاہ غازی ان میگا اسٹرکچرز میں گھر جائے گا۔ اس لئے بھی درگاہ عالیہ کی توسیع تعمیر و ترقی و دلکشی نہایت ضروری تھی، تاکہ ہر طبقہ فیض یاب ہوسکے اور زائرین جدید سہولیات سے فائدہ اُٹھاسکیں۔ (میڈیا)

آپ کا مزار پہاڑی کی وجہ سے بلند ہے، اس لئے ڈبل سیڑھیاں لگائی گئی ہیں۔ مزار کا کمرہ تنگ تھا، اس کو ہال کی طرح وسیع کیا گیا ہے، مزار کے متصل ''جامع مسجد غازی بابا'' نہایت وسیع وخوبصورتی کا منظر پیش کرتی ہے۔ اس کے ساتھ کار پارکنگ کی سہولت اور زائرین کے لئے وسیع صحن اور آنگن میں قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کا مزار بھی نمایاں ہے۔

پاکی وطہارت کے لئے لیٹرین اور وضو خانہ بھی بنائے گئے ہیں، مین گیٹ بھی وسیع اور شاندار بلکہ ''شاہی دروازہ'' کہنا مبالغہ نہیں ہوگا، جہاں پر حضرات و خواتین کی چیکنگ کی جاتی ہے۔

یہ مزار کن کا ہے؟

یہ مزار حضرت سید عبداللہ شاہ غازی کا ہے؟ جی ہاں بالکل انہیں کا ہے، لیکن اس سلسلہ میں یہاں پر چند شبہات کا جواب دینا چاہتا ہوں:

بعض کا خیال ہے کہ حضرت سید عبداللہ شاہ غازی کا ذکر تاریخ سندھ میں کیوں نہیں؟

بعض کہتے ہیں آپ کی دربار کی تاریخ مختلف اداروں کے حساب سے محفوظ نہیں کہ سب سے پہلے کس نے بنایا اسی طرح تاریخی تسلسل نہیں ہے۔ کیوں؟

ڈاکٹر رضوان علی ندوی نے لکھا: قدیم عربی تواریخ میں ہے کہ ان کی لاش کو دریائے سندھ میں بہا دیا گا۔۔۔۔۔ اس لئے کلفٹن میں مدفون عبداللہ شاہ غازی بعد کے کوئی اور صاحب ہیں ان کو محمد ذوالنفس الزکیہ کا فرزند کہنا تاریخ کے ساتھ ناانصافی ہے۔ (تحقیقات وتاثرات)

ڈاکٹر عمر بن داؤد پوتا مرحوم کا خیال ہے یہ عبداللہ شاہ کا نہیں، کسی اور کا مزار ہے لیکن سندھ کا ایک بڑا نام ڈاکٹر نبی بخش خاں بلوچ مرحوم نے ان کا موقف رد کیا ہے، لیکن بڑے محقق و مورخ ہونے کے باوجود انہوں نے بھی یہاں سخت ٹھوکر کھائی ہے وہ لکھتے ہیں: کلفٹن والا موجودہ مزار عبداللہ شاہ بخاری سے منسوب ہے اور سندھ میں بخاری سیدوں کی آمد کا زمانہ بہت بعد کا ہے۔ (فتح نامہ سندھ)

یہاں ان تمام شبہات والزامات کے جوابات عرض کرتا ہوں۔

خلفاء راشدین کے بعد بنو امیہ کی حکومت رہی جو کہ اہل بیت کی دشمنی میں ضرب المثل تھی، انہی کی دور حکمرانی میں واقعہ کربلا کا سانحہ پیش آیا۔ ان کے بعد بنو عباس کی حکمرانی رہی (ان کے حالات کے لئے علامہ سیوطی کی تاریخ الخلفاء کی جانب رجوع فرمائیں) یہ سادات کے ساتھ مماثلت کے مرض میں مبتلا تھے دیکھئے ابو جعفر منصور عباسی کے وہ خطوط جو انہوں نے حضرت سیدنا محمد ذوالنفس الزکیہ کے نام لکھے تھے (ملاحظہ کیجئے البدایہ والنھایہ حصہ دھم) یہ دونوں حکومتیں مجموعی طور پر اہل بیت کے دشمن رہی ہیں۔ انہوں نے اپنی حکمرانی میں عبداللہ شاہ غازی، ان کے والد اور جد امجد کو اپنی سلطنت کا ''باغی'' قرار دیا تھا اور اسی حوالے سے ان کو مشہور کیا گیا تھا۔ اسی کے بعد عربی میں لکھی گئی تاریخی کتب (ابن کثیر، ابن اثیر، طبری، ابن خلدون وغیرہ) میں بھی ان کو باغی ہی لکھا گیا اور ان کی معصوم شہادت کو قتل سے تعبیر کیا گیا، کسی مورخ نے ان کو شہید نہیں لکھا۔ بعد میں جو تاریخیں اردو اور سندھی میں لکھی گئی انہوں نے بھی وہ ہی روش جاری رکھی۔ تاریخ لکھنے والوں نے بھی ''حُب اہل بیت'' کا کوئی ثبوت فراہم نہیں کیا اور اسی طرح عربی تاریخ کا اردو ترجمہ کرنے والوں کے قلم سے ناصبیت کی بو آتی ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز بنو اُمیّہ کے غالباً واحد فرد تھے کہ جو حُب اہل بیت کے اسیر تھے، انہیں حضرت سیدہ فاطمہ بنت سیدنا علی المرتضیٰ کی دعا حاصل تھی۔ انہوں نے ایک مرتبہ سیدہ سے عرض کیا: اے علی المرتضیٰ کی شہزادی: اللہ کی قسم! مجھے روئے زمین پر کوئی خاندان آپ اہل بیت سے زیادہ پسند نہیں اور آپ لوگ تو مجھے اپنے اہل وعیال سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ (یعنی اہل بیت کی محبت سب

سے زیادہ حاصل ہے کیونکہ آپ آل رسول ہیں)۔ (طبقات ابن سعد 250ج سوم)

یہ وہ محبت تھی جس کو بعد میں آنے والے تاریخ دانوں نے اپنے سینوں میں جگہ نہیں دی، بے عملی کا اظہار وقت بوقت ہوتا رہا۔ یاد رہے ان دونوں ادوار میں سندھ کی ریاست انہی حکومتوں کی زیر اثر رہی ہے۔ پھر ایسے ادوار میں ایک باغی کے حالات واقعات اوران کے مزار کی تعمیر وترقی و آرائش پر کون توجہ دیتا؟

شیخ اکرام نے دیکھئے کیا لکھا ہے:

حجاج بن یوسف اُمویوں کا ملازم تھا اور ہاشمیوں (اہل بیت) کا بدترین دشمن۔ مشہور ہے کہ اس نے 50ہزار افراد کو جو فریق مخالف کے طرف دار تھے، تیغِ ظلم وستم کا شکار بنایا چنانچہ جہاں کہیں وہ جاتا بنی ہاشم کے طرف دار ترک وطن کرنے پر مجبور ہوجاتے۔ جب وہ عراق کا گورنر ہوا تو ہاشمیوں کی ایک بڑی جماعت یہ علاقہ چھوڑ کر ہندوستان آ گئی۔ (آب کوثر41)

ادیب شہیر علامہ شمس بریلوی مرحوم نے خوب تحریر کیا ہے۔ وہ دوران ترجمہ تاریخ الخلفاء کی حواشی میں لکھتے ہیں:

غریب مترجم بڑا مجبور اور بے بس ہے کہ ایک طرف علامہ سیوطی احادیث پر احادیث ضبط تحریر میں لاتے چلے جارہے ہیں اور ان ظالموں، سفاکوں، عدل دشمنوں، شراب خوروں، عیش ونشاط کے متوالوں اور سلطنت الٰہیہ کو ملوکیت سے بدلنے والوں کے عہد کو عہد خلافت کہتے ہیں، پھران کے سیاہ کارنامے گنواتے ہیں۔ دل گوارا نہیں کرتا اور قلم تحریر کرنے سے رکتا ہے کہ ان (اُمیہ وعباسیہ کے) سلاطین اور ملوک کو خلیفہ جیسے پاکیزہ اور مقدس لفظ سے ذکر کیا جائے۔ میرے

قارئین خواہ کچھ ہی کہیں، میں تو ان کو خلیفہ کہہ کر اس مقدس لفظ کی توہین نہیں کروں گا۔

محض ان سلاطین (اُمیہ وعباسیہ) کو خوش کرنے کے لئے واضعین حدیث نے وضع حدیث کے کارخانے کھول رکھے تھے۔ (تاریخ الخلفاء، مترجم حواشی، ص370)

تمام اعتراضات کے تقریباً جوابات آ گئے باقی رہا ندوی کا کہنا کہ جب لاش کو دریا میں بہا دیا تو پھر یہ کن کا مزار؟ اس سلسلہ میں ہم تاریخ کی مستند روایات کو جمع کرتے ہیں جس سے ان شاء اللہ تشفی ہو جائے گی۔

1۔ علامہ ابن اثیر (متوفی 630ھ) نے تاریخ الکامل میں آپ کا ذکر کیا ہے، لکھتے ہیں:

سیفح نے اپنی فوجوں کے ساتھ ہلہ بول دیا تو آپ اپنے مریدین کے ہمراہ میدان میں کود پڑے ایک خون ریز معرکہ برپا ہوا۔ آپ اور آپ کے مریدین اس طرح ڈٹ کر لڑے کہ دشمن کے قدم اکھڑنے لگے۔ اتنے میں کسی ظالم کی تلوار کی ضرب آپ کے سر مبارک پر پڑی (وسقط عبد اللہ بین القتلی) آپ زخموں سے نڈھال ہو کر میدان کارزار میں قتل ہو گئے۔ (تاریخ کامل جلد پنجم)

2۔ علامہ ابن کثیر (متوفی 774ھ) نے اپنی تاریخ میں لکھا:

سیفح نے تمام ساتھیوں سمیت عبداللہ کو قتل کر دیا۔ لیکن عبداللہ کے قتل ہونے کی جگہ اسے معلوم نہ ہو سکی۔ (تاریخ ابن کثیر جلد پنجم 306)

3۔ علامہ ابی جعفر محمد بن جریر طبری (متوفیٰ 310ھ) لکھتے ہیں:

انہوں نے آ کر بیان کیا کہ یہ دشمن تو نہیں ہے جس کے مقابلے کیلئے آپ

جارہے ہیں یہ عبداللہ بن محمد الاشتر علوی سیر کیلئے دریائے سندھ کے کنارے کنارے جارہا ہے۔ یہ سنتے ہی (ظالم سفاک) سفنج نے اس کی گرفتاری کیلئے اس سمت جانے کا ارادہ کرلیا اگر چہ ان کے مشیروں نے بتادیا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے بیٹے ہیں ۔آپ خود جانتے ہیں کہ آپ کے بھائی نے جان بوجھ کران سے کنارہ کشی کی تا کہ ان کے خون کا وبال اسے اپنے سر نہ لینا پڑے۔ الغرض وہ آپ کے مقابلے پرنہیں آئے ہیں بلکہ محض سیر وتفریح کیلئے نکلے ہیں اورآپ خود بھی ان کے مقابلے کیلئے نہیں آئے بلکہ دوسرے کے مقابلے کیلئے آئیں ہیں لھذا مناسب ہے کہ آپ ان سے اعراض کریں اورانہیں نہ چھیڑیں۔

مگر (اقتدار کا بھوکا، حریص، ظالم، اہل بیت کے دشمن نے شمر بن کر کربلا کے بعد کربلا برپا کرنا چاہی اس لئے) سفنج نے کہا: میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ کوئی دوسرا ان کو پکڑ کران کی گرفتاری اورقتل کو منصورعباسی حاکم کی خدمت میں ذریعہ تقرب و رسوخ بنالے۔ لھذا میں خود ہی اس موقعہ سے فائدہ کیوں نہ اٹھالوں۔ عبداللہ کے ہمراہ اس وقت دس آدمی تھے۔ سفنج ان کی طرف بڑھا اس نے اپنے مشیروں کی مداھنت کی مذمت کی اور عبداللہ پرحملہ کردیا۔ عبداللہ اوراس کے ساتھیوں نے بہادری سے حملہ آوروں کا مقابلہ کیا اورسب کے سب مارے گئے۔''

واقعہ شہادت کے بعد کے متعلق طبری نے دو روایتیں نقل کی ہیں:

1۔ عبداللہ دوسرے مقتولین میں خلط ملط پڑا ہوا تھا اس وجہ سے سفنج کو اس کا پتہ نہ چلا۔

2۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ قتل کے بعد اس کے ساتھیوں نے اسے دریائے سندھ میں ڈال دیا۔ (تاریخ طبری جلد پنجم 457)

3۔ علامہ طبری نے پہلی روایت کو اولیت دی، ثابت رکھا دوسری روایت کو

ثانی درجے پر رکھا جو کہ قیل سے شروع ہوتی ہے یعنی سنی سنائی باتیں کہا گیا ہے، جس کی تحقیق کی دنیا میں اہمیت نہیں ہوتی۔

اس سے ایک طرف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت سید عبداللہ شاہ اپنے سر اور جسم کے ساتھ اپنی مزار شریف میں آرام فرما ہیں اور دوسری طرف ڈاکٹر ندوی کی خیانت اور بغض اہل بیت بھی واضح ہوتا ہے کہ وہ کس طرح غرور و تکبر سے حضرت کی مزار شریف میں وجود کا انکار کرتا ہے۔

4۔ علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدون (متوفی 808ھ) نے بھی وہی لکھا ہے جو کہ اکثر مورخین نے لکھا ہے:

سفیح نے اس کو گرفتار کرنے کا ارادہ کیا تو لڑائی ہونے لگی بالآخر عبداللہ اشتر تمام ساتھیوں سمیت قتل کر دئے گئے۔

(تاریخ ابن خلدون جلد چھارم 69)

5۔ ڈاکٹر ممتاز پٹھان نے ''تاریخ سندھ عرب دور میں'' میں لکھا ہے:

ھشام بن عمر (گورنر سندھ) آتے ہی عبداللہ الاشتر کو قتل کرا دیا۔

(تاریخ سندھ سندھی 511)

6۔ مولانا اعجاز الحق قدوسی (1986ء) نے بھی آپ کے واقعہ میں لکھا ہے:

یہاں تک کہ آپ اور آپ کے سب ساتھی شہید ہو گئے۔

(تاریخ سندھ ج اول 265)

7۔ مفتی انتظام اللہ شہابی اکبر آبادی نے لکھا ہے:

دونوں میں جنگ ہوئی عبداللہ مارے گئے۔ (تاریخ ملت ج دوم 83)

معلوم ہوا کہ تمام عرب وعجم کے مورخین، مصنفین میں سے کسی نے بھی دریا بہادینے کی بات نہیں کی جس سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام محققین مورخین اور اہل اللہ اس بات پر متفق ہیں کہ آپ کی تدفین ہوئی ہے۔

دوسری بات یہ بھی قابل افسوس ہے کہ ان مورخین مصنفین ومترجمین نے پیغمبر اسلام کے شہزادے، اہل بیت کے نورنظر کا تذکرہ رسمی طور پر کیا جیسے اسلامی سلطنت کے کسی باغی مفرور مجرم کا کیا جاتا ہے۔ جس احترام و تعظیم کے وہ حقدار تھے وہ حق پورا نہ کیا۔ اسی طرح کراچی کے مترجمین نے بھی ان کتابوں کے ترجمہ کے دوران آپ کی مزار شریف کی نشاندہی میں حواشی) و بریکیٹ نہیں لگائے۔

حضرت سیدنا عبداللہ شاہ غازی کے لئے ادب آداب ملحوظ خاطر نہیں رکھے، القاب استعمال میں نہیں لائے گئے اور ان کی شہادت کو بیان نہیں کیا گیا بلکہ ایک عام سا جملہ لکھا گیا کہ ''مارے گئے''۔

کیا وہ مترجمین اپنے حلقہ کے علماء کا تذکرہ اسی طرز پر کرتے ہیں؟ پھر کیا وجہ ہے کہ ایک تبع تابعین بزرگ، نخلستان اہل بیت کے پھول، عالم وعارف اور امام اعظم ابوحنیفہ کے معاصر شخصیت سے عدم دلچسپی رکھی گئی؟

مجھے تو ان کے لہجے سے خوارجیت اور ناصبیت کی بو آرہی ہے۔ جب سید زادے سے نفرت وبغض کا برتاؤ کیا جائے گا، تو آپ بھی یقیناً یہی فتویٰ دینے پر مجبور ہوں گے۔

مجھے کہنے دیجئے کہ پاکستان میں جس قدر قدیم وعظیم شخصیت وہ ہیں، اسی قدر

وہ مظلوم شخصیت بھی ہیں کہ جس پر آج تک تاریخ میں ہزاروں الزامات لگائے گئے یہاں تک کہ انہیں شیعہ فرقے میں شامل کیا گیا اور سندھ میں شیعیت کا بانی قرار دیا گیا۔ (انا للّٰہ و انا الیہ راجعون)

ملاحظہ کیجئے مولوی ابوظفر ندوی خارجی کا بیان (انہوں نے اس طرح بھارت میں بیٹھ کر ''تاریخ سندھ'' لکھی جس طرح لکھنو میں بیٹھ کر مولوی شرر نے لکھی) سندھ میں شیعیت کی ابتداء اسی وقت سے ہوئی۔ (تاریخ سندھ۔۔۔بحوالہ تاریخ سندھ قُدوسی جلد اول 263) لاحول و لا قوۃ۔

بیرونی لوگوں کی طرف سے اسی طرح سندھ کی عظیم علمی و روحانی شخصیت پر الزامات کی بوچھار ہوتی رہی، اس کے بعد بعض مقامی محرروں نے بھی انہیں حوالوں کو کوڈ کیا۔ حالانکہ یہ الزام حقیقت کے خلاف ہے۔ جس کا کوئی بھی بنیاد نہیں۔ ان خارجی ذھنیت نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ جو اہل بیت سے محبت کرے وہ شیعہ ہے۔ محبت سے نا آشنا لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ اہل بیت کرام سے محبت مسلمانوں پر فرض ہے، قرآن کہتا ہے، اور جنہیں یہ نعمت حاصل نہیں وہ مومن نہیں۔

بلوچ صاحب کی نئی منطق سمجھ میں نہیں آئی کہ حضرت عبداللہ شاہ کو ''بخاری'' بنادیا جبکہ کسی نے بھی آپ کو بخاری نہیں لکھا۔ جن عربی تاریخ نے آپ کا شجرہ لکھا انہوں نے آپ کا بخارا (روس) سے کوئی تعلق نہیں جوڑا۔ یہ اعتراض بھی بے بنیاد ہے۔

مزارات پر حاضری کے احکام و آداب

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر
دور نوشتن ہم چو باشد شیر و شیر

یعنی پاک طینت مردان خدا کے کاموں کا قیاس اپنے اوپر نہ کر، اگر چہ کہ لکھنے میں شیر (درندہ جنگلی جانور) اور شیر (دودھ) دونوں برابر ہیں۔

اولیاءاللہ کے مزارات مقدسہ کی زیارت وحاضری:

1۔ صحابی رسول حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی والدہ (سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی قبر کی زیارت کی۔ آپ ﷺ نے وہاں گریہ فرمایا اور جو صحابہ کرام آپ کے ساتھ تھے، وہ بھی روئے۔ (صحیح مسلم، کتاب الجنائز، حدیث نمبر 2258)

2۔ محدث ابن ابی شیبہ (مصنف ابن ابی شیبہ) نے روایت کیا کہ حضور انور نور مجسم ﷺ ہر سال شہداء احد کی قبروں پر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ حضور اقدس ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ہر سال شہداء کی قبروں پر تشریف لے جایا کرتے تھے اور ان کو سلام فرماتے تھے (اپنی زیارت و برکات سے انہیں سرفراز فرماتے تھے) اور چاروں خلفاء کرام بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

(فتاویٰ شامی جلد اول باب زیارت القبور)

یعنی خلفائے راشدین نے بھی اپنے اپنے دور خلافت میں سالانہ شہداء اُحد

کی قبروں پر جا کر سنت نبوی ﷺ کو زندہ رکھا۔ اگر آج ہم کسی بزرگ شخصیت کا سالانہ عرس منعقد کریں اور اجتماعی طور پر مزار مقدس پر حاضر ہو کر فاتحہ پڑھیں اور فیوض و برکات حاصل کریں تو تنقید کا نشانہ کیوں بنایا جاتا ہے؟ مزارات اولیاء اللہ کی زیارت سے کوئی اہل سنت و جماعت میں سے ایسا نہیں جو کہ روکے یا ٹوکے، ہاں جو روکے یا ٹوکے وہ اہل سنت و جماعت میں سے نہیں ہوگا یقیناً خارجی نجدی فرقے سے اس کا تعلق ہوگا۔

ایک اور حدیث نبوی ملاحظہ فرمائیں جس میں صرف بزرگانِ دین نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کی قبروں کی زیارت کا حکم عام ہے۔

3۔ نبی اکرم، نور مجسم، شافع محشر، ھادی عالم ﷺ نے فرمایا:

میں نے تم کو پہلے زیارت قبور سے منع فرمایا تھا، ''الافَزُوْرُوْھا''، اب ضرور زیارت کیا کرو۔ (مشکوٰۃ باب زیارت القبور۔ کنز العمال 98 ج8)

اس سے ہر طرح زیارت قبور کا جواز معلوم ہوا خواہ روزانہ ہو یا سال کے بعد اور خواہ تنہا زیارت کی جائے یا جمع ہو کر۔

زیارت کے آداب: کے سلسلہ میں دو احادیث نقل کرتا ہوں:

4۔ بنی کریم روف رحیم آقا ﷺ نے فرمایا: آدمی کو دھکتے کوئلوں کی آگ پر بیٹھنا بہتر ہے، قبر پر بیٹھنے سے۔ (کنز العمال 98 ج8)

5۔ صحابی رسول ﷺ ابن خصاصہ رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث میں بتاتے ہیں کہ اچانک میری نظر ایک شخص پر پڑی جو جوتے پہنے قبرستان سے گزر رہا تھا تو

(اس شخص سے مخاطب ہو کر) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

يَا صَاحِبَ السَّبْتِيَتَيْنِ اَلْقِهِمَا

یعنی اے جوتوں والے! ان کو اتار دے۔

(سنن ابن ماجہ، باب ماجاء فی خلع النعلین فی المقابر)

یعنی حضور پاک ﷺ صحابہ کرام کے ساتھ قبرستان تشریف لے جاتے تھے اور مسلمانوں کی مغفرت کی دعا فرماتے اور ساتھ میں قبروں کی تعظیم و احترام کا درس بھی دیا کرتے تھے۔ حدیث کی کتاب ''سنن ابن ماجہ'' میں قبروں کے احترام بتانے کیلئے ''خلع النعلین فی المقابر'' کا باب باندھا گیا ہے۔ یعنی قبرستان میں جوتے اتار کے احترام سے جاؤ، کیا حدیث کی کتابوں میں مسلمانوں کی قبروں کو مٹانے کا باب موجود ہے؟ ہرگز نہیں۔

ملتا ہے سکون قلب تیرے قدموں میں آکر
تو ہے چین کا سامان، میرے غازی بابا جی

عُرس مبارک کی شرعی حیثیت

بزرگانِ دین کے سالانہ اعراس کی خاص اہمیت ہے، وہ قبولیت کے دن ہوتے ہیں، ان دنوں میں غسل کرکے، پاک صاف لباس زیب تن کرکے، خوشبو مل کر ادب واحترام کو ملحوظ خاطر رکھ کر، باوضو زیارت کرنی چاہئے اور جتنی دیر بیٹھے تلاوت، درود شریف اور فاتحہ خوانی کرنی چاہئے۔ پانی، شربت، دودھ اور لنگر برائے ایصال ثواب تقسیم کرنا اجر وثواب کا کام اور آخرت کا توشہ ہے۔

حضرت شیخ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ عرس کے جواز میں فرماتے ہیں:

اسی پر مبنی ہے مشائخ کرام کے ایام عرس کی حفاظت کرنا اور ان کی زیارت قبور کے پابند رہنا اور میت کے لئے فاتحہ پڑھنے اور صدقہ دینے کو لازم سمجھنا اور تعظیم کا پورا خیال رکھنا۔ (ہمعات)

حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی عرس کے حوالے سے مزید فرماتے ہیں:

مشکوٰۃ ''باب اثبات عذاب القبر'' میں ہے کہ (میت کے پاس قبر میں) جب نکیرین میت کا امتحان لیتے ہیں اور وہ کامیاب ہوتا ہے تو کہتے ہیں: ''تو اُس دلہن کی طرح سو جا جس کو سوائے اس کے پیارے کے سوا کوئی نہیں اٹھا سکتا'' تو چونکہ اس دن نکیرین نے ان کو (بزرگان دین کو) ''عُروس'' کہا۔ اس لئے وہ دن عرس کہلایا۔ یا اس لئے کہ وہ جمال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے کا دن ہے کہ نکیرین پوچھتے ہیں کہ ان کو (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو) کیا کہتا تھا اور وہ تو خلقت کے دُولہا ہیں۔ تمام عالم ان ہی کے دم کی بہار ہے اور وصال محبوب کا دن عرس کا دن ہے لھذا یہ دن عرس کہلایا۔ (جاءالحق)

مزارات سے برکت حاصل کرنا:

اولیاء اللہ کے مزارات مقدسہ پر ہاتھ لگا کر اپنے چہرے پر مل لینا جائز ہے۔ تقریباً ڈھائی سو کتابوں کے مصنف، عارف باللہ، شیخ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ (1143ھ) رقمطراز ہیں:

قبروں پر دونوں ہاتھ رکھنا اور اولیاء کرام کی ارواح طیبہ کے مواضع سے برکت طلب کرنا، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ''جامع الفتاویٰ'' میں ہے قبروں پر ہاتھ رکھنا نہ سنت ہے نہ مستحب لیکن ہم اس میں کوئی حرج نہیں دیکھتے۔ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اگر مقصد خیر کا ہے تو فعل بھی خیر ہوگا۔ دلوں کی باتیں اللہ تعالیٰ کے سپرد ہیں۔ (کشف النور عن اصحاب القبور، ص25)

ہے مگر اس نقش میں رنگ ثبات دوام
جس کو کیا ہو کسی مرد خدا نے تمام

شیخ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

اولیاء اللہ کی قبروں کی زیارت کرو اور وہاں سے فیض کی بھیک مانگو۔ (ہمعات)

گستاخ اولیاء کا انجام:

علامہ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ نے گستاخ اولیاء کے حوالے سے ایک واقعہ نقل کرتے ہوئے فرمایا: شیخ محیٔ الدین ابن عربی قدس سرہ اپنی تصنیف ''روح القدس فی مناصحۃ النفس'' میں حضرت ابوعبداللہ بن زین بابُری اشبیلی کے تعارف

میں فرماتے ہیں:

وہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء میں سے تھے، انہوں نے ایک رات امام ابو حامد غزالی قدس سرہ کے رد میں ابولقاسم بن حمدین کی تالیف کا مطالعہ کیا تو وہ نابینا ہو گئے۔ اسی وقت دربارِ الٰہی میں سجدہ کیا اور عاجزی سے قسم کھائی کہ آئندہ اس کتاب کو نہیں پڑھوں گا اور اسے اپنے آپ سے دور کردوں گا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بینائی لوٹا دی۔ (کشف النور 10)

اولیاء اللہ کی عظمت کے منکر اور شانِ ولایت میں طرح طرح کے نقص تلاش کرنے والے بدنصیب، محروم از فضل رب، لوگوں کی صحبت بد زہر قاتل ہے اور ان کے لٹریچر کے پڑھنے سے بچنا چاہئے۔ ان سے بچنا ایمان کی خیر منانا ہے، ورنہ نحوست ومحرومی ضرور حاصل ہوگی، جیسا کہ مذکورہ واقعہ سے واضح ہو چکا ہے۔

اللہ والوں کی درباوں میں لڑائی جھگڑا، دکھاوا کرنا، شور شرابہ، چیخنا، چلا کر بولنا، نعرے بازی، آتش بازی، نشے آور چیز کھانا اور بے وضو رہنا ناجائز اور سخت بے ادبی ہے۔ درباروں پر منشیات فروخت کرنا سخت حرام ہے۔

یہ غازی یہ تیرے پُر اَسرار بندے
جنہیں تو نے بخشا ہے ذوق خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

(بال جبریل)

کرامات وواقعات

حضرت سید عبداللہ شاہ غازی الاشتر حسنی رضی اللہ عنہ (کلفٹن والے بابا) متعلق ملنے والی کرامات، حکایات، روایات اور واقعات کو یہاں پر جمع کرنے کی کوشش کی ہے:

شہر کراچی

کراچی ایک معروف بین الاقوامی مقام ہے یہ پاکستان کا سب سے بڑا ساحلی اور صنعتی شہر ہے۔ اس شہر کو یہ سعادت حاصل ہے کہ یہاں سادات میں سے ایک بزرگ ہستی کا مزار ہے۔ وہ پہاڑ جہاں آج سے تقریباً تیرہ سو سال پہلے حضرت سید عبداللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ کی تدفین ہوئی۔ آج کلفٹن کہلاتا ہے، مزار شریف پر کراچی کی دو کروڑ آبادی کا ایک بڑا حصہ حاضری دینے آتا ہے۔ جبکہ پاکستان کی اٹھارہ کروڑ آبادی میں ہر صوبے اور ہر شہر میں آپ سے عقیدت رکھنے والے موجود ہیں۔ جبکہ بڑی تعداد میں افراد آپ سے فیض حاصل کرتے ہیں، یہاں آ کر لوگ دل کی مراد پاتے ہیں، منتیں مانگتے ہیں اور ان کے پورے ہو جانے پر مزار شریف پر آ کر حاضری دیتے ہیں اور منتیں چڑھاتے ہیں۔

(والی ساحل ۔۔۔۔۔ حضرت بی بی ماروی صاحبہ)

سمندری طوفان

کراچی شہر کی رونقیں بھی آپ کے ہی کے دم سے قائم ہیں۔ یہ آپ ہی کی کرامت ہے کہ کراچی شہر کئی بار تباہ ہونے سے بچ گیا۔ آج سے تقریباً ایک عرصہ پہلے بروز ہفتہ 31 اگست 1985ء کراچی میں ایک سمندری طوفان کی آمد یقینی تھی ایسے میں جس روز طوفان آنا تھا خاص کر سمندری علاقے کے مقیم افراد اپنا خاص خاص سامان لے کر گھروں سے بھاگ کھڑے ہوئے تھے جبکہ ساحل سمندر کا قریب تر علاقہ تو بالکل خالی کرالیا گیا تھا۔ یہ آپ ہی کی کرامت تھی کہ طوفان کراچی کے ساحل پر پہنچنے سے پہلے ہی بیچ راستے سے پلٹ گیا اور اہلیان کراچی کو اس آفت سے نجات ملی۔ (ایضاً)

چشمہ کرامت

حضرت سیدنا عبداللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت سے آپ کے چشمہ کا پانی ساحلِ سمندر ہونے کے باوجود آج بھی میٹھا اور صحت بخش ہے اور چودہ سو سال سے لوگ اپنی پیاس بجھا رہے ہیں۔ حضرت ماروی صاحبہ لکھتی ہیں:

آپ کی کرامت یہ ہے کہ نمکین (کھارے) پانی کے درمیان سمندر کے عین کنارے پر میٹھے پانی کا چشمہ جاری ہوا۔ روایت ہے کہ آپ کے مریدین نے آپ کو پہاڑی پر تدفین کرنے کے بعد مزار شریف کے قریب ہی سکونت اختیار کرلی لیکن میٹھا پانی نہ ہونے کی وجہ سے ان کو سخت مشکل کا سامنا تھا، قرب وجوار میں میٹھے پانی کی تلاش میں مایوسی کے عالم میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں اپنے پیرو مرشد حضرت سیدنا عبداللہ شاہ غازی کا واسطہ دے کر اللہ سائیں سے دعا مانگی اور

پانی کی درخواست کی چنانچہ دوسرے روز آپ ایک بزرگ مرید کے خواب میں تشریف لائے اور یہ خوشخبری دی کہ اللہ سائیں نے تم سب کی مشکل آسان کردی ہے، تمہارے لئے پہاڑی کے نیچے میٹھے پانی کا چشمہ جاری کردیا گیا ہے۔

نماز فجر کے بعد بزرگ مرید نے باقی پیر بھائیوں سے اپنا خواب بیان کیا جب تمام ساتھیوں نے جاکر دیکھا تو سبحان اللہ پہاڑی کے نیچے ایک مقام پر ٹھنڈے میٹھے پانی کا چشمہ جاری تھا۔

اب چشمہ کے باہر لوہے کی جالیاں لگوادی گئی ہیں۔ آج تقریباً چودہ صدیاں گذر جانے کے باوجود بھی چشمہ کا پانی ویسے ہی جاری ہے اور ساتھ ہی خلق خدا کو آپ کی کرامت و مقام مرتبہ کا ثبوت پیش کررہا ہے۔ (ایضاً)

چِلّہ گاہ

اسلام کے فروغ اور عبادت الٰہی کے ساتھ ساتھ اکثر اوقات حضرت سیدنا عبداللہ شاہ غازی حسنی الاشتر رحمۃ اللہ علیہ (خود احتسابی، تصفیہ قلب، تزکیہ نفس کیلئے) چلہ کشی بھی کیا کرتے تھے۔

یہ چلہ گاہ چشمہ کرامت کے پائتی جانب ہے اور سطح زمین سے تقریباً پانچ فٹ گہرا ہے، اس مقام پر مصلیٰ بچھا ہوا ہے۔ 1970ء کی دہائی میں آپ کے ایک عقیدت مند نے اس کو از سر نو مرمت کروایا تھا۔ (ایضاً)

بوقت جان کنی یارب! نظر جب آسمان پر ہو
بفیضانِ محمد ﷺ ذکر تیرا ہی زبان پر ہو

(شاہ)

خوشبو کی منّت

یہاں خوشبو سے مراد عطر اور اگربتی وغیرہ ہیں۔آپ کسی بھی جائز مراد کیلئے منت مانیں کہ فلاں کام ہو جانے پر آپ کے دربار شریف پہ حاضر ہو کر حسب توفیق اگربتی کی دھونی دیں گے۔یا دربار شریف پہ روضہ کے چاروں اطراف عطر لگائیں گے، مراد پوری ہونے پر جتنا جلدی ممکن ہو منت پوری کریں۔خوشبو کی منت ضرور پوری ہوتی ہے کیونکہ کہا جاتا ہے کہ اللہ سائیں کے برگزیدہ بندوں کے دربار پہ رات دن لوگوں کے علاوہ غیبی مخلوق (رجال الغیب) بھی حاضر ہوتی ہے۔ان کے علاوہ فرشتے اور جنات وغیرہ بھی حاضر ہوتے رہتے ہیں۔پھر ایسے میں مزارات مقدسہ پہ خوشبو کا اہتمام کیا جائے تو سب کو بھلا لگے گا۔(ایضاً)

لڈوؤں کی منّت

حضرت ماروی صاحبہ حضرت غازی بابا کی دیوانی ہیں، برسوں سے اس دربار گوھر بار پر حاضر ہوتی رہتی ہیں، ان کا مشاہدہ و معلومات نہایت وسیع ہے، وہ سلسلہ طریقت بھی رکھتی ہیں اور آستانہ بھی چلاتی ہیں (اللہ سائیں انہیں سلامت باکرامت رکھے) وہ لکھتی ہیں:

حضرت سیدنا عبداللہ شاہ غازی کے دربار شریف پہ ہر وقت لوگوں کا ہجوم لگا رہتا ہے اگر آپ کا دربار شریف پہ آنا جانا ہے اور آپ وہاں دس منٹ بھی رکیں تو آپ دیکھیں گے کہ ہر تیسرے بندے کے ہاتھ میں مٹھائی کا ڈبہ ہے، یہ منت اس طرح اٹھائی جاتی ہیں کہ آپ اپنے دل میں کوئی بھی جائز منت مان لیں یا دعا

کریں کہ اے اللہ! میں اس وقت آپ کے ایک برگزیدہ ہستی کے دربار پہ حاضر ہوں جنہوں نے تبلیغ دین، اشاعت طریقت اور رشد و ہدایت کے لئے اپنی زندگی وقف کردی تھی۔ آج میں اس بزرگ کے دربار پر رسول پاک ﷺ کا وسیلہ بناتے ہوئے یہ دعا (کرتی یا کرتا) ہوں کہ میرا فلاں (فلاں کی جگہ اپنا کام و حاجت بیان کرے) کام ہوجائے تو میں اس خوشی میں حضرت سیدنا عبداللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ کے دربار پر آکر 15 لڈوں کا چڑاوا (دوں گی۔ دوں گا) آپ دیکھیں گے کہ ان شاءاللہ 12 دن کے اندر آپ کی مراد پوری ہوجائے گی۔

مراد پوری ہونے پر آپ پندرہ لڈو لے کر دربار مقدسہ پر باوضو حاضر ہوں سب سے پہلے فاتحہ پڑھیں اس کے بعد اللہ سائیں کا شکریہ ادا کریں کہ اللہ سائیں نے رسول پاک ﷺ کے صدقے میں اس دربار پہ میری مراد پوری کی۔

لڈوؤں کی منت کسی بھی جائز مراد کیلئے ہوسکتی ہے (ایضاً)

باجرے کی منّت

حضرت غازی ملت سیدنا عبداللہ شاہ غازی حسینی قدس سرہ کی درگاہ شریف پر سالہا سال کبوتروں کا ایک ہجوم نظر آتا ہے مگر حیرت کی بات یہ ہے کہ کبوتروں کی گندگی کہیں بھی نظر نہیں آتی۔ جو لوگ اس درگاہ پر آتے ہیں خاص طور پر وہ جن کی شادی نہیں ہوتی، وہ یہ منت مانتے ہیں کہ اگر سیدنا عبداللہ شاہ غازی کی برکتوں سے ان کی شادی ہوجائے تو وہ ان کبوتروں کو باجرہ ڈالیں گے اور ان کے پیالوں

کو پانی سے بھریں گے۔ یہ دیکھا گیا ہے کے منت ماننے والے اس منت کے پورا ہونے پر اپنے اپنے جوڑوں کیساتھ نہایت عقیدت سے حاضری دینے کے بعد کبوتروں کو باجرہ کھلاتے ہیں، پانی ڈالتے ہیں۔

اس طرح اللہ سائیں نے ان کبوتروں کیلئے بھی ہمہ وقت ان زائرین میں سے ہی خدمت گار مہیا کر دیئے ہیں۔ (ایضاً)

کتابوں کی منّت

کتابوں کی بھی منّت مانگی جاسکتی ہے کہ یا اللہ کریم! حضرت غازی بابا کے وسیلے سے ہماری دعائیں قبول فرما، توبہ کی توفیق عطا فرما، بُرائی سے نفرت اور نیکی کی رغبت عطا فرما اور ہمیں نمازی پرہیز گار، نیکو کار مسلمان بنا، کثرت سے درود شریف پڑھنے والا عاشق رسول بنا۔ حضرت عبداللہ شاہ غازی بابا کی زیارت و فیض سے فیضیاب فرما اور ہماری فلاں جائز حاجت (کا نام لینا چاہئے) پوری ہو جائے تو ہم حضرت غازی بابا کی تعلیمات و فیض کو عام کرنے کیلئے کتاب "انوار عبداللہ شاہ غازی" کی پچاس کاپیاں یا حسبِ توفیق خرید کر پڑھنے والے زائرین میں تقسیم کروں گا اور جب منّت پوری ہو جائے تو دربار شریف پر حاضر ہو کر منت کو پورا کرے۔

چادریں چڑھانا

ہمارے ہاں زیادہ تر لوگ ان برگزیدہ ہستیوں سے عقیدت کا اظہار کچھ اس طرح سے کرتے ہیں کہ مزار شریف پر چادریں چڑھاتے ہیں، گلاب، گیندے،

رابیل کے پھولوں کا نذرانہ دیتے ہیں۔ کچھ لوگ دربار پہ جا کر فاتحہ کے بعد اپنی جائز مراد کے لئے دعا کرتے ہیں اور منت مانتے ہیں کہ اگر ہمارا ''فلاں'' کام ہو جائے تو ہم مزار شریف پہ آ کر چادر چڑھائیں گے۔

دربار غازی بابا کے باہر دکانوں پہ چادریں مل جاتی ہیں لیکن بعض لوگ اپنی عقیدت کا اظہار کچھ اس طرح کرتے ہیں کہ خود چادر کیلئے قیمتی کپڑا خرید کر کے چادر تیار کرواتے ہیں ان پر اپنی ثقافت کے مطابق گوٹے یا کڑھائی وغیرہ کا کام کرواتے ہیں۔ اس طرح بہت ہی خوبصورت چادر چڑھا کر اپنی عقیدت و محبت کا زبردست اظہار کیا جاتا ہے۔ (ایضاً)

یہاں پر ایک وضاحت کرنا نہایت ہی ضروری سمجھتا ہوں کہ ضرورت سے زیادہ چیز استعمال نہیں کرنی چاہئے مثال کے طور پر ایک خوبصورت جاذب نظر چادر ڈالی ہوئی ہے مزید چادریں نہیں ڈالی جائیں، پھول ڈالے ہوئے ہیں مزید ڈالنا زیادتی ہوگی، بے تحاشہ ڈالنا اسراف میں شمار ہوگا۔ لنگر اتنا لانا چاہیئے کہ زائرین کھا سکیں، ضایع نہیں کرنا چاہئے۔ اسلام اعتدال کا درس دیتا ہے، فضولیات سے منع کرتا ہے، جہاں نعمت ضایع ہوگی وہاں آپ کا پیسہ ضایع ہوگا۔ اس طرح مساجد میں ضرورت سے زیادہ قرآن مجید کے نسخے اور تسبیحات لانا اجر نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عقل دی ہے اپنی عقل استعمال میں لائیں تا کہ کوئی بھی نعمت ضایع نہ ہو، جیسا کہ دیکھا گیا ہے کہ چڑھے ہوئے پھول اور چادریں زیادتی کی وجہ سے دوبارہ اسی دوکانوں پر جا کر فروخت ہوتی ہیں۔ اس سے کوئی ثواب حاصل نہیں ہوتا۔ کوئی بھی کام فارمیلیٹی کے طور پر نہیں ہونا چاہئے بلکہ اپنی ذمہ

داری نبھانے کے طور پر ہونا چاہئے۔ بلاضرورت چیز استعمال کرنا اسراف میں شمار ہوگا۔ دیکھ کر ضرورت محسوس کرتے ہوئے بڑی ذمہ داری سے کام کیجئے۔ دیکھ لیجئے ایصال ثواب کے اور بھی طریقے ہیں، صاحب مزار کو ثواب پہچانے کیلئے، جہالت و بے دینی کو ختم کرنے کیلئے اصلاح عقائد واعمال کی دینی کتب خرید کر کے عوام میں تقسیم کریں۔ یقین کیجئے بے جا پھول و چادروں سے اِس میں زیادہ ثواب ہے، اس سے صاحب مزار کی روح مبارک بہت ہی آپ سے خوش ہوگی کیونکہ انہوں نے ساری زندگی دین کی تبلیغ، طریقت کی اشاعت، واعظ ونصیحت، مسجد و مدرسہ کی تعمیر اور دینی وروحانی تعلیم وتربیت ہی میں بسر فرمائی تھی۔ ہماری دعا ہے کہ دربار میں اہل سنت کا مدرسہ بھی قائم ہوجائے۔

مرد عارف وجود خاکی کو
کسوتِ آئینہ بناتا ہے
پھر اس آئینے میں رُخ محبوب
اپنا جلوہ انہیں دکھاتا ہے
(شاہ بھٹائی)

لنگر عام

حضرت سیدنا عبداللہ شاہ غازی حسنی نوراللہ مرقدہ کی درگاہ شریف پر ہر جگہ سے، ہر شہر سے، کراچی کے محلے محلے سے لوگ حاضری دینے آتے ہیں۔ درگاہ کے نیچے ہی دکانیں ہیں جہاں دکاندار دیگیں پکا کر رکھتے ہیں، جو مناسب داموں

میں گاہکوں کو دیتے ہیں۔ دور دراز سے آنے والوں کے لئے چاول، روٹیاں اور سالن پکوا کر لانا مشکل ہوتا ہے لھذا لوگ اپنی اپنی جیب کے حساب سے منتیں مانگتے ہیں کہ اگر ہمارا مسئلہ حل ہو جائے، ہماری حاجت پوری ہو جائے تو ہم میٹھے یا نمکین چاولوں کی دیگ غازی بابا کے نام سے مسافر و غریب لوگوں میں بانٹیں گے۔ جب منت پوری ہو جاتی ہے تو لوگوں کو منت پوری کرنے کیلئے درگاہ شریف پر آ کر چاول خرید کر وہاں موجود لوگوں (زائرین) کو لنگر کھلاتے ہیں۔ ان کھانوں کے متعلق منتوں کے پورا ہونے میں اللہ سائیں کا یہ بھی بھید چھپا ہوا ہے کہ صاحب مزار کے حاضری کے لئے دور دراز سے جو مسافر آتے ہیں ان کے لئے ایسی منتوں کی ادائیگی کے ذریعے بھوک مٹانے کا بندوبست ہو جاتا ہے۔

(والی ساحل 86 مطبوعہ کراچی 2009)

گوشہ عافیت

اس شہر کراچی میں جہاں زندگی مادیت میں الجھی ہوئی ہے، جہاں کوئی کسی کا دکھ درد سننے کے لئے فارغ نہیں ہے۔ نفسا نفسی کا سماں ہے، انسان اور انسانیت کی قدر کم ہوگئی ہے۔ دھوکہ، دغا، چوری، لوٹ مار کا بازار گرم ہے۔ محبت اُخوت، رواداری، اِیثار، احسان مفقود ہو چکے ہیں۔ حضرت سیدنا عبداللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار شریف ایک ایسا گوشۂ عافیت ہے جہاں پہنچ کر لوگ اپنی ساری مرادیں بیان کر کے، تکالیف کا اظہار کر کے، نقصانات کی تفصیل بتا کر واپس جاتے ہیں تو اتنا ہلکہ محسوس کرتے ہیں جیسا کہ وہ مسائل حل ہو گئے ہوں۔ دل میں

عجیب سا سکون، طمانیت اور طبیعت میں بسط، مرجھائے چہرے جاتے وقت، کھِلے ہوئے اور مسکراہٹیں بکھیرتے نظر آتے ہیں۔

(محمد نواز تشنہ، سوانح حیات صفحہ 23 مطبوعہ کراچی)

میں فقط تیرے سَر کا طالب ہوں
ہاتھی گھوڑے مجھے نہیں درکار

(شاہ لطیف)

منتوں کی قسمیں

یاد رہے منتیں صرف کھانے پینے تک نہیں ہوتی بلکہ اِس سے اُس بزرگ کی تعلیمات کو فروغ بھی دیا جا سکتا ہے مثلاً: حضرت غازی بابا پر لکھی ہوئی لاجواب کتاب ''انوار عبداللہ شاہ'' حضرت حافظ سید محمد عثمان مروندی لعل شہباز قلندر پر ''شہباز ولایت'' حضرت محبوب سبحانی پر ''انوار غوث اعظم'' حضرت امام ابوحنیفہ پر ''انوار امام اعظم'' حضرت پیر سائیں روضے دھنی، قدس سرہ پر ''آفتاب ولایت'' اور حضرت سیدنا امام حسین پر ''محرم اور اس کے تقاضے'' میاں محمد بخش کھڑی شریف پر ''شیخ کشمیر'' وغیرہ کتابیں خرید کر کے اپنے حلقہ احباب میں تقسیم کردوں گا، بزرگ یا رشتہ دار کو ثواب پہچانے کی نیت سے کنواں کھدواؤں گا، یتیم کی سرپرستی کرونگا، غریب طالب علم کی مدد کروں گا، مسجد و مدرسہ تعمیر کرواؤں گا، ختم قرآن، سات مرتبہ یٰسین شریف، 21 مرتبہ سورۃ اخلاص، 12 مرتبہ دورد تاج شریف، 41 مرتبہ سورۃ فاتحہ، 41 مرتبہ درود تنجیا وغیرہ وغیرہ پڑھائی کروں گا،

شب بیداری کر کے سوالا کھ درود شریف، سوالا کھ کلمہ طیبہ، 41 روز تک نماز تہجد پڑھوں گا اور اس کا اجر و ثواب مثلاً غازی بابا کی روح مبارک کی نذر کروں گا۔

الغرض ظرف ظرف کی بات ہے، ہر ایک آدمی اپنے ظرف مطابق عمل کر سکتا ہے۔

خدا کو یاد کر بہر خُدا تُو
کہیں تجھ کو نہ لے ڈوبے یہ طوفان
نہیں آرام کا یہ وقت غافل!
کہ ہر سُو ہے ہجوم برقِ وباراں
جو بے پرواہ رہا اِن آفتوں سے
اُسے ہونا پڑا آخر پشیماں
بچا ہے کون گردابِ اجل سے
سلامت اس کی زد سے کس کی ہے جاں
(شاہ)

کھویا ہوا راستہ مل گیا

سید اسد علی (حال ساکن کورنگی 1.1/2 کراچی) بتاتے ہیں کہ ان کی بہنیں اور ایک بہنوئی کلفٹن گئے تھے۔ ان کی دو بہنوں نے کسی کتاب میں پڑھا تھا کہ عورتوں کا مزارات پر جانا منع ہے۔ تو یہ لوگ درگاہ حضرت سید عبداللہ شاہ غازی

کے مین گیٹ سے واپس مڑ گئے اور ساحل پر چلے گئے، وہاں جا کر بچوں کی چپلیں اور ہمشیرہ کا پرس کھو گیا، تفریح کی جگہ وہ پریشانی میں مبتلا ہو گئے۔ اور واپسی میں راستہ کھو بیٹھے یہاں تک کہ راستہ اور سواری کیلئے ٹرانسپورٹ کچھ بھی نہیں مل رہا تھا، گھبراہٹ میں مارے مارے پھر رہے تھے، پھر پانی پینے ایک مسجد پہنچے تو وہاں سے بھی بھگا دیا۔ وہاں پر ننگے پاؤں پیاسے بھوکے پریشانی میں کھڑے تھے کہ ہمشیرہ کو درگاہ کی لائٹ نظر آئی (روحانی مدد پہنچ گئی) ہمشیرہ نے بابا صاحب کو مخاطب ہو کر کہا:

''بابا صاحب! ہم سے غلطی ہو گئی ہے، ہم کو معاف کر دیں پھر ایسی کوتاہی نہیں ہو گی۔'' وہ لوگ درگاہ شریف پر حاضر نہیں ہوئے تو وہاں ان کو کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا سوائے درگاہ کی لائٹ کے۔ اس کے بعد درگاہ پر حاضری دی اور رو رو کر معافی مانگی کہ ہم سے غلطی ہو گئی ہے ہمیں معاف کر دیں۔

درگاہ شریف کی حاضری کے بعد جب یہ لوگ باہر آئے تو انہیں راستے اور ٹرانسپورٹ سب نظر آنے لگے اور آسانی سے اپنے گھر پہنچ گئے۔ یہ واقعہ 2007ء کا ہے۔ (فقیر طاہر قادری، واٹر پمپ کراچی)

صدا آتی ہے یہ تسبیح کے ہر ایک دانے سے
نبی ﷺ کا فیض بٹتا ہے، ولی کے آستانے سے

☆

خود سے دروازہ کھل گیا

الحاج شمیم الدین بدایونی (پاکستان ہاؤس نارتھ ناظم آباد کراچی) نے جوانی میں جمعیت علماء پاکستان، جماعت اہل سنت پاکستان میں علماء اہل سنت کے ساتھ تنظیمی کام کیا۔ ماہنامہ ترجمان اہل سنت کراچی میں کام کیا۔ مولانا محمد شفیع اوکاڑوی، علامہ عبدالمصطفیٰ ازھری، علامہ محمد حسن اشرفی، مولانا غلام دستگیر افغانی ؛ورقاری رضاء المصطفیٰ اعظمی سے گہرے مراسم اور قریبی تعلقات تھے۔

بعد میں مسلم لیگ میں کام کیا۔ مذہبی امور، اوقاف اور عشر وزکوٰۃ کے محکموں میں وزارت کا قلمدان سنبھال چکے ہیں اور نگران وزیر اعلیٰ سندھ بھی رہ چکے ہیں۔

وہ بتاتے ہیں: غالباً 1972ء کا زمانہ اور رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ جمعیت علمائے پاکستان کا کام کرتے کرتے مجھے رات دیر ہوگئی، گھر جانے کے بجائے میں کچھی میمن مسجد صدر کراچی، قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کے آستانے پر چلا گیا، مجھے علم تھا کہ حضرت نورانی میاں جناح جامع مسجد میں تراویح پڑھانے کے بعد اپنے آستانے پر آنے والوں سے ملاقات کرتے ہیں اور اس کے بعد حافظ کو قرآن پاک کا ایک دو پارے بھی سناتے ہیں اور اس کے بعد سحری کرتے ہیں۔ لیکن اس روز معمول کے خلاف جیسے ہم پہنچے، قائد اہل سنت نے فرمایا: بھی چلو، حضرت سید عبداللہ شاہ غازی قدس سرہ کی زیارت کو چلتے ہیں۔ جب آپ دربار شریف (کلفٹن) پر پہنچے تو محکمہ اوقاف کا مینیجر دوڑتا ہوا آیا اور کہنے

لگا کہ حضرت! دربار گیارہ بجے بند ہو جاتا ہے، بعد میں کھولنے کا حکم نہیں، اگر آپ کہیں تو میں کھول دیتا ہوں لیکن میرے لئے مسئلہ بن سکتا ہے۔

آپ نے فرمایا: تم رہنے دو۔ آپ سیڑھیاں چڑھ کر مزار شریف کے دروازے پر جا کر دروازہ بجا کر زور سے کہا:

''بلاتے بھی ہو اور ملتے نہیں ہو۔''

آپ کا یہ کہنا تھا کہ تالا ٹوٹ کر گر گیا اور حضرت کے ساتھ ہم بھی اندر داخل ہو گئے، سلام پیش کیا، فاتحہ خوانی کی اور واپس ہو گئے تو پھر سے تالا سابقہ حالت میں جڑ گیا۔ سبحان اللہ

تو ہے ولیوں میں ممتاز، جانِ داتا و شہباز
تیری شوکت تیری شان، میرے غازی بابا جی

غازی بابا کا عرس مبارک

کون کہتا ہے کہ اولیاء مرگئے
قید سے چھوٹے وہ اپنے گھر گئے

حضرت سیدنا عبداللہ شاہ غازی الاشتر نے اپنی زندگی کے آخری بارہ سال(12)سرزمین سندھ میں اسلام کے فروغ میں صرف کئے اورصدہا سندھیوں کومشرف بااسلام کیا۔آپ نے اپنے وطن کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہااور سرزمینِ سندھ کواس طرح اپنایا کہ آپ کی آخری آرام گاہ کا شرف بھی اس کے حصے میں آیا۔

آپ کا عرس مبارک 22-21-20 ذی الحجہ کو ہر سال بڑی عقیدت و احترام سے دربار شریف پر منایا جاتا ہے۔ بڑی تعداد میں عقیدت مند دور دراز کا سفر طے کر کے عرس میں شامل ہوتے ہیں، اس موقع پر زائرین کا جم غفیر نظر آتا ہے جبکہ مزار شریف کے اندرونی دروازہ سے روضہ مبارک تک جانے والی سیڑھوں پر لوگوں کی نہ ٹوٹنے والی قطاریں ہوتیں ہیں۔

اس موقع پر مختلف رسومات ادا کی جاتی ہیں، درگاہ کمیٹی کی جانب سے محفل واعظ ونصیحت ،ایک ہال میں کانفرنس، حمد ونعت اور مناقب غازی بابا نہایت عقیدت سے پڑھی جاتی ہیں۔علماء ومشائخ اہل سنت اور مشاہیر دور دراز علاقوں سے آکر حاضری دیتے ہیں۔لنگر تقسیم ہوتا ہے چادریں اور پھول چڑھائے جاتے

ہیں۔عرس مبارک کے موقع پر یہاں پر بڑی تعداد میں غریب لوگ بھی درگاہ کے قرب و جوار میں آ کر آباد ہو جاتے ہیں۔ درگاہ کے باہر سڑک کی دونوں جانب ان کے ڈیرے ہوتے ہیں۔ درگاہ سے انہیں ہر روز اتنا کچھ ملتا ہے کہ صرف ان کے کھانے کی ضرورت ہی پوری نہیں ہوتی بلکہ وہ بہت کچھ جمع کر کے بھی لے جاتے ہیں، کئی ایسے غریب افراد بھی ہیں جو اپنے پورے کنبوں کے ساتھ اندرونِ سندھ اور پنجاب سے خاص عرس کے موقع پر یہاں آتے ہیں اور عرس کے بعد بھاری تعداد میں مال جمع کر کے اپنے علاقوں کو لوٹ جاتے ہیں۔

(والی ساحل 74)

اللہ والوں کی کیا شان ہے؟ ذرا سوچیں کہ یہ کس قدر غریب پرور و غریب نواز ہوتے ہیں، ظاہری زندگی بھی دکھی انسانیت اور غربا و مساکین کی پرورش فرمائی اور بعد وصال بھی ان کی درباروں سے سائلین جھولیاں بھر بھر کے لے جاتے ہیں اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا اور ان کی تعداد کا کوئی حساب لگا سکتا ہے؟ اولیاء اللہ کے علاوہ ایسا فلاحی، رفاہی، بے لوث کام کوئی اور کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

غواص محبت کا اللہ نگہباں ہو
ہر قطرہ دریا میں، دریا کی ہے گہرائی

☆

روشنی

(اعتراضات کے جوابات)

جنس نایاب محبت کو پھر ارزاں کردے
ہند کے دیر نشینوں کو مسلمان کردے

بعض لوگوں کے قلوب اولیاء اللہ کے حقوق اور اہل بیت کی محبت سے اس قدر فارغ ہو چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کو اپنی نفسانی ترازو میں تولتے ہیں، نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ شیشہ میں اپنی ہی تصویر نظر آنے لگتی ہے۔ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے بندوں کی محبت وعقیدت کو دل میں بٹھایا، ان پر آفاقی نعمتوں کی بارش ہونے لگتی ہے۔ گستاخ و بے ادب، واردات قلبی، کشوفات روحانی اور سوز و گداز وجدانی جیسی دولت عرفانی سے سراسر محروم ہوتے ہیں اور بے ادبی کی نحوست میں ڈوبے رہتے ہیں کہ انہیں راہ مستقیم نظر نہیں آتی۔

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کردے
دہر میں اسم محمد ﷺ سے اُجالا کردے

حضرت سید عبداللہ شاہ غازی نور اللہ مرقدہ اہل بیت کرام سے ہیں، ولی کامل ہیں دوسری صدی کے بزرگ ہیں، حجاز مقدس سے سندھ تشریف لاکر اسلام کی دعوت وتبلیغ کا کام کیا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بندگی اور حضور پاک ﷺ کی محبت و احترام کا درس دیا،، بھٹکے ہوؤں کو راہ دی، اور ذکر اللہ کی محافل برپا کیں یہاں تک کہ آپ کے صحبت یافتوں کی شبیں اللہ تعالیٰ کے ذکر میں بسر ہونے لگیں۔

یہ نغمہ فصل گل و لالہ کا نہیں پابند

بہار ہو کہ خزاں لا الٰہ الّا اللہ

اس کے باوجود بعض لوگوں نے آپ کی شان نہیں پہچانی اور حقوق ادا نہیں کیے اور طرح طرح کی نازیبا باتیں لکھیں مثلاً:

1. مولوی عبدالحلیم شرر لکھنوی غیر مقلد (متوفی 1926ھ) مشہور افسانہ نگار اور ایڈیٹر بھی تھے، نے سید الاولیاء حضرت سید عبداللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا ہے:

عبداللہ الاشتر اپنے رفقاء کے ساتھ پناہ گزین تھے اور رات دن سیر و شکار میں مشغول رہا کرتے تھے۔

(تاریخ سندھ 243 مطبوعہ سٹی بک پوائنٹ کراچی 2007ء)

بزرگ و علمی شخصیت کا تذکرہ اس طرح عام زبان میں ہوتا ہے کہ عزت و احترام کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوئی، ان کو اس طرح پیش کیا ہے جس طرح سعودی حکمرانوں کے نجدی شیخ زادے جو کہ عیاشی کیلئے نایاب پرندوں کا شکار کرتے ہیں اور شب و روز معصیت و عیاشی میں گذارتے ہیں (اللہ کی پناہ)۔

کیا حضرت شب و روز تفریح و شکار میں مصروف رہا کرتے تھے یعنی عبادت و حقوق سے غافل تھے؟ سیدہ فاطمہ کے لال پر اس طرح الزام تراشی کرتے ہوئے ذرا سی بھی عار محسوس نہیں ہوئی کہ میں کس کی بُرائی بیان کرتا ہوں جو کہ دو جہاں کے مالک ﷺ کا نواسہ ہے۔ اللہ اکبر

2. اسی شرر خارجی نے دوسرے مقام پر اپنے قلم سے مزید شرارت کی ہے:

عبداللہ کی زندگی اگرچہ چند روز سے ایک امن و امان کے سکوت اور شاہانہ

عیش و عشرت میں بسر ہو رہی تھی۔ (ایضاً صفحہ 244)

عابدوں ساجدوں اور متقیوں کے سردار کے متعلق کیا تاثر قائم کرنا چاہتا تھا، کس طرح عامی و بازاری انداز میں تعارف کروا رہا ہے۔ یہ درست ہے کہ اندر کا بغض چھپے نہیں چھپتا، جو اندر ہوتا ہے وہ ظاہر ہو کر رہتا ہے۔ افسانہ نویس جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کیلئے لفظوں کی تراش خراش خوب نبھاتا ہے، اپنے امیروں کبیروں کی خوشنودگی حاصل کرنے کے لئے انہیں ادب آداب سے مخاطب ہے اور ان کی دلجوئی کیلئے ان کو بڑے بڑے خطابات دینے سے گریز نہیں کرتا کیونکہ وہیں سے مالی اِعانت ہوتی ہے، دنیاوی مفادات پورے ہوتے ہیں۔ ایک چھوٹی سی مثال ملاحظہ کیجئے، وہ قلم سے لکھتے ہیں:

عالی جناب آنربیل نواب عماد الملک مولوی سید حسین بلگرامی ادام اللہ اقبالہ ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن دولت (حکومت) آصفیہ علم و فضل اور نیز باعتبار قومی خدمات بجا لانے کے مسلمانوں کے سچے بہی خواہ اور قوم کے سرتاج ہیں۔ (ایضاً 5)

دونوں عبارات کا جائزہ لیں، فرق صاف ظاہر ہے، کن سے محبت ہے، اور کن سے لاتعلقی ہے۔ اہل بیت کرام سے لاتعلقی اور ستانے کی مثال یزید کی صورت میں سامنے ہے اس کے باوجود وہی غلطی بار بار کیوں دہرائی جا رہی ہے۔ اس لئے کہ اہل بیت کرام کے ساتھ غلامی کا تعلق نہیں رہا۔

عقل مدّت سے ہے اس پیچاک میں اُلجھی ہوئی!
روح کس جوہر سے؟ خاک تیرہ کس جوہر سے ہے؟

(اقبال)

3. شاہانہ عیش وعشرت تو نظر آیا لیکن اللہ کے ولی میں کوئی خوبی انہیں نظر نہیں آئی۔ آگے گوہر افشانی سنئے کہ شرر کا قلم کیا کیا گُل کھلا رہا ہے:

عمر بن حفص (گورنر سندھ) ہی کے زمانہ سے بلاد سندھ میں شیعیت کا رواج ہوا۔ اس لئے کہ اول تو خود عمر خیالات شیعیت رکھتا تھا اور عبداللہ اشتر کے ہاتھ پر بیعت کرا کے اس نے اکثر مسلمانانِ سندھ کو شیعہ بنا دیا۔ (ایضاً 241)

اس عبارت سے درج ذیل اعتراضات قائم ہوتے ہیں:

1۔ دوسری صدی ھجری میں سندھ میں شیعیت کا رواج ہوا جو کہ بالکل بے بنیاد الزام ہے۔ جس کا کوئی تاریخی ثبوت نہیں۔

2۔ پہلے حضرت عمر پر الزام لگایا کہ وہ شیعہ تھے پھر ثبوت دینے کی کوشش کی کہ وہ اس لئے شیعہ تھے کہ ان کے مرشد شیعہ تھے۔

3۔ اکثر مسلمانان سندھ کو شیعہ بنا دیا۔

نہ مرید باوفا شیعہ تھے اور نہ ہی مرشد کامل شیعہ تھے جب دونوں شیعہ ہی نہ تھے تو پھر اکثر مسلمانوں کو شیعہ کس نے بنا دیا؟

کیا اہل بیت کرام شیعہ ہیں؟ کیا بارہ امام شیعہ تھے؟ کیا حب اہل بیت کا نظریہ شیعوں کی اِیجاد ہے؟ جب ایسا قطعی نہیں ہے تو شرر کی نری جہالت ثابت ہوتی ہے۔

خِرد کا نام جنوں رکھ دیا، جنوں کا خِرد
جو چاہے آپ کا حُسن ''کرشمہ'' ساز کرے

4. رحیم داد مولائی شیدائی (سکھر) نے جنت السند (مطبوعہ سندیکا اکیڈمی کراچی 2008ء) میں کوئی نئی بات نہیں لکھی ہے بلکہ شرر محرر کی بکواس عبارت کو

سندھی میں دھرایا ہے بلکہ اس سے ایک قدم اور آگے بڑھ گیا ہے۔ رقمطراز ہے:

عبداللہ اُشتر اور اس کی زیدیہ جماعت والوں کی وجہ سے سندھ اور ملتان میں شیعیت کا رواج ہوا۔ (جنت السند 120)

یہ ہے ہمارے تاریخ نوسیوں کا حال، ان کا مقصد میں نے یہ اخذ کیا ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ اہل بیت کرام نے عباسیہ خلافت کے خلاف اعلان حق کیا، ان کے ظلم وستم کے خلاف آواز اٹھائی، مظلوموں کا ساتھ دیا اور ان کے ہاں میں ہاں نہیں ملائی، درباریوں کا کردار ادا نہیں کیا، تو محرر شرار اور مولائی جیسے مصنفوں نے انہیں شیعہ بنا دیا۔

ایسے حضرات میدان محشر میں حضرات حسنین کریمین کے سامنے کیا منہ دکھائیں گے؟

خوارج ذھنیت رکھنے والوں کا موقف ہے کہ حکومت کے خلاف آواز اٹھانا بغاوت ہے اور وہ باغی تھے، اسی لئے وہ حضرت عبداللہ شاہ غازی کو ایک باغی تصور کرتے ہیں، اس لئے اسی قبیل کے لوگ انہیں شہید نہیں لکھتے۔ ایسا ہی مزاج

رکھنے والوں کی چند عبارات درج ذیل ہیں:

1۔ سفیح ایک مہم میں جا رہا تھا کہ اتفاقی طور سے عبداللہ الاشتر کا سامنا ہو گیا۔ دونوں میں جنگ ہوئی اس میں عبداللہ مارے گئے، ان کے قتل کے بعد منصور نے ہشام کو اس راجہ (راجہ صاحب ایک ریاست کے والی تھے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانے میں مسلمان ہوا تھا اور حضرت غازی بابا کی اہلیہ اسی راجا کی صاحبزادی

تھی) پر جس کے یہاں عبداللہ پناہ گزین ہوئے تھے، فوج کشی کا حکم دیا۔

(تاریخ اسلام 42 ج سوم مولوی معین الدین ندوی مطبوعہ غضنفر اکیڈمی کراچی)

2۔ سفیح نے عبداللہ کو گرفتار کرنا چاہا، عبداللہ اُشتر اور اُن کے ہمراہیوں نے مقابلہ کیا، لڑائی ہونے لگی آخر عبداللہ اُشتر اور اُن کے ہمراہی سب کے سب مارے گئے۔

(تاریخ اسلام 263 ج دوم مولوی اکبر خان نجیب آبادی)

3۔ ہشام نے عبداللہ اُشتر کو ڈھونڈ نکالا اور ایک معمولی جنگ کے بعد عبداللہ بن اشتر مارے گئے۔

(261 کتاب کا اگلا پچھلا حصہ پھٹ چکا جس کی وجہ سے کتاب و مصنف کے نام پوشیدہ ہوگئے) تاریخ اسلام، تاریخ سندھ، جنت السند وغیرہ کتب آپ کی شہادت نہیں مانتیں اسی لئے کلفٹن میں آپ کی خانقاہ کی نشاندہی کرنا بھی پسند نہیں کرتے۔

کیا آپ باغی تھے؟ خوارج فرقے سے منسلک قلم کار آپ کو ایک شرعی باغی کی نظر سے دیکھتے ہیں اور اسی حوالے سے تعارف کراتے ہیں۔ لیکن آپ کا جرم کیا ہے؟ یہی نا کہ عباسی حکومت کی اطاعت سے گریز کیا، اگر اس وجہ سے آپ باغی ہیں تو پھر شاید حضرت سیدنا امام عالی مقام سیدنا حسین شہید کربلا رضی اللہ عنہ کے خلاف بھی یہی ذہنیت کارفرما ہوگی کیونکہ انہوں نے بھی ظالم حکمران کے خلاف اعلان حق فرمایا تھا۔ حالانکہ حدیث شریف میں اس عمل کو سراہا گیا ہے کہ ظالم سلطان کے سامنے کلمہ حق بلند کرنا افضل جہاد ہے۔

کون حُسین؟

زیرِ خنجر جس کا سجدہ عظمت اسلام ہے
جس کا ہر تیور رسول پاک کا پیغام ہے

حضرت علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی فلسطینی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1932ء) تحریر فرماتے ہیں:

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابراہیم بن عبداللہ محض بن حسن مثنیٰ بن حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہم کی حمایت کی اور لوگوں کو فتویٰ دیا کہ لازمی طور پر ان کے ساتھ اور ان کے بھائی حضرت سیدنا محمد کے ساتھ رہیں۔

کہتے ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی قید و بند اصل میں اسی بنا پر تھی اگرچہ ظاہر میں سبب یہ تھا کہ انہوں نے قاضی کا منصب قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

(برکات آل رسول۔۔۔خطبات محرم 237)

کیا سیدنا امام ابوحنیفہ نے اہل بیت سادات کرام کے حمایت میں فتویٰ دے کر ''حب اہل بیت'' کا ثبوت دیا یا وہ شیعہ ہو گئے تھے؟

حضرت علامہ نبہانی لکھتے ہیں: حضرت امام شافعی ہاشمی قریشی رضی اللہ عنہ (فقہ شافعی کے بانی) سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پاک سے بہت محبت کرنے

کے سبب اس حال میں بغداد شریف لے جائے گئے کہ ان کے پیروں میں بیڑیاں پڑی تھیں۔ بلکہ اہل بیت رسول اللہ ﷺ سے ان کی محبت یہاں تک پہنچی کہ کچھ لوگوں نے انہیں ''رافضی'' کہہ دیا تو آپ نے ان کو جواب دیتے ہوئے عربی اشعار میں فرمایا:

لَو کَانَ رِفضاً حُبُّ آلِ مُحَمَّدٍ

فَلْیَشْھَدِ الثَّقلانِ اَنِّی رَافِضِی

یعنی اگر آلِ رسول کی محبت ہی کا نام رافضی ہونا ہے تو جن وانسان گواہ ہو جائیں کہ اس معنیٰ میں بیشک میں ''رافضی'' ہوں۔

اور جوشِ عقیدت وجذبہ محبت میں اہل بیت رسالت کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

یَا اَھْلَ بَیْتِ رَسُوْلِ اللّٰہ حُبُّکُمْ

فَرْضٌ مِّنَ اللّٰہِ فِی الْقُرْاٰنِ اَنْزَلَہٗ

یعنی اے رسول اللہ کے اہل بیت! آپ لوگوں کی محبت، اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے اور یہ حکم خدائے ذوالجلال نے قرآن مجید میں نازل فرمادیا ہے''۔اور وہ آیت کریمہ یہ ہے:

یعنی اے محبوب! تم فرماؤ کہ میں اس پر تم لوگوں سے کوئی اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت۔

آل رسول کی عظمت و بزرگی ظاہر کرتے ہوئے امام اہل سنت امام شافعی

فرماتے ہیں:

يَكْفِيكُمْ مِنْ عَظِيمِ الْفَخْرِ اِنَّكُمْ
مَنْ لَّمْ يُصَلِّ عَلَيْكُمْ لَاصَلاةَلَهُ

یعنی اے آل رسول! آپ لوگوں کے لئے یہ عظیم فخر کافی ہے کہ جو شخص آپ پر درود شریف نہیں بھیجتا، اس کی نماز نہیں ہوتی۔

امام اہل سنت علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 973ھ) نے ''مِنَن کبریٰ'' کتاب میں فرمایا ہے:

مجھ پر اللہ تعالیٰ کے احسانات میں سے ایک یہ ہے کہ میں سادات کرام کی بے حد تعظیم کرتا ہوں اگرچہ لوگ ان کی نسب میں طعن کرتے ہوں۔ میں اس تعظیم کو اپنے اوپر ان کا حق تصور کرتا ہوں۔ اسی طرح علماء اور اولیاء کی اولاد کی تعظیم شرعی طریقے سے کرتا ہوں۔ پھر میں سادات کرام کی کم از کم اتنی تعظیم و تکریم کرتا ہوں جتنی والی مصر کے کسی بھی نائب یا لشکر کے قاضی کی ہوسکتی ہے۔

سادات کرام کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ ہم ان سے عمدہ بستر، اعلیٰ مرتبے اور بہتر طریقے پر نہ بیٹھیں۔ ان کی مطلقہ یا بیوہ عورت سے نکاح نہ کریں۔ (برکات آل رسول۔ خطبات محرم)

اِسی طرح دیگر اکابر و اصاغر علماء و مشائخ اہل سنّت نے فضائل و مناقب اہل بیت میں کتابیں لکھیں مثلاً: امام عبدالوہاب شعرانی، امام جلال الدین سیوطی، امام یوسف بن اسماعیل نبہانی، شیخ مومن بن حسن شافعی، علامہ محبّ الدین طبری، علامہ سید نورالدین علی سمہودی، امام احمد، امام نسائی شافعی، امام ابن حجر ہیتمی مکی، پیر

سید مہر علی شاہ گولڑوی، پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری، پیر عبدالقادر جیلانی، مفتی غلام رسول جماعتی، شیخ سید زین شافعی، امام عبدالرؤف مناوی، مولانا کفایت علی کافی، مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی، ڈاکٹر محمد عبدہٗ یمانی، امام محمد قاسم المشوری، امام احمد رضا خاں بریلوی، مفتی احمد یار خاں نعیمی، شیخ عبدالعزیز دہلوی وغیرہ وغیرہ کہاں تک نام لکھیں۔ تفصیل دیکھئے راقم کی کتاب ''زین البرکات فی المناقب اہل بیت''

کیا یہ سارے حضرات شیعہ تھے؟ نہیں نہیں قطعاً نہیں، حُب اہل بیت ایمان کا حصہ ہے اور تمام اہل سنت و جماعت کو اپنا ایمان عزیز ہے۔

یاد رہے کہ مذکورہ حضرات نے ردشیعہ روافض میں بھی بلند پایہ، حقائق و دلائل سے مزین انمٹ تاریخی کتب تحریر فرمائی ہیں جو کہ اپنی افادیت کے سبب آج بھی اتنی ہی پڑھی جاتی ہیں جتنی کہ اپنے عہد میں۔

عوام الناس کی آگاہی کے لئے یہ لکھنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ اہل سنت و جماعت کی بنیادی اہمیت کی حامل ''کتب احادیث'' میں مستقل طور پر ''مناقب اہل بیت'' کے پورے کے پورے چیپٹر موجود ہیں۔

خدارا غلط ملط باتیں کر کے عوام الناس کو گمراہی بے راہ روی کی جانب نہیں دھکیلیں بلکہ اصل حقائق بیان کر کے اپنی ذمہ داری اس طرح پوری کرو کہ کل قیامت میں تمہاری رسوائی نہ ہو۔ شیعہ فرقے کے لئے راقم کا مقالہ ''محرم اور اس کے تقاضے'' کی جانب رجوع فرمائیں۔

5۔ ڈاکٹر سبط شبر زیدی (کراچی) نے بھی وہی بات دہرائی ہے جس کا

جواب پچھلے اوراق میں لکھ چکا ہوں۔ وہ لکھتے ہیں:

سندھ کا گورنر عمر بن حفص آل رسول سے خصوصی عقیدت رکھتا تھا کہ جس کی بنیاد پر اکثر اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ وہ (گورنر عمر بن حفص) شیعہ تھا۔

(سندھ تصوف اور عبداللہ شاہ غازی 94 ص، مطبوعہ زید بن علی فاؤنڈیشن رابعہ سٹی کراچی 2007ء)

اکثر اہل تاریخ کا تو یہ موقف نہیں البتہ بعض مورخین میں بعض نے ناسمجھی اور بعض نے ایک خاص مزاج کی بنا پر سچ لکھنے سے گریز کیا ہے۔

6۔ صاحبزادہ عبدالرسول ایم۔اے (شعبہ تاریخ جامعہ اسلامیہ بہاولپور) کی درج ذیل عبارت پڑھ کر حیران ہو گیا:

بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ خلافت کا حق علویوں کا تھا تو حضرت حسن نے اسے امیر معاویہ کے ہاتھ فروخت کر دیا اور اب علویوں کو دعویٰ خلافت جائز نہیں۔ (تاریخ اسلام، 403)

دیکھئے کہ حضور پاک کے لخت جگر حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ پر مولوی نے کس قدر گھٹیا الزام لگایا کہ انہوں نے خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کو بیچ دیا۔ العیاذ باللہ

باز اشہب کی غلامی سے یہ آنکھیں پھرنی
دیکھ اڑ جائیگا ایمان کا طوطا تیرا
شاخ پر بیٹھ کے جڑ کاٹنے کی فکر میں ہے
کہیں نیچا نہ دکھائے تجھے شجرا تیرا

امام علی قاری حنفی مکی (1014ھ) کتاب ''نزھۃ الخاطر الفاطر'' میں فرماتے ہیں:

بیشک مجھے اکابر سے پہنچا کہ سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے جب فتنہ و فساد کے خیال سے خلافت ترک فرمائی، اللہ عزوجل نے اس کے بدلے اُن میں اور ان کی اولاد امجاد میں ''غوثیت عظمیٰ'' کا مرتبہ رکھا۔ پہلے قطب اکبر خود حضور سیدنا امام حسن ہوئے اور درمیان میں صرف سیدنا سید عبدالقادر جیلانی اور آخر میں امام مہدی ہوں گے۔ (فتاوی رضویہ 392 جلد 28 مطبوعہ لاہور)

امام ابن حجر مکی صواعق المرقہ میں، علامہ قاضی ثناء اللہ مظہری پانی پتی (صاحب تفسیر مظہری) اپنی تصنیف ''سیف المسلول'' میں فرماتے ہیں:

خلافت جب بادشاہت میں بدلنے لگی تو امام حسن رضی اللہ عنہ اس سے حضرت امیر معاویہ کے حق میں دستبردار ہو گئے پھر اس کے عوض اللہ تعالیٰ نے انہیں خلافت باطنیہ عطا فرمائی کہ ''غوثیت کبریٰ'' اہل بیت کے ساتھ ہی مختص کر دی گئی (افضلیت سیدنا صدیق اکبر 142 مفتی غلام سرور قادری مطبوعہ ملتان)

حضرت معاویہ نے ڈر اور خوف کی وجہ سے امام حسن سے مشروط طور پر صلح کر لی جس میں یہ شرط بھی تھی کہ حضرت معاویہ اپنی زندگی کے بعد اپنی اولاد میں سے کسی کو بادشاہ منتخب نہیں کریں گے بلکہ یہ مسلمانوں کی مرضی پر موقوف ہوگا، جسے مسلمان مناسب سمجھیں گے، اس کو اپنا بادشاہ بنالیں گے۔۔۔۔۔۔۔۔ یہ ایک علیحدہ بات ہے کہ حضرت معاویہ نے بعد میں ان شرائط کی پابندی کہاں تک کی۔

(کتاب امام زین العابدین 85 مفتی غلام رسول جماعتی مطبوعہ لاہور)

7۔اردو ادب کے نامور شخصیت پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں (سابق صدر شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی جام شورو سندھ) چند سال ہوئے ہیں کہ ان کا حیدرآباد میں انتقال ہوا اور وہیں مدفون ہوئے ان کی جگہ کو "مرکز المصطفیٰ" کہتے ہیں اور انہوں نے پیری مریدی کا سلسلہ بھی جاری رکھا تھا۔ اس وقت ان کا لڑکا سجادہ نشین بنا ہوا ہے۔ ان کا مریدی سلسلہ یوں ہے: غلام مصطفیٰ خاں دیوبندی عن زوار حسین شاہ دیوبندی عن سعید قریشی پانی پتی دیوبندی عن فضل علی قریشی (مسکین پور، مظفر گڑھ، پنجاب)

غلام مصطفیٰ خاں کی بھی ذرا سن لیجئے اپنے مشاہدات پر مشتمل کتاب "فضل کبیر" میں بتاتے ہیں:

بالاکوٹ میں موٹر اسٹینڈ کے قریب ہی حضرت سید احمد بریلوی کا مزار ہے، وہاں عجیب کیفیت ہوئی۔ مزار کے قریب پھسل کے گر پڑا اور بے تاب ہو گیا۔۔۔۔۔۔۔۔ پھر میں اسماعیل دہلوی کے مزار پر حاضر ہوا۔ بڑا اجلال نظر آیا۔ (فضل کبیر 23 اشاعت ثانی 2007ء)

مولوی اسماعیل دہلوی (مصنف تقویۃ الایمان) کا خوارج فرقے سے تعلق تھا، جس نے پہلی مرتبہ متحدہ ہندوستان میں وہابی فرقے کی شاخ قائم کی اور ابن عبدالوہاب نجدی خارجی کی کتب سے متاثر ہو کر تقویۃ الایمان کتاب لکھی، جس میں انبیاء کرام بالخصوص حضور سید الانبیاء والمرسلین ﷺ کی شان اقدس میں سخت گستاخیاں کیں جس کے سبب گستاخ رسول ٹھہرے اور بالاکوٹ میں اپنے جاہل گوار مرشد احمد رائے بریلوی کے ساتھ مل کر انگریز کے ایماء پر سرحدی مسلمانوں کا

قتل عام کیا، ان پر قیامت برپا کردی اور بالآخر دونوں خارجی، پٹھان مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوکر واصل جہنم ہوئے۔ تفصیل دیکھئے: اصلی کون؟

ڈاکٹر خاں نے ایک طرف گستاخ رسول بابائے وھابیت کو مقام ولایت پر کھڑا کرنے کیلئے بے تاب نظر آتے ہیں اور اپنے قلم سے لفاظی کے خوب پُل باندھے ہیں اور دوسری طرف حقیقی اولیاء اللہ، محبوبان خدا، عاشقانِ رسول کے متعلق نازیبا، گستاخانہ اور بے بنیاد باتیں کرتے ہیں تاکہ مسلمان بدظن ہو، بے یقینی کیفیت میں مبتلا ہوکر ان سے دور ہو جائیں۔ پڑھیے کیا بکواس کرتے ہیں:

کلفٹن (کراچی) میں حضرت عبداللہ شاہ غازی علیہ الرحمۃ کا مزار مشہور ہے۔ کئی مرتبہ حاضر ہوا ہوں۔ ایک مرتبہ حضرت محمد سعید قریشی کے بھائی صاحب اور کئی حضرات کے ساتھ حاضر ہوا۔ ہم سب لوگ مُراقب ہوئے۔ مراقبے کے بعد میرے ساتھ جو کئی بزرگ (وھابی) تھے، انہوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ تم کو کیا نظر آیا؟ میں نے عرض کیا کہ اس مزار میں وہ بزرگ (غازی بابا) نہیں ہیں۔ کوئی بڑا پرِندہ دفن کر دیا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ شاہ غازیؒ نے مجھ سے فرمایا کہ میں اِسی علاقے میں دوسری جگہ ہوں، یہاں (مزار میں) نہیں ہوں۔ میرے ساتھ جو کئی وہابی تھے، انہوں نے فرمایا: تم صحیح کہتے ہو"۔ (فضل کبیر 39) یعنی تمہارا کشف درست ہے۔

یہ رحمانی مشاہدہ نہیں ابلیسی مشاہدہ تھا۔ ابلیس اپنے چیلوں کے پاس جاکر نئی نئی تدبیریں بتاتا ہے۔ اور محبوبان خدا کے خلاف سازشیں تیار کرواتا ہے، سرگرم

رکھتا ہے اور ابلیسی لشکر ابلیسی توحید بیان کر کے لوگوں کو اللہ کے دوستوں سے بدظن کرنے میں لگے رہتے ہیں۔

ملا کی نظر نور فراست سے ہے خالی
بے سوز ہے میخانہ صوفی کی مے ناب

ڈاکٹر خاں نے شیطانی مشاہدہ/مراقبہ بیان کر کے کروڑوں مسلمانوں کی دل آزاری کی ہے۔ سوال یہ اٹھتا ہے کہ کیا کروڑوں مسلمان زائرین ایک پرندہ کے پاس آتے ہیں؟ اور یہ سلسلہ چودہ سو سال سے جاری ہے، اس دوران کیا کسی اللہ والے کو صحیح کشف نہیں ہوسکا؟

یہ جعلی صوفی، مصنوعی پیر، بھروپے شیخ اصل میں مسلمانوں کے ایمان کے لٹیرے ہیں، مسلمانوں میں انتشار پھیلانا چاہتے، بے یقینی کیفیت میں مبتلا کرنا اور شکوک وشبہات کو جنم دینا چاہتے ہیں تاکہ گستاخ رسول بہروپئے مولویوں کے لئے راہ ہموار کی جاسکے اور انہیں معرفت وحقیقت کا حقیقی رہنما ثابت کیا جاسکے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ، دشمنانِ اولیاء اللہ کی صحیح پہچان نصیب فرمائے اور ان کے مکروفریب سے تمام مسلمانوں کی حفاظت فرمائے۔ آمین

جو بات حق ہو وہ مجھ سے چھپی نہیں رہتی
خدا نے مجھ کو دیا ہے، دل خبیر و بصیر

(اقبال)

وھابی فرقے کے بعض سرکردہ مولوی، حضور داتا گنج بخش علی ھجویری نور اللہ مرقدہ (لاہور) کی مزار اقدس کا بھی حیلے بہانے سے مختلف ادوار میں شور کرتے

رہے ہیں کہ یہ ان کا مزار نہیں ہے۔ قلبی بغض ونفرت جو برسوں سے پالا ہے اس کا اظہار وقت بوقت کر کے منکرین اولیاء اللہ کے زمرے میں اپنا شمار کرواتے رہتے ہیں۔

بالاکوٹ میں کیا ہوا؟ کیوں ہوا؟ جاننے کے لئے راقم الحروف کا مقالہ ''تحریک بالاکوٹ تاریخ کی نظر میں'' کی جانب رجوع فرمائیں۔

رمُوز قعرِ دریا جانتے ہیں
ہلاکت خیز موجوں کے شناور
ہمیشہ جھوٹ کے سودے سے نفرت
کہ اُن کو دولت حق ہے میسّر
سجاتے ہیں سفینہ زندگی کا
متاع عجز سے راتوں کو اٹھ کر
پھر اِس کو ڈال دیتے ہیں بھنور میں
وہ اپنے ساتھیوں کے بن کے رہبر

ابھی ہم اہل باطن کے اسماء گرامی کی فہرست پیش کرتے ہیں جنہوں نے حضرت غازی بابا کی دربار شریف پر حاضر ہو کر مراقبہ کیا اور تصدیق فرمائی کہ یہ مزار مقدس حضرت سید عبداللہ شاہ غازی حسنی کا ہے اور کسی کا نہیں ہے۔ علامہ شاہ احمد نورانی کا واقعہ بھی درج کر چکے ہیں کہ غازی بابا ان پر خصوصی طور پر مہربان تھے۔

زائرین بزرگانِ دین کے اسماء گرامی

نرم دمِ گفتگو، گرم دم جُستجو
رزم ہو یا بزم ہو، پاک دل و پاکباز

وہ بزرگانِ دین وعلمائے اہل سنت جنہوں نے ہماری آگاہی کے مطابق اپنے اپنے ادوار میں سید الاولیاء حضرت عبداللہ شاہ غازی نوراللہ مرقدہ کی مزار اقدس پر جماعت کے ساتھ نہایت عقیدت واحترام سے حاضری دی، فاتحہ پڑھی، دعا کی اور مراقبہ کیا۔ اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

کہتا ہے زمانے سے یہ دُرویش جوانمرد!
جاتا ہے جِدھر "بندۂ حق" تو بھی اُدھر جا
(اقبال)

1۔ قطب عالم حضرت سید عبدالوہاب عالم شاہ بخاری سہروردی جامع کلاتھ، ایم اے جناح روڈ، کراچی

2۔ حضرت صوفی سید سخی حسن شاہ الہ آبادی — سخی حسن نارتھ ناظم آباد کراچی

3۔ حضرت سخی حسن سلطان منگھو پیر چشتی — منگھو پیر کراچی

4۔ حضرت سید چھٹن شاہ بخاری — کھارادر

5۔تاج العارفین حضرت علامہ مفتی محمد قاسم مشوری شریف — لاڑکانہ

6۔سفیر اسلام علامہ عبدالعلیم صدیقی قادری — جنت البقیع

7۔قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی — کلفٹن کراچی

8۔عالمی مبلغ اسلام ڈاکٹر محمد فضل الرحمٰن انصاری قادری — ناظم آباد کراچی

9۔مفسر قرآن علامہ عبداللہ درس — میوہ شاہ قبرستان

10۔رئیس الفضلا، علامہ عبدالکریم درس — میوہ شاہ قبرستان

11۔افتخار اہل سنت مولانا ظہور الحسن درس — میوہ شاہ قبرستان

12۔واعظ اسلام مولانا پیر امیر احمد انصاری جودھپوری

13۔حضرت علامہ مخدوم بصر الدین صدیقی (سیوہن شریف)

14۔حضرت مولانا پیر سید جلال الدین چشتی سابق خطیب اوکھائی میمن مسجد

15۔ڈاکٹر حامد حسن بلگرامی چشتی محرر تفسیر فیوض القرآن

16۔حضرت مولانا سید خالد میاں فاخری مؤلف تذکار اولیاء

17۔حضرت مولانا پیر محمد طاسین فاروقی بابا ذھین تاجی — میوہ شاہ

18۔حضرت مولانا مفتی سید ریاض الحسن جیلانی — حیدر آباد

19۔نامور نعتیہ شاعر مولانا پیر سید ریاض الدین سہروردی

20۔صاحب کشف وعلم مولانا قاضی زین العابدین دہلوی

21۔مفکر اسلام مفتی سید شجاعت علی قادری

22۔مبلغ اسلام علامہ سید سعادت علی قادری

23۔مفتی اعظم پاکستان علامہ مفتی محمد صاحبداد خان جمالی — سلطان کوٹ

24۔ صاحب جذب وکمال بابا صلاح الدین کوٹری والے

25۔ حسان پاکستان مولانا محمد یعقوب حسین ضیاء القادری

26۔ مجاہد ملت علامہ عبدالحامد بدایونی قادری

27۔ ناصر اسلام مولانا سید عبدالسلام قادری باندوی

28۔ سفیر عراق حضرت پیر سید عبدالقادر جیلانی (مرکز القادریہ گلشن اقبال)

29۔ دُرویش بزرگ صوفی عبدالشکور صادق نظامی کمبل پوش حیدرآباد

30۔ حضرت علامہ حافظ پیر محمد ہاشم جان سرہندی (ٹنڈو سائینداد)

31۔ پیر طریقت قاری الحاج غلام رسول قادری (سولجر بازار)

32۔ استاد العماء مولانا مفتی غلام محی الدین نعیمی

33۔ پیکر تقدس حضرت علامہ تقدس علی خاں بریلوی (پیر جو گوٹھ)

34۔ مولانا محمد اسماعیل خان عاقل اکبرآبادی

35۔ عاشق حسین صدیقی سیماب اکبرآبادی نزد مزار قائد نورانی چورنگی

36۔ مولانا احمد مرزا قادری صابر براری کورنگی 5

37۔ مولانا حافظ غلام حبیب صدیقی سابق خطیب کچھی میمن مسجد آرام باغ

38۔ ولولہ انگیز خطیب مولانا سید غوث محمد شاہ جیلانی دوڑ

39۔ صاحب طرز ادیب پروفیسر فیاض احمد خان کاوش وارثی میر پور خاص

40۔ نازش لوح وقلم پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مجددی ماڈل کالونی

41۔ پیر طریقت خواجہ محمد فاروق رحمانی دہلوی (جھانگیر روڈ کراچی)

42۔ روحانی بزرگ سید محمد عظیم برخیا قلندر بابا (نارتھ ناظم آباد)

43۔روحانی اسکالر خواجہ شمس الدین عظیمی (مراقبہ ہال سرجانی ٹاؤن)

44۔حضرت مولانا محمد عثمان نورنگ زادہ معلم الفقہ سندھ مدرستہ الاسلام

45۔مولانا مفتی محمد حسین صدیقی سابق خطیب جامع مسجد شاہجہانی ٹھٹھہ

46۔شیخ الحدیث علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری دارالعلوم امجدیہ کراچی

47۔شیخ الحدیث مفتی محمد حسین قادر (دارلعلوم غوثیہ رضویہ سکھر)

48۔رائس الافاضل مولانا محمد صالح قادری (پیر جو گوٹھ)

49۔تاج العماء مفتی محمد عمر نعیمی (ناظم آباد)

50۔پیر طریقت مولانا قاری مصلح الدین صدیقی مصلح الدین گارڈن بولٹن

51۔خطیب پاکستان مولانا محمد شفیع اوکاڑوی جامع مسجد گلزار حبیب سولجر بازار

52۔مولانا سید محمد احمد صدیق شاہ قاتل جامع کلاتھ

53۔واعظ اسلام مولانا سید محمد ناصر جلالی بخاری چشتی لیاقت آباد

54۔الحاج حافظ سید یوسف علی عزیز چشتی سابق خطیب گلزار مسجد ایس ایم کالج

55۔فاضل جلیل علامہ سید محمد ہاشم فاضل شمسی حیدر آباد

56۔مولانا محمد محسن فقیہ الشافعی ٹوکن سوسائٹی بہادر آباد

57۔ناشر دین متین، فقیر کامل محمد افضل سرکار قلندری کلفٹن

58۔حضرت علامہ قاضی احمد عبدالصمد چشتی پاپوش نگر

59۔حضرت علامہ قاضی نور محمد قاضی کراچی

60۔حضرت مولانا مفتی غلام قادر صابری کشمیری ماڈل کالونی

61۔حضرت مولانا مفتی عبداللہ نعیمی بلوچ، دارالعلوم مجددیہ نعیمیہ صاحبداد گوٹھ، ملیر

62۔ مولانا مفتی وقار الدین قادری شیخ الحدیث دار العلوم امجدیہ کراچی

63۔ حضرت صوفی عبد الغنی بابا قلندر (میوہ شاہ قبرستان)

64۔ پیر طریقت علامہ محمد نصر اللہ خاں افغانی آستانہ عالیہ بلاک نمبر 8 گلشن اقبال

65۔ مبلغ اسلام ڈاکٹر فریدہ احمد صدیقی بانی وومن اسلامک کالج بلاک 5 گلشن اقبال

66۔ مبلغہ عارفہ مخدومہ راشدہ بیگم المعروف رابعہ ثانی (متوفیٰ 2016ء)
آستانہ چشتیہ صابریہ عارفیہ شہید ملت روڈ کراچی

67۔ مبلغہ عابدہ سیدہ حاجرہ صاحبہ متولی دربار حقانی ریڑھی گوٹھ، لانڈھی

68۔ مبلغہ مصنفہ شاعرہ صبا ٹوانہ ماروی صاحبہ آستانہ غازی باباسی ویو، ڈیفنس

69۔ پیر طریقت مولانا الحاج ابوداؤد محمد صادق رضوی
(بحوالہ رضائے مصطفےٰ دسمبر 1992ء، ص 24) گوجرانوالہ

70۔ پیر طریقت سید عبد الرشید میاں قادری آستانہ قادریہ قدیریہ تین ہٹی کراچی

ان میں اکثر بزرگوں کے تفصیلی حالات فقیر کی کتاب ''انوار علمائے اہل سنت'' میں ملاحظہ کیجیے۔

زین العابدین راشدی فداک أیها النبی الامی صلی اللہ علیک وعلیٰ الک وازواجک و اصحابک واولیاء امتک و سلام اللہ و سلامنا علیٰ جمیع اُمتک من هذا الحین الیٰ یوم الدین.

کلفٹن کراچی میں نیلوفر طوفان سے بچانے والے

سید عبداللہ شاہ غازی قُدس سرہ

طوفان کی زد میں کراچی (سندھ) کا ساحلی علاقہ اور زائرین کے تاثرات

از۔ مولانا مبارک حسین مصباحی

28 اکتوبر 2014ء کو سندھ اسمبلی میں نیلوفر طوفان کے متعلق سے ایک ایم ایل اے خاتون نے آواز بلند کی کہ ہمیں قوم نے منتخب کیا ہے اس لیے ایوان کے نمائندگان پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ نیلوفر طوفان کے متعلق مکمل تیاری کریں اور کراچی سمیت سندھ کے لوگوں کی حفاظت کا معقول بندوبست کریں اور اربوں روپے کے مال واسباب کی حفاظت کا انتظام کریں۔ ابھی ایم ایل اے موصوفہ اپنی بات کہہ ہی رہی تھیں کہ سندھ اسمبلی کے اسپیکر آغا سراج دُرانی نے اپنے پُر اعتماد انداز میں فرمایا:

''میڈم! آپ بلکل مطمئن رہیں، کراچی کے ساحل پر مشہور بُزرگ حضرت عبداللہ شاہ غازی رحمتہ اللہ علیہ کا مزار مقدس ہے، وہ اس سے پہلے بھی طوفانوں کو ناکام بنا چکے ہیں اور ان شاء اللہ اس بار بھی ''نیلوفر طوفان'' سے ہم سب کی حفاظت فرمائیں گے''۔

نیلوفر طوفان کی خبر ایک ہفتہ پہلے ہی سے ہندو پاک میں سر گرم تھی، اس طوفان کا اثر پاکستان میں کراچی سندھ اور بلوچستان میں ظاہر ہوتا اسی کے ساتھ انڈیا میں گجرات اور قریبی ساحلی علاقوں میں ظاہر ہوتا۔ پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا پورے شدّ ومد کے ساتھ خبریں عام کر رہا تھا۔ عام طور پر حکومتیں اس سے بچنے اور بچانے کی تدبیریں بھی کر رہی تھیں اور میڈیا میں تو بڑی حد تک تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں۔

پاکستان میں نیلوفر طوفان کی خبریں:

نیلوفر طوفان بحیرۂ عرب میں تیار ہوا اور شدت کے ساتھ آگے بڑھنے لگا۔ پاکستان میں خبر سر گرم تھی کہ طوفان کا نشانہ کراچی سندھ اور بلوچستان پہلے بنے گا اور پھر انڈیا میں گجرات، ایم پی اور اڑیسہ کے ساحلی علاقوں میں تباہی مچائے گا۔

یہ تو آپ پہلے ہی پڑھ چکے ہیں کہ سندھ اسمبلی میں طوفان کے تعلق سے بات آئی اور اسمبلی کے اسپیکر نے مسلمانوں کے عظیم بزرگ حضرت سید عبداللہ شاہ غازی قدس سرہ کے حوالے سے یہ کہہ کر خاموش کرا دیا کہ حضرت نے آج تک کراچی کو طوفانوں سے محفوظ رکھا ہے، وہ اس بار بھی بچائیں گے۔ سندھ اسمبلی کے ارکان نے اپنے مشترکہ بیان میں کہا کہ فاتح سندھ حضرت محمد بن قاسم علیہ الرحمۃ والرضوان کے شہر کو سب سے بڑا خطرہ ہے، حضرت عبداللہ شاہ غازی ہی شہر کو بچا سکتے ہیں تو اسی کے ساتھ ہم پورے صوبے کو بچانے کی بھی درخواست کرتے ہیں۔ جاری رپوٹ کے مطابق سندھ حکومت نے کہا کہ سب ہی مقدس مقامات اس قدرتی آفات کا مقابلہ کر سکتے ہیں اور اُسے روک سکتے ہیں۔ سندھ

اسمبلی کے اسپیکر جناب آغا سراج دُرانی نے بڑے ادب واحترام کے ساتھ مشہور تاریخی بزرگ سید عبداللہ شاہ غازی علیہ رحمہ کے مقدس مقام پر حاضری دی اور فاتحہ خوانی کے بعد عرض کیا: حضور آپ کراچی کے ساتھ پورے صوبے کو بھی بچا لیں۔اسپیکر کے ساتھ کافی تعداد میں عقیدت مندوں نے حاضری دی۔

اس وقت جب سمندری طوفان نیلوفر کراچی کی ساحلی پٹی سے چند سو کلو میٹر دور دھاڑ رہا تھا، عبداللہ شاہ غازی کے مزار کے قریب سکون کا احساس واضح طور پر محسوس کیا جا سکتا تھا۔

زائرین موج در موج مزار اقدس میں داخل ہو رہے تھے اور سندھ کی صوبائی ڈیزاسٹر مینجمنٹ اتھارٹی (پی ڈی ایم اے) کے فوری انخلاء اور دفعہ 144 کے نفاذ کی دھجیاں بکھیر رہے تھے۔

طوفان کے آگے بڑھنے کے مقام کی ہر گھنٹے سامنے آنے والی نیوز اپ ڈیٹس کو بابا غازی کے مریدوں کی جانب سے مکمل طور پر مسترد کیا جا رہا تھا۔

زائرین کے تاثرات۔

(1)۔زائرین نے حضرت غازی بابا سے اپنی عقیدت ومحبت کا اس طرح اظہار کیا) زیارت کے لیے آنے والی ایک خاتون نائلہ خان کے مطابق ”میں یہاں گزشتہ بائیس سال سے آ رہی ہوں اور میرے والدین اس سے بھی پہلے سے یہاں آ رہے ہیں، بابا کی موجودگی طوفان کو واپس جانے پر مجبور کر دے گی، ایسا کوئی امکان نہیں کہ طوفان ہمیں نقصان پہنچا سکتا ہے۔

(2)۔ ایک عقیدت مند فضل صدیقی کہتے ہیں: میں یہاں گزشتہ تیس سال

سے آ رہا ہوں، کوئی آندھی طوفان اس مقام سے ٹکرا نہیں سکتا، میں اس مقام سے نہیں ہٹ سکتا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ یہاں ہماری حفاظت اللہ اور بابا سائیں کریں گے۔

(3)۔ لیاری سے تعلق رکھنے والے ایک عقیدت مند ساٹھ سالہ رشید خان کا کہنا ہے: جب بھی غازی بابا بلائیں گے حکم کی تعمیل کریں گے کچھ برس قبل ایک طوفان سے مزار کے قریب کی ایک دیوار کو نقصان پہنچا مگر ہم ہمیشہ کی طرح محفوظ رہے۔

(4)۔ پنجاب سے آنے والے ایک عقیدت مند محمد طارق کا کہنا ہے: جب بھی میں کراچی آتا ہوں تو میں غازی بابا کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے مزار پر آنا یقینی بناتا ہوں، یہاں سمندری طوفان کے آنے کا کافی شور مچا ہوا ہے، مگر بابا کسی بھی طاقتور سمندر کو پیچھے دھکیل سکتے ہیں تو یہ طوفان کیا چیز ہے؟ یہ سمندر یقیناً بابا کے حکم سے کراچی سے دور ہٹ جائے گا، میں اس پر اس لیے یقین رکھتا ہوں کیونکہ میں نے خود ایسی چیزیں دیکھی ہیں۔

(5)۔ ایک اور عقیدت مند علی شاہ کہتے ہیں: میں اللہ تعالیٰ کی عظمت پر یقین رکھتا ہوں مگر یقیناً اللہ تعالیٰ کے خاص بندے جیسے عبداللہ شاہ غازی کی دُعائیں آفات پر اثر انداز ہو کر ان کا رُخ بدل دیتی ہیں۔

(6)۔ ایک ملنگ نے کہا: نیلوفر طوفان ٹکرائے گا یا نہیں میں اس بارے میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا مگر میں یہ ضرور کہہ سکتا ہوں کہ اگر دنیا بھر کے تمام طوفان بھی میرے اِرد گِرد دھاڑ رہے ہوں تو بھی میں سکون محسوس کروں گا کیونکہ میں اِس مزار کے اندر موجود ہوں۔

(7)۔ پنھون کہتے ہیں: عبداللہ شاہ غازی نہ تو وزیر ہیں اور نہ ہی کوئی گورنر پھر بھی لوگ ان کے پاس آتے ہیں تو یقیناً انہیں یہاں سے کچھ نہ کچھ ملتا ہی ہوگا۔

زائرین پُر جوش انداز میں سیڑھیوں کی طویل قطار چڑھ کر اس جگہ پہنچتے ہیں جہاں عبداللہ شاہ غازی کا مزار ہے۔ اس ہال کے اندر کی فضا اگر بتیوں کے گاڑھے دھویں سے مہک رہی ہوتی ہے۔ جب کہ انتہائی سکوت طاری ہوتا ہے جو اکثر انتہائی دھیمے انداز میں منتیں مانگنے سے ٹوٹ جاتا ہے، یہاں مزار کی ریلنگ کو چھونے کے بعد فاتحہ پڑھنے والوں کے چہروں پر سکون کو واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔

شاہ غازی کے مریدوں میں نسل در نسل منتقل ہونے والی روایات کے مطابق جب اس مزار کو تعمیر کیا جا رہا تھا تو اس علاقے میں صرف کھارا پانی ہی ملتا تھا، بابا کے ماننے والوں کو پینے کے صاف پانی تک رسائی نہ ہونے پر تشویش تھی مگر پھر اچانک ہی مزار شریف کے پیچھے سے پینے کے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا، بزرگ کے عقیدت مندوں نے بتایا کے اس روز سے آج تک، موجود اس چشمے کا پانی مسیحائی کی طاقت بھی رکھتا ہے۔

تاریخی حقائق کے مطابق سال اُنیس سو دو (1902ء) انیس سو سات (1907ء) اُنیس سو چوالیس (1944ء) اور اُنیس سو پچاسی (1985ء) میں طوفان نے کراچی آتے آتے اپنا رُخ تبدیل کر لیا تھا۔ پھر سال دو ہزار نو (2009ء) میں سائیکلون فائین اور سال دو ہزار دس (2010ء) سائیکلون فیٹ نے بھی کراچی کے قریب آ کر اپنا رُخ موڑ لیا تھا۔ کراچی والوں کو اب بھی

اُمید ہے کہ بزرگوں کی دُعاؤں سے کراچی نیلوفر سے ایک بار پھر بچ جائے گا۔ ان شاءاللہ

آپ کی کرامت سے نیلوفر طوفان اچانک تحلیل ہوگیا:

اس طوفان کا نام ''نیلوفر'' پاکستان (کے سائنسدانوں) نے رکھا تھا۔ سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ مؤنث نام کے طوفان مذکر نام کے طوفان سے زیادہ دہشت ناک اور خطرناک ہوتے ہیں۔ سندھ اسمبلی کے اسپیکر نے اپنی خوش عقیدگی اور ایک ولی کامل حضرت سید عبداللہ شاہ غازی علیہ الرحمہ سے جس توقع کا اظہار کیا تھا اللہ تعالیٰ نے اُسے پورا کردیا۔ نیلوفر طوفان حضرت سید عبداللہ شاہ غازی کے مزار اقدس سے دوسو پچاس کلومیٹر دور سمندر میں تحلیل ہوگیا۔ یہ ایک ولی کامل اور شہزادۂ رسول ﷺ کی زندہ کرامت تھی۔ واضح رہے کہ اِس لختِ جگر مصطفیٰ ﷺ کی یہ پہلی کرامت نہیں بلکہ اِس قسم کے بے شمار مواقع آئے مگر کراچی کو کسی سمندری طوفان سے کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ دراصل حضرت سید عبداللہ شاہ غازی کے عہد حیات میں ایک بار طوفان آیا تھا، آپ نے پہاڑ پر ہاتھ ہلا کر ارشاد فرمایا: (اے دھاڑیں مارنے والے سمندر) ٹھر جا۔ تاریخ دانوں کا کہنا ہے کہ وہ دن ہے اور آج کا دن ہے، طوفان کراچی میں داخل نہیں ہوا۔

اس سلسلے میں حیرت ومسرت کی بات یہ ہے کہ سندھ اور کراچی میں عام طور پر لوگوں میں خوف ودہشت کے اثار نہیں تھے بلکہ طوفان کے ٹکرانے کی جگہ پر بار بار جارہے تھے، جیسے جیسے طوفان کے ٹکرانے کی تاریخ قریب آرہی تھی، صاحب مزار کے شیدائیوں میں مسلسل اضافہ ہورہا تھا۔ حالانکہ ان دنوں کراچی کے ساحل

پر دفعہ 144 نافذ تھی، مگر ہجوم شوق میں مسلسل اضافہ ہو رہا تھا۔ ان اہل سنت و جماعت کے لاکھوں فرزندان کا بس ایک ہی نعرہ تھا کہ اللہ تعالیٰ حضرت غازی بابا کے صدقے نیلوفر طوفان کو رد فرما دے گا۔ حکومتی کارندے جب ان حضرات سے دریافت کرتے کہ آپ یہاں اتنی بڑی تعداد میں کیوں آرہے ہیں تو ان کا بس ایک ہی جواب تھا کہ ہم حضرت عبداللہ شاہ غازی بابا کی کرامت دیکھنے آرہے ہیں۔

اسپیکر سندھ اسمبلی آغا سراج دُرانی نے جمعرات کو کلفٹن میں حضرت عبداللہ شاہ غازی کی درگاہ پر حاضری دینے کے بعد میڈیا سے بات چیت کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ سندھ صوفیوں کی سرزمین ہے۔ میں نے کہا تھا کہ کراچی کے ساحل پر حضرت عبداللہ شاہ غازی کا مزار ہے، ان کی روحانیت کی وجہ سے کراچی کے ساحل سے کبھی طوفان نہیں ٹکرایا۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ نیلوفر طوفان کا خطرہ بھی اللہ کی رحمت اور حضرت عبداللہ شاہ غازی کی دُعاؤں کے سبب ٹل گیا ہے۔ ہمیں اپنے رب کریم کا شکر ادا کرنا چاہیے، میں نے اسمبلی میں نیلوفر طوفان کے حوالے سے خطرہ ٹلنے سے قبل یہ بیان دیا تھا کہ موجودہ طوفان سے کراچی کو کچھ نہیں ہوگا کیونکہ یہاں حضرت عبداللہ شاہ غازی کا مزار ہے تو لوگوں نے میری باتوں کا مذاق اُڑایا تھا، اب طوفان کا خطرہ ٹل گیا ہے اور مذاق اُڑانے والوں کے منہ بند ہو گئے ہیں۔

(ماھنامہ اشرفیہ مبارکپور بھارت دسمبر 2014ء اداریہ)

مزار شریف پر حاضری کے آداب

ہاتھ ہے اللہ کا، بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب وکار آفریں، کار کشا کار ساز

1۔ جب کبھی کسی اللہ جل جلالہ کے نیک بندے کے مزار پُر انوار پر حاضر ہوں تو پہلے اچھی طرح وضو کرلیں اور مکروہ وقت نہ ہوتو دو رکعت نفل ادا کریں۔

2۔ مزار شریف پر پاؤں (پائنتی) کی طرف سے حاضر ہوں۔

3۔ مزار شریف سے کم از کم چار ہاتھ کے فاصلہ پر چہرے کی جانب کھڑے ہوں۔

4۔ صاحب مزار کی خدمت میں انتہائی ادب کے ساتھ اپنے ہاتھوں کو باندھ کر اور سر کو جھکا کر آہستہ آواز میں سلام عرض کریں۔

السلام علیک یا سیدی ورحمة اللّٰه و برکاتهٗ

5۔ اب اپنے دل ودماغ کو تمام دنیاوی کاموں سے فارغ کر کے تین مرتبہ درود شریف پڑھیں بہتر ہے کہ درود غوثیہ پڑھیں۔

6۔ اگر وقت ہوتو درود تاج شریف کی تلاوت بھی بہتر ہے۔

7۔ قرآن شریف کی سورتیں خاص کر کے الحمد شریف ایک بار، آیۃ الکرسی ایک بار سورہ اخلاص (قل ھو اللہ) تین بار پھر آخر میں دوبارہ درود غوثیہ سات بار پڑھیں۔

اَللّٰھمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ مَعْدِنَ الجُوْدِ وَالْکَرَم وَبَارِک وَسَلِّمْ

8۔ وقت ہوتو سورہ یٰسین اور سورہ ملک (تبارک) کی بھی تلاوت کریں۔

9۔ آخر میں اس طرح دُعا کریں:

اے اللہ کریم! اس تلاوت پر مجھے اتنا ثواب دے جو تیرے کرم کے قابل ہو اور اسے میری طرف سے صاحب مزار کی درگاہ میں تحفہ پہنچا پھر اپنا جو مطلب جائز شرعی ہو اس کیلئے دعا کریں۔ اور صاحب مزار کی روح مبارک کو اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں اپنا وسیلہ پیش کرے۔ بعد دعا پھر اسی طرح سلام کر کے احتراماً اُلٹے پاؤں واپس ہو اور خوب یاد رکھیں کہ طواف کرنا بالاتفاق ناجائز ہے اور سجدہ کرنا حرام ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

برادرانِ اسلام!

اگر آپ نے مذکورہ شرعی طریقے کے مطابق مزار شریف پر حاضری دی تو صاحب مزار بھی آپ سے خوش ہوں گے، فیوض و برکات کا ظہور ہوگا اور ان شاء اللہ تعالیٰ ہر جائز دعا قبول ہوگی۔

جماعت اھلِ سنت زین الفقراء انٹرنیشنل

ادارہ زین الاسلام حیدر آباد

نذرانہ عقیدت

منظوم

قیامت تک رہے گا فیض جاری

مولانا پیر فیض الامین فاروقی سیالوی مدظلہ (گجرات)

فدائے حُسنِ محبوب خُدا عبداللہ شاہ غازی
مُحبّ خالقِ ارض و سماں عبداللہ شاہ غازی
وہ کانِ زہد و تقویٰ کا درخشاں ایک گوہر تھے
رئیس و شہر یا ر اصفیاء عبداللہ شاہ غازی
قیامت تک رہے گا فیض جاری دہر میں ان کا
خزینہ حکمت و عرفان کا عبداللہ شاہ غازی
مقام اُن کا ہے بالا تر مِرے فکرو تخلیّل سے
رموز معرفت سے آشنا عبداللہ شاہ غازی
پریشان حال جو کوئی بھی ان کے در پہ آتا ہے
اُسے تسکین کرتے ہیں عطا عبداللہ شاہ غازی
سکون و چین کا مرکز بنے شہر کراچی پھر سے
خدا سے کیجئے اپنے دُعا عبداللہ شاہ غازی
بیاں "فیض الامین" سے کیسے ہو شان و مقام اُن کا
ہیں ذات کبریا کی اِک عطا عبداللہ شاہ غازی

اُس شہید دیں کا فیض عام ہے

مفتی محمد رمضان گلشن چشتی (کراچی)

حضرت عبداللہ شاہ غازی امام
آسمانِ عشق کا ماہ ِتمام

سر زمین سندھ پہ احسان ہے
سایہ حق مایا یہ خیر الانام

وہ مجاہد پاک طینت پاکباز
خواجہ گُل خواجگاں ِ والا مقام

غیرت ملّی کا اک مرد غیّور
کر رہی ہیں عظمتیں ان کو سلام

سندھ جب مے ہند میں مخمور تھا
میکدہ کے توڑ ڈالے سارے جام

بن گیا ظلمت کدہ خانۂ نور
بدل ڈالا شیخ نے سارا نظام

مذھب و مسلک کا سچا پاسبان
تاابد باقی رہے گا ان کا نام

سیّد و مخدوم و کامل راہنما
سر پھرے بھی کر لئے اپنے غلام

وارث ختم الرُسل مولائے کُل
صاحب صدق و صفا فرخندہ نام

دَور اُن کا نقشۂ عہد اصحاب
سنّت سرکار تھا ان کا پیغام
ابو بکر، فاروق، عثمان و علی
پیر عبداللہ کے تھے ذو الاحترام
اولیاء اللہ میں یہ حق کا ولی
عرب سے آ سندھ میں رکھا قیام
آبِ شیریں درمیانِ بحر شور
کڑوے سے میٹھا بنانا ان کا کام
اس شہید دیں کا فیض عام ہے
پی رہے ہیں آج ہر خاص و عام
دشمن ان کے مرگئے مثل مگس
زندہ است درمرقد ایں مرشد مکرم
اہل سنت کا امیر کا رواں!
ہو لحد پہ ان کی رحمت صبح و شام
خار ان کی نظر سے ''گلِتر'' بنے
ان کے در سے ملتا ہے سب کو انعام

زبانِ شوق سے لے نام عبداللہ غازی کا

حافظ عبدالغفار حافظ (نیو کراچی)

ہے اہل حق میں یہ اکرام عبداللہ غازی کا
ادب سے لیتے ہیں سب نام عبداللہ غازی کا

بہاریں دیکھ لیں چشم فلک نے سینکڑوں لیکن
رواں ہے اب بھی فیض عام عبداللہ غازی کا

ولی اللہ بھی ہیں، آل پیغمبر بھی، غازی بھی
بڑی ہے بات، اونچا نا م عبداللہ غازی کا

ملی ہے چاشنی جن خوش نصیبوں کو تصوّف کی
وہ کرتے ہیں سدا اِکرام عبداللہ غازی کا

مکرم کس قدر ہے ذات عبداللہ غازی کی
مبارک کس قدر ہے نام عبداللہ غازی کا

حوادث آتے آتے راستے سے لُوٹ جاتے ہیں
کراچی پر ہے یہ اکرام عبداللہ غازی کا

نہ کیوں اہل جہاں کو رشک آئے اس کی قسمت پر
جسے حاصل ہوا ہے جام عبد اللہ غازی کا

بنی اُس کی بگڑ جائے یہ ممکن ہی نہیں ہرگز

بنا جو بندۂ بے دام عبداللہ غازی کا

بڑھا دست طلب پیارے بہ انداز فقیرانہ

کہ یہ در ہے در اکرام عبداللہ غازی کا

پریشاں ہے اگر تو گردشِ دوراں کی سختی سے

زبانِ شوق سے لے نام عبداللہ غازی کا

نہ کیوں میں بھی سوالی بن کر جاؤں در پہ اے ''حافظ''

کہ ہے جودو سخاوت کام عبداللہ غازی کا

☆

حضرت مصنف کی تحریک پر حافظ جی نے یہ کلام ترتیب دیا اور اس کتاب کیلئے عطا کیا۔ (انصار)

6-9-2015

رہنمائے اولیاء ہیں حضرت عبداللہ شاہ

نتیجہ فکر: حاجیانی صباٹوانہ ماروی

جگمگاتا اک دیا ہیں حضرت عبداللہ شاہ
رہنمائے اولیاء ہیں حضرت عبداللہ شاہ

جو مرادیں مانگتا ہے آپ کے دربار سے
ایسے دل کا مدّعا ہیں حضرت عبداللہ شاہ

تو بھی رُو رُو کر دُعا سلطان کے صدقے سے مانگ
ہر دکھی دل کی دوا ہیں حضرت عبداللہ شاہ

پڑگئی تھی مِدحت سرکار کی عادت انہیں
قبر میں مدحت سرا ہیں حضرت عبداللہ شاہ

جھولیاں بھرتے رہے ہیں، پردہ فرمانے کے بعد
ایسی رحمت کی گھٹاہیں حضرت عبداللہ شاہ

آدمی ہوتے ہوئے، جوبے گناہ رخصت ہوئے
وہ مجسم پارسا ہیں حضرت عبداللہ شاہ

صاحب کردار کی سیرت پہ چل اے ماروی
اِک حبیب مصطفیٰ ﷺ ہیں حضرت عبداللہ شاہ

کرو مشکل کشائی اب خدارا

حاجیانی صبا ٹوانہ ماروی

بڑا احسان ہے حضرت تمہارا
دیا تم نے سمندر میں کنارا
کہاں جاتے بھلا قسمت کے مارے
نہیں دیتے جو تم ہم کو سہارا
پڑیں ہیں مشکلیں میری مدد ہو
کرو مشکل کُشائی اب خدارا
مری تقدیر کو چمکاؤ حضرت!
گھرا ہے گردشوں میں میرا تارا
ہماری مغفرت کی ہو دعائیں
تمہی کو ہم نے دل سے ہے پکارا
تمہیں فردوس میں داخل کرے گا
بڑھائے گا خدا رُتبہ تمہارا
مصیبت جب بھی آئی ماروؔی پر
تمہارے نام کا صدقہ اتارا

اصحاب مصطفیٰ کا بھی وہ نورِ عین

جناب صلاح الدین سعیدی مرحوم
(متوفیٰ 2016ء، کراچی)

عبداللہ شاہ غازی کا رُتبہ بیاں کروں
گر ہو سکے تو شانِ معلیٰ بیان کروں
پہلی صدی کے عہد کی تاثیر کیا لکھوں
اُس پاک باز دور کا کیسا بیاں کروں
بحر معرفت کا وہ خواص اور شناور
اور تھا رسول پاک کا شیدا بیاں کروں
اصحاب مصطفیٰ کا بھی وہ نور عین تھا
اور اہل بیت کا بھی چہیتا، بیان کروں
وہ دور تابعین کا اِک شاہکار تھا
کیسے میں اُس کے حُسن کا جلوہ بیان کروں
قرآن کا وہ قاری بھی، تلوار کا دھنی
فقہ و حدیث کا بھی شناسا، بیان کروں
لشکر کو اُس کے حُسنِ رفاقت پہ ناز تھا

لشکر میں اپنے ایسا جواں تھا، بیاں کروں
غیروں نے اُن کو اپنا ہی باور کرالیا
اپنوں کی غیریت کا مگر کیاں بیاں کروں
''سید'' اتار دے گا قلم کا یہ قرض بھی
اہل قلم کا فرض کفایہ، بیاں کروں
جھوٹی روایتوں کا کرے گا قلع قمع
سچ کا کرے گا بول یہ بالا، بیاں کروں
کرلے گی سب کچھ ان کے ''سعیدی'' کی خاموشی
چپ ہورہا ہوں کہ کیا کیا بیاں کروں

☆

''سید'' سے مراد حضور زینت اہل سنت مدظلہ العالی ہیں (سعیدی)

ارسال کردہ: صوفی خادم حسین قادری مغل پورہ، لاہور

بحر ہند کے طوفان کو تو تُو ہی روکے ہے

نتیجہ فکر: محمد نواز تشنہ کراچی

1. تجھ پر جان سے قُربان، میرے غازی بابا جی
تو ہے ایسا مہربان، میرے غازی بابا جی
2. جھکتے حاکم ہیں سرکار آکے آپ کے در پر
ہے تو شاہوں کا سلطان، میرے غازی بابا جی
3. ملتا ہے سکون قلب تیرے قدموں میں آکر
تو ہے چین کا سامان، میرے غازی بابا جی
4. بحر ہند کے طوفان کو تو تُو ہی روکے ہے
تو ہے اللہ کی برہان، میرے غازی بابا جی
5. جو بھی سائل آتا ہے جھولی بھر کر جاتا ہے
تو ہے سخیوں کا جانان، میرے غازی بابا جی
6. دیبل تجھ سے روشن ہے تیرے گھر کا آنگن ہے
ہم تو تیرے ہیں مہمان، میرے غازی بابا جی
7. جو بھی آئے ہیں بے لوث زائر تیرے ملنے کو
ان کو دے دی اپنی شان، میرے غازی بابا جی
8. ہم تو تجھ سے ہیں منسوب، اے محبوبوں کے محبوب
میرا دل ہے میری جان، میرے غازی بابا جی

9. تُو ہے ولیوں میں مُمتاز، جانِ داتا وشہباز
تیری شوکت تیری شان، میرے غازی بابا جی

10. تیرا مسکن بالا ہے، رب کے رنگوں والا ہے
تو ہے اُونچا ہم ڈھلوان، میرے غازی بابا جی

11. لاکھوں در پہ آتے ہیں، اپنے من کی پاتے ہیں
ایسی تیری ہے پہچان، میرے غازی بابا جی

12. در پہ بھیڑ رہتی ہے، بڑی گھمبیر رہتی ہے
جیسے میلہ ہو گنجان، میرے غازی بابا جی

13. کتنے آتے ہیں مظلوم، خستہ حالت حاجت مند
سب پہ کرتا ہے احسان، میرے غازی بابا جی

14. غم کے مارے، بیچارے، دُکھیا، دُبکے، لاوارث
ان کو دیتا ہے امان، میرے غازی بابا جی

15. اُمت ذلت میں ڈوبی، پَستی اس کی ہے خوبی
اب تو پورا کر نقصان، میرے غازی بابا جی

16. ڈاکو ، چور، لالچ خور، راشی ، باغی، دنیا دار
شر میں ڈُوبا ہے انسان، میرے غازی بابا جی

17. دور حُبِ مخلوقات ، فیض و رحمت کی برسات
یہ تو تیرے ہیں عنوان، میرے غازی بابا جی

18. در پہ تیرے آتے ہیں، قدموں میں رُک جاتے ہیں
ہم تو تیرے ہیں دربان، میرے غازی بابا جی

قطعہ تاریخ (سالِ وصال)

نتیجہ فکر: محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری (حسن ابدال)

مہ حق، شاہ عبداللہ غازی، مقام اُس کا بڑا ہے، اُس کا رُتبہ
کراچی میں کئی صدیوں سے ہے وہ، قسیمِ فیضِ سُلطانِ مدینہ
مرادیں پا رہے ہیں اُس کے در سے، مسلسل رات دن اہلِ زمانہ
گلاب گلستان فاطمہ ہے، حسنؓ کے آسماں کا ہے ستارہ
مجاہد تھا، اُسے بخشا خدا نے، شہادت کا عظیم الشاں درجہ
کمالات و محاسن کا وہ پیکر، لب دوراں پہ ہے اُس کا قصیدہ
رہے گا تا نمُود صبح محشر، زبانِ وقت پر اُس کا ترانہ
جو ہے سر چشمۂ فیضان اُس کا، الحق جاری رہے گا وہ ہمیشہ
مسلسل ہے وہ طُوفانوں سے محفوظ، کراچی شہر اس کے زیر سایہ
سعادت ارض پاکستان کی ہے، حسنؓ کے اُس جگر پارے کا روضہ
نبی ﷺ کی آل اُمت کیلئے ہے، نجات و رُستگاری کا سفینہ
اِفادہ بخش ہے اس سے تعلق، ہے کار آمد بڑا اُس کا وسیلہ
مزار پاک پر اُس کے کئی بار، کھڑا میں بھی ہوا ہوں دستہِ بستہ
وصال شاہ عبداللہ کی تاریخ، کہی ہے "جلوہ گاہ دین طابہ"
کہی اک اور بھی تاریخ طارق
وہ ہے "زیبا جہانِ ماہ طیبہ"
(۱۵۱ھ)

9 صفر المظفر 1436ھ

سال وصال 151ھ

بہ الفاظ دیگر بحساب ابجد	۱۵۱ھ
جمال باب ماہ طیبہ	۱۵۱ھ
آن اجمل طیبہ	۱۵۱ھ
نہج النبی	۱۵۱ھ
منہج احمد	۱۵۱ھ
حق مآب	۱۵۱ھ
زیب اسلام	۱۵۱ھ
جلوہ گاہ دینِ طیبہ	۱۵۱ھ
جہان محمد	۱۵۱ھ
دوامِ اہل دین	۱۵۱ھ
والہ مدینہ	۱۵۱ھ

طالب توجہ ودعا

طارق سلطان پوری حسن ابدال

۹ صفر المظفر ۱۴۳۶ھ

حضرت طارق سے پرانہ تعلق تھا، میری کئی کتب پر ان کی کیمیا جیسی شاعری بکھری ہوئی ہے، وقت بووقت فون پر بات ہوتی رہتی اور کبھی کبھارا پنے مسائل کے سلسلے میں خط بھی لکھا کرتے تھے، ان کے چند خطوط محفوظ ہیں۔ وہ دین دار مخلص اور محبت والے تھے۔ بیماری و تیز بخار کے دوران ان سے بات ہوئی پھر بھی انہوں نے انکار یا بہانہ سے کام نہ لیا بلکہ 9 صفر المظفر 1436ھ / 2 دسمبر 2014ء کا لکھا ہوا انہوں نے مذکورہ سالِ وصال بھجوادیا اور 18 اپریل 2015ء کو حسن ابدال ضلع اٹک میں ان کا انتقال ہوا۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرمائے! آمین۔ باقیات میں ان کی ایک صاحبزادی ہے جو کہ ڈاکٹر اور صاحب اولاد ہے۔

رہے جو رات بھر روشن سمندر کے کنارے پر

سید حسین علی ادیب رائے پوری مرحوم
سابق ایڈیٹر ماہنامہ نوائے نعت کراچی

رہے جو رات بھر روشن سمندر کے کنارے پر
نہ ڈوبے شام ہونے پر، ہے کوئی آفتاب ایسا
عروج آدم خاکی کا دیتا ہے سبق ہر دم
بنا کر تخت، چوٹی کوہ کی، پائے جناب ایسا
ابھرتا ہے جو بن کر موج، پائے ناز کو چومے
رکھا ہے ایک بحر بیکراں بھی ہم کاب ایسا
تمہارے زیر سایہ زیر داماں زیر پا ہیں سب
یہ جب سے تم نے کھولا ہے کرم کا ایک باب ایسا
تہ اُمت تنکے تنکے، شاہ غازی ہو رہی ہے پھر
نہ ہو تعبیر کوئی، میں نے جو دیکھا ہے خواب ایسا
عداوت نفرتیں اور دشمنی، بھائی کو بھائی سے
تمہارے شہر میں ہے، آج شیطان کامیاب ایسا
تمہیں سے عرض ہے، کر دو علاج اُمت خستہ

تمہارا ہی تو ہے دستِ دعائے مستجاب ایسا

کئے شیر و شکر جس نے قبائل، واسط اُن (ﷺ) کا

ہم اُن (ﷺ) کا نقش بن جائیں، پھر آئے انقلاب ایسا

ادیبؔ اپنے لئے کیوں، ساری اُمت کیلئے مانگو

جہاں گنجینہ فیضان ہو اور بے حساب ایسا

(مجلّہ عظمت اولیاء کانفرنس بسلسلہ 256 واں عرس مبارک حضرت عبداللہ شاہ غازی کراچی اگست 1987ء مطبوعہ وزارت اوقاف و مذہبی اُمور حکومت سندھ۔)

غازی کا مقبرہ

از اثر خامہ: سید عارف محمود مہجور رضوی (گجرات)

فیضانِ اہل بیت کی وارث تھی اُن کی ذات

عبداللہ شہ الاشتر، اولاد مجتبیٰ

صدق و صفا کے پیکر، سلطانِ اصفیاء

چشم و چراغ آل نبی، وارثانِ خُلد

دونوں جہاں میں جن کا سیدھا ہے راستہ

تھے پانچویں خلیفہ راشد امام حسن

کیا خوب جدِّ امجد غازی حق نما

فیضان اہل بیت کی وارث تھی اُن کی ذات

اس بات کی گواہی ملتی ہے جا بجا

کس سے بیاں ہوں ان کی نسبی فضیلتیں

کس سے ہو ذکر اُن کے مقاماتِ لُطف کا

ہم عصر تھے امام اعظم، عظیم کے

تاریخ میں رقم ہے وقیع ان کا مرتبہ

سارا جہاں ہے اُن کی کرامات کا گواہ

اس ضمن میں ہیں جن کی امثال بے بہا

صدیوں سے اُن سے فیض، یہ دھرتی ہے پارہی

اُمید گاہِ دہر ہے دربار پُر ضیاء

اُن کے طفیل حاجتیں بر آئیں خلق کی

حق سے تصرفات کا ملکہ انہیں ملا

کرتے ہیں راج اہل وفا کے قلوب پر

ذیشاں ہے اُن کے دم سے ولایت کا ارتقا

نازاں بجا رہے گی کراچی کی سرزمیں

دامن کا جس کے حُسن ہے، غازی کا مقبرہ

تحسین کے ہیں لائق، لاریب، ''راشدی''

حصے میں جن کے آئی تالیف تذکرہ

''مہجور'' سال وصل کو الہام غیب سے

''کانِ عطا'' کی آئی معاً مجھے ندا

151ھ ☆

قطعات تاریخ وصال

نتیجہ فکر: سید عارف محمود مہجور رضوی

بار دگر کہو تم مہجورؔ ''حق مآب'' 151ھ
سال وصال غازی بر جستہ، بر ملا
بار سوم سروشِ غیبی نے بر محل
ہے ''چشمہ ہدایت'' سن وصل کا کہا
786ع

سحابِ عطا
151ھ
ان اللہ یحب المتقین (768ع)
ھادی زماں سید عبداللہ شاہ حسنی (768ع)
سراجِ جہاں ابو محمد سیدِ عبداللہ حسنی (768ع)

دل پہ حکومت آج بھی غازی راہِ حق کی ہے

صاحبزادہ سید وجاہت رسول تاباں قادری

سندھ کی سرزمین پر روشن ہے نام آپ کا
قریہ بقریہ چمکا ہے، ماہِ تمام آپ کا
آب حیات جاری ہے، آب ملیح سے متصل
بحر عرب کے سامنے ٹھہرا، قیام آپ کا
دل پہ حکومت آج بھی غازی راہ حق کی ہے
عبداللہ آج بھی اُونچا ہے، نام آپ کا
قرآن کا ہے فیصلہ، مرگ شہید ہے حیات
پیش جناب مصطفےٰ ﷺ، ارفع مقام آپ کا
وہ ہیں شہید راہ حق، فاتح سندھ کہیں جنہیں
جھنڈے گڑے ہیں ہر طرف، سارا نظام آپ کا
اِذن رسول پاک سے دعوتِ دین کو چلے
پیچھے تھا جُند اولیاء، رہبری کام آپ کا
غازی شہید دونوں کی محفل کے میر میکدہ
شُرب دوام جاری ہے، ہاتھوں میں جام آپ کا
غازی کے در پہ آئے ہیں جو بھی، نذر وہ پائیں گے
جستہ بجستہ پیتے ہیں ، یاقوتِ جام آپ کا

جتنے غریب شہر ہیں ، ان کی پناہ آپ ہیں

باب الاسلام بن گیا، دار قیام آپ کا

آتے ہیں با ادب یہاں، سب صاحبانِ کرّوفر

باب اجابت ہے یہاں، دارالسلام آپ کا

حضرت زین العابدین مست مئے الست ہیں

''تاباں'' گنہگار تک لائے ہیں، جام آپ کا

☆

سلام بحضور غازی بابا

محمد لطیف ساجد چشتی، فیصل آباد

السلام اے حضرت عبداللہ غازی السلام
جان دے کے تو نے جیتی دین کی بازی السلام

السلام اے مصطفٰی و مرتضٰی کے لاڈلے
جھولیاں اُن کی بھرو جو منگتے ہیں در پر کھڑے

السلام.. اے گلشن خاتون جنت کی بہار
بیقرار آئے ہیں در پر بخش دے ہم کو قرار

السلام اے حضرت شبیر کے روشن نگیں
لو سلامی تیرے در پر ہیں کھڑے یہ کمتریں

السلام اے تاجدار اولیاء کاملیں
تو علی المرتضٰی کا ہند میں مسند نشیں

السلام عبداللہ شاہ غازی اے حق کے ترجماں
تیرے در کو چھوڑ کر منگتے ترے جائیں کہاں

السلام اے حضرت عبداللہ آیا ہے غلام
پیش کرتا تجھ کو ''ساجدؔ'' ہے غلامانہ سلام

☆

شاہِ غازی کی طرح تو خدمتِ اسلام کر

شاعرِ حمد و نعت طاہر سلطانی

غازی باباؒ سے محبت ہے تو بس اتنا کام کر
سیرتِ محبوبِ داور کو جہاں میں عام کر
ربّ کے ولیوں کی جماعت، خاص ہے انعامِ ربّ
آجا اِن کی مجلسوں میں، دیں کا اُنچا نام کر
سارے ولیوں کا عمل ہے پیروی مصطفیٰ ﷺ
لے دُعائیں اِن سے آکر، دُور ہر آلام کر
ہر عمل اِن کا شریعت کے مطابق ہی رہا
غازی باباؒ کی طرح تُو اپنے صبح و شام کر
نوعِ انساں کے دِلوں میں زندہ رہنا ہے اگر
شاہِ غازیؒ کی طرح تو خدمتِ اسلام کر
عارف با للہ تھے عبداللہ غازیؒ بھی عظیم
زندگی کو اِن سے اپنی روشنی انجام کر
یہ جو اہل اللہ ہیں اِن کا یہی پیغام ہے
سیرتِ خیرالوریٰ کو عام ایک اک گام کر
اور باقی کام تیرے خود بخود ہوجائیں گے
کر خدا کی بندگی اور سنتوں کو عام کر
حضرتِ عبداللہ غازیؒ سے محبت ہے اگر
اِن کے در پہ آکے ''طاہرؔ'' خود کو تُو بے دام کر

ناچ گانا موسیقی ڈھولک بانسری بجانا شریعت میں کیسا ہے؟

صاحبزادہ سید محمد زین العابدین راشدی

اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتا ہے:

not found.

(لقمان:٦)

''یعنی اور کچھ لوگ کھیل (فضول) کی باتیں خریدتے ہیں۔''

معلوم ہوا کہ باجے، تاش، شراب بلکہ تمام کھیل کود کے آلات بیچنا بھی منع ہیں اور خریدنا بھی ناجائز۔ کیونکہ یہ آیت اُن خریداروں کی برائی میں اتری۔ اسی طرح ناجائز ناول، گندی تصاویر کے رسالے، فحش قصے کہانیاں، سینما کے ٹکٹ، فلم وڈرامے وغیرہ، اسباب سب کی خرید وفروخت (اُجرت) منع ہے کہ یہ تمام لھو الحدیث ہیں۔ یہ آیت فقہ بن حارث بن کلدہ کے متعلق نازل ہوئی جو تجارتی سفر میں باہر جاتا تھا، وہاں سے عجمیوں کے ناول اور قصے کہانیوں کی کتابیں خریدتا، مکہ والوں سے کہتا تھا کہ تم کو حضور قوم عاد وثمود کی کہانیاں سناتے ہیں اور میں تم کو رستم، اسفندر اور شاہان عجم کی کہانیاں سناتا ہوں۔ (تفسیر نور العرفان)

آج کل گھر گھر ناچ گھر، سینما ہال بن گئے ہیں، عشقیہ کلام، بے ہودہ شعر گوئی، فلمی گانے موسیقی عام ہو چکی ہیں، اکثر مسلمانوں کو یہ بیہودہ بیماری لگ چکی ہے، مسلمانوں کی نوجوان نسل فلمی گانوں کے ساتھ خود بھی ناچ کر بیہودگی، بداخلاقی، بدمزاجی کا ماحول برپا کرتے ہیں۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ شریعت پاک

میں ان کے متعلق کیا فرمایا گیا ہے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:
''اللہ تعالیٰ نے گانے والی لونڈی (یعنی گلوکارہ) اور اس کی خرید وفروخت اور اس کے دام اور اس کی تعلیم کو حرام فرمایا۔''

پہلے زمانے میں غلام وار لونڈی کی خرید وفروخت ہوتی تھی، لیکن جو لونڈی گلوکارہ بن جائے تو اس کا خریدنا اور بیچنا اور اس کی رقم کو سرکار مدینہ ﷺ نے حرام قرار دیا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: سب سے پہلے شیطان نے نوحہ کیا اور اس نے ہی سب سے پہلے راگ (گانا) گایا۔
فلمی گانے، فحش کلام، بیہودہ شاعری بُرائی پر اُکساتے ہیں، غیر عورت کی جانب مائل کرتے ہیں اور بیہودگی کے ساتھ شہوت و جذبات کو اُبھارتے ہیں تو یقیناً یہ شیطان کا راگ ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: راگ (گانا) دل میں نفاق کو اس طرح اُگاتا ہے، جس طرح پانی سبزے کو اُگاتا ہے۔

(احیاء العلوم 505، ج2)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے احرام باندھے ہوئے کچھ لوگ گذرے اور ان میں سے ایک راگ گاتا تھا۔ آپ نے دو بار فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری دعا قبول نہ کرے۔

حضرت نافع بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے

ساتھ سفر میں تھا کہ راستے میں آپ نے ایک چرواہے کو بانسری بجاتے ہوئے سنا۔ آپ نے دونوں انگلیاں کانوں میں ڈال دیں اور راستہ بدل دیا اور مجھ سے دریافت کرتے کہ اے نافع! وہ آواز ابھی تلک آرہی ہے؟ جب ہم دور ہو گئے، آواز آنا بند ہوگئی تو آپ نے انگلیاں کانوں سے نکال لیں اور فرمایا:

میں نے رسول خدا ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے ایسا ہی کیا تھا۔

(سنن ابوداؤد، کتاب الادب، ج سوم)

حضرت فُضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ نے فرمایا: راگ زنا کا منتر ہے۔

بعض اکابر نے فرمایا: گانا بدکاری کا ایلچی ہے۔

حضرت یزید بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: راگ گانے سے کنارہ کرو کہ وہ شہوت بڑھاتا اور مروت کو مٹاتا ہے اور شراب کا قائم مقام ہے اور نشہ جیسا اثر کرتا ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا: گانا حرام ہے، جو کوئی اسے پیشہ مقرر کرے اس کی گواہی درست نہیں۔ (یعنی گلوکار موسیقار کی گواہی شرعاً جائز نہیں)۔

(احیاء العلوم، ص 501)

قاضی ابوطیب طبری نے امام شافعی، امام مالک، حضرت سفیان ثوری اور امام اعظم ابوحنیفہ اور دوسرے بہت سے علماء وصوفیاء سے ایسے اقوال نقل کئے ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ راگ کی حرمت کے قائل تھے۔

(احیاء العلوم، باب آداب سماع)

امام مالک رضی اللہ عنہ (بانی مذہب مالکیہ) نے سماع سے منع فرمایا ہے اور

فتویٰ دیا ہے کہ جب کوئی لونڈی خریدے اور بعد میں معلوم ہو کہ یہ گانے والی (گلوکارہ) ہے تو مشتری کو جائز ہے کہ وہ اسے واپس کردے اور یہی تمام اہل مدینہ منورہ کا مذہب ہے۔ (ایضاً)

کیونکہ ناچ گانے والی گلوکارہ، فنکارہ جب شرفاء کے گھر میں لونڈی بن کر آئے گی تو شرفاء کے بچوں پر بُرا اثر پڑے گا۔ بدصحبت سے گھر کا ماحول متاثر ہوگا، لہٰذا سودہ طے ہونے کے باوجود واپس کردیا جائے۔

ہر ٹی وی چینل پر نیم عریاں لباس میں کنجریوں کو بٹھادیا ہے جو کہ لوگوں کے جذبات کو اُبھارتی ہیں اور نوجوان لڑکیوں کو فیشن، بے پردگی، بے حیائی، عریاں لباس پہننے کیلئے اکساتی ہیں۔ (نعوذ باللہ تعالیٰ من شر ذالک)

23-11-2010

ماؤں کے ارمان سے نہ کھیل

صاحبزادہ سید محمد زین العابدین راشدی

جمعۃ المبارک کے دن کو اسلام میں بڑی اہمیت حاصل ہے، حدیث شریف میں تمام دنوں کا سردار بتایا گیا ہے، اس روز تمام مسلمان تیار ہو کر مسجد شریف کا رخ کرتے ہیں، مساجد مسلمانوں سے بھر جاتی ہیں، اختتام نماز پر مسلمان آپس میں بغل گیر ہو کر تمام ناراضگیاں ختم کر دیتے ہیں، گویا عید کا سماں ہوتا ہے۔ اس عظیم اجتماع میں چھوٹے بڑے سبھی پیش پیش ہوتے ہیں اور قبل نمازِ خطبہ میں اسلامی احکامات غور سے سماعت کرتے ہیں، اسی اجتماع میں ممبر سے آواز آتی ہے کہ:

"صفیں درست کرلیں اور بچوں کو پیچھے بھیج دیں۔"

ماں نے بچے کو نہلا دھلا کر صاف ستھری استری کیئے ہوئے کپڑے پہنا کر اس غرض سے مسجد شریف کو بھیجا کہ اس کا بچہ خطیب کا خطاب سُنے گا اور بڑوں سے اخلاقیات و نماز سیکھے گا، لیکن مسجد شریف کا نظام ہی الٹ، جو بچہ سعید ایک گھنٹے سے مسجد شریف میں انتظار نماز میں بیٹھا تھا، اس کو واعظ و متشدد مقتدیوں نے جھڑک کر، پوری مسجد سے پیچھے کی طرف دھکیل کر دل آزاری کرتے ہیں، دل توڑنا گناہ کبیرہ ہے، جس کا انہیں اخیر عمر تک احساس تک نہیں ہوتا۔

ہمارے بچپن میں جس شخص نے ہمیں جھڑک کر مسجد شریف سے پیچھے دھکیل دیا تھا، جوانی تک ہمیں اس شخص سے نفرت رہی کیونکہ نفرت اس نے خود میرے بچپن میں میرے نازک ذہن پر خود بٹھائی تھی، کاش وہ محبت سے پیش آتا اور ساری زندگی اچھائی سے یاد رہتا۔

یہ کوئی اہم فرض ہے کیا؟ جس کا ہر جمعہ کو شدت سے اظہار بر ملا ہوتا ہے، بچے کو باہر کرنے سے وہ کھیل کود مستیوں میں لگ جاتا ہے، شرارتی بچوں کا اثر قبول کر لیتا ہے، آہستہ آہستہ اس کا دل برہمی کے عمل کی وجہ سے مسجد سے اُچک جاتا ہے اور اس طرح ایک معصوم ماں کی آرزوؤں کو خاک میں ملایا جاتا ہے، لیکن خاموشی سے اور پھر ماں ساری زندگی اس بچے کے سدھرنے کی دعائیں کراتی پھرتی رہتی ہے۔ صوفیاء کرام بچوں کو مستقبل کا معمار سمجھ کر ان پر خصوصی شفقت و محبت فرما کر اپنا گرویدہ بنا لیتے ہیں اور واعظ حضرات قریب آنے والے بچوں کو بھی دور کر دیتے ہیں۔

صفوں سے بچوں کو دور کرنے کا جو حکم ہے وہ چھوٹے چھوٹے یعنی ڈھائی تین سال کے منّے مراد ہیں، جو کہ عموماً مسجدوں میں آتے نہیں، سات آٹھ، دس سال کے بچوں کیلئے یہ حکم نہیں۔ سات سال کے بچے کیلئے نماز پڑھانے کا حکم ہے اور دس سال کی عمر میں نہ پڑھے تو مار کر پڑھانے کا امر ہے۔ پانچ چھ سال کے، بلکہ اس سے چھوٹے، سمجھدار، طبیعتاً سنجیدہ کیلئے کہیں حکم نہیں کہ انہیں صفوں بلکہ مسجد سے خارج کر دو۔ بچوں کو اپنے ساتھ صف میں کھڑا کر کے انہیں نماز پڑھائیں، انہیں بتائیں، سکھائیں، نمازی بنائیں تاکہ ان کی تربیت صحیح بنیادوں پر استوار ہو اور صالح معاشرہ جنم لے۔ جن بچوں کو ہال برانڈے سے نکل جانے کا حکم دیتے ہیں وہ تمام صحن میں یا پھر گلی میں جمع ہو کر اجتماعی طور پر شرارتیں اور ہنگامہ برپا کر دیتے ہیں، شور شرابہ کو ختم کرنا ہے تو انہیں اچھا مقام دیں، صف میں اپنے برابر میں کھڑا کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق ارزانی عطا فرمائے۔ آمین

8-5-2018ء

کتابیات

وہ کتب ورسائل جن سے فقیر زین العابدین راشدی نے بالواسطہ یا بلا واسطہ استفادہ کیا ہے:

1۔ تاریخ سندھ — عبدالحلیم شرر

2۔ تاریخ اسلام — اکبر خاں نجیب آبادی

3۔ تاریخ اسلام — صاحبزادہ عبدالرسول (سرگودھا)

4۔ فتح نامہ سندھ — علی کوفی ڈاکٹر بلوچ مترجم (سندھی ادبی بورڈ)

5۔ مہران نقش — ڈاکٹر وفا بنگالی

6۔ تاریخ اسلام — معین الدین ندوی (غضنفر اکیڈمی کراچی)

7۔ جنت السند (سندھی) رحیم داد مولائی (سندھیکا اکیڈمی کراچی)

8۔ آب کوثر — شیخ اکرام (فیروز سنز کراچی)

9۔ رود کوثر — شیخ اکرام (فیروز سنز کراچی)

10۔ موج کوثر — شیخ اکرام (فیروز سنز کراچی)

11۔ تاریخ معصومی — معصوم بکھری، مترجم اختر رضوی (سندھی ادبی بورڈ)

12۔ تاریخ سندھ — ابوظفر ندوی

13۔ تحقیقات وتاثرات — ڈاکٹر رضوان ندوی (الفیصل لاہور)

14۔ فضل کبیر — ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں، حیدر آباد

15۔ تاریخ الکامل — علامہ ابوالحسن علی ابن اثیر 630ھ

16۔ مشکواۃ المصابیح — شیخ ولی الدین خطیب تبریزی

17۔ سنن ابن ماجہ — شیخ ابو عبداللہ محمد ابن ماجہ 273ھ

18۔ کنز العمال — امام علی متقی برھانپوری 975ھ

19۔ جامع ترمذی — شیخ ابو عیسیٰ محمد بن ترمذی 279ھ

20۔ مسند الفردوس — امام ابی شجاع بن شہرویہ دہلی ہمدانی 509ھ

21۔ البدایہ والنھایہ — حافظ عماد الدین ابن کثیر 774ھ

22۔ طبقات ابن سعد — حافظ ابو عبداللہ محمد بن سعد بصری 230ھ

23۔ تاریخ طبری — امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری 3ھ

24۔ تاریخ مسعودی — علامہ ابو الحسن علی مسعودی 346ھ

25۔ صنادید سندھ — ڈاکٹر مولوی محمد شفیع لاہوری لاہور

26۔ فتوح البلدان — احمد بن یحیٰ البلاذری 279ھ نفیس اکیڈمی، کراچی

27۔ فتوح الھند (مفقود) — مورخ ابو الحسن المدائنی 2ھ

28۔ رجال السند والھند — قاضی اطہر مبارک پوری

29۔ برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش — اسحاق بھٹی — ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور

30۔ عظیم پاک وھند کی ملت اسلامیہ — ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی، کراچی

31۔ کراچی تاریخ کے آئینہ میں — محمد عثمان دموہی، کراچی

32۔ تاریخ سندھ — اعجاز الحق قدوسی، لاہور

33۔ غزوہ ہند — مولانا عمیر محمود صدیقی

34۔ تاریخ ابن خلدون — عبدالرحمٰن ابن خلدون، کراچی

35۔ تاریخ سندھ عرب دور میں (سندھی) ڈاکٹر ممتاز پٹھان، کراچی

36۔ تاریخ فرشتہ محمد قاسم فرشتہ

37۔ تاریخ ملت قاضی زین العابدین و مفتی انتظام اللہ شہابی

38۔ ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں قاضی اطہر مبارکپوری
مکتبہ عارفین ناظم آباد کراچی

39۔ عرب وہند عہد رسالت میں قاضی اطہر مبارکپوری (تنظیم فکر ونظر، سکھر 1986ء)

40۔ زبدۃ التحقیق ڈاکٹر پیر سید عبدالقادر جیلانی، لندن

41۔ لال شہباز قلندر قاری احمد پیلی بھیتی

42۔ انوار امام اعظم ابوحنیفہ پیر سید محمد زین العابدین راشدی

43۔ مناقب اہل بیت پیر سید محمد زین العابدین راشدی

44۔ تحریک بالاکوٹ تاریخ کی نظر میں پیر سید محمد زین العابدین راشدی

45۔ گلستانِ اہل بیت مولانا سید جمال الدین کاظمی
ماڑی پور روڈ، کراچی

46۔ قلائد الجوھر شیخ یحیٰ، مترجم مفتی محمد اطہر نعیمی، کراچی

47۔ والی ساحل عبداللہ شاہ حاجیانی ماروی، سٹی بک کراچی، 2009ء

48۔ کشف النور عن اصحاب القبور امام عبدالغنی نابلسی 1143ھ

49۔ جاءالحق مفتی احمد یار خان نعیمی

50۔ ہمحات شیخ ولی اللہ دہلوی

51۔ فتاویٰ رضویہ امام احمد رضا خاں بریلوی

52۔ امام زین العابدین منتی غلام رسول جماعتی

53۔ افضلیت سیدنا صدیق اکبر مفتی غلام سرور قادری، ملتان

54۔ سندھ تصوف اور عبداللہ شاہ غازی — ڈاکٹر سبط شہر زیدی، کراچی

55۔ برکات آل رسول — علامہ نبھانی مترجم عبدالحکیم شرف قادری

56۔ روشن صُبح — پیر سید زین العابدین راشدی، لاڑکانہ

57۔ تذکرہ سخی عبدالواہاب جیلانی — پیر سید زین العابدین راشدی، حیدر آباد

58۔ شہباز ولایت — پیر سید زین العابدین راشدی

59۔ ذکر مصطفیٰ بلوچستان میں — ڈاکٹر انعام الحق کوثر، لاہور

60۔ لطائف شاھیہ — ڈاکٹر وارث علی ترمذی، کراچی

61۔ سلک السلوک — خواجہ ضیاء الدین نخشبی بدایونی
مترجم مفتی شمشاد رضوی مطبوعہ دہلی

62۔ خط پاک اوچ — حسن شہاب بہاولپور

63۔ تصفیہ مابین سنّی وشیعہ — علامہ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی

64۔ امام حسنؓ اور خلافت راشدہ — مفتی غلام رسول جماعتی

65۔ مقالات علمی — ڈاکٹر مولوی شفیع، لاہور، 1970ء

66۔ تذکرہ عبداللہ شاہ — افتخار احمد، رحمٰن برادرس کراچی

67۔ تذکرہ عبداللہ شاہ — ارتضٰی علی کرمانی، عظیم پبلشرز لاہور

68۔ اقبال کے محبوب صوفیاء — اعجاز الحق قدوسی، لاہور

69۔ انوار علماء اہل سنت — پیر سید محمد زین العابدین راشدی، لاہور

70۔ تذکرہ سرتاج الاولیاء — میاں محمد سلیم حماد ہجویری
ہجویری فاؤنڈیشن لاہور 1995ء

ہماری دعوت

☆ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: لا الہ الا اللہ سے کوئی عمل بڑھ نہیں سکتا اور نہ یہ کوئی گناہ چھوڑتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ)

☆ نبی اکرم نور مجسم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ایک شخص کو تیرے ذریعے سے ہدایت فرمادے تو یہ تیرے لئے تمام روئے زمین کی سلطنت ملنے سے بہتر ہے۔ (جامع صغیر ج ۲۔۴۴۴)

☆ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو مومن کسی مومن کو بھوک کے وقت اسے کھانا کھلائے تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت میں جنت کے پھل کھلائے گا جو کسی پیاسے مومن کو پانی پلائے گا تو اسے قیامت میں اللہ تعالیٰ پاک شراب پلائے گا اور جو کسی مومن کو کپڑا پہنائے گا جبکہ وہ ننگا تھا تو اللہ تعالیٰ اسے جنتی جوڑے پہنائے گا۔ (سنن ابی داؤد)

☆ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا!: جو دین میں کسی مسلمان بھائی کو اس کی پیاس کے وقت ایک گھونٹ پانی پلائے گا تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت میں شراب مختوم (شربت) پلائے گا (جبکہ لوگ شدید پیاسے ہوں گے)۔ (جامع ترمذی)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تیرے گناہ زیادہ ہوجائیں تو پانی پر پانی پلا، گناہ جھڑ جائیں گے جیسے سخت آندھی میں پیڑ (درخت) کے پتے۔ ((خطیب بغدادی)

پیر طریقت، زینت اہل سنت حضرت علامہ پیر سید محمد زین العابدین شاہ راشدی مدظلہ العالی کی سرپرستی میں **ادارہ زین الاسلام حیدر آباد** دینی، روحانی، تبلیغی اور فلاحی سرگرمیوں میں مصرف ہے۔ آپ اپنے عطیات، صدقات، فطرات، زکوٰۃ، خیرات اور قربانی کی کھالیں ادارے کے دفتر میں جمع کرواکر رسید حاصل کریں اور اجر و ثواب پائیں۔

محفل ذکر — روحانی علاج — اشاعت کتب — تقسیم لنگر

تقسیم راشن — جہیز فنڈ — مفت دوائیں

بیوہ خواتین میں سلائی مشین، غریب اسٹوڈنٹ میں نصاب وسائیکل، یتیم، بیوہ، معذور غریبوں میں کھانا تقسیم، بیماروں کے علاج وادویات کے لئے ادارہ سرگرم ہے۔

رابطہ نمبر: 0343-5237887

اکاؤنٹ نمبر 03-47-005061 حبیب بینک شاہی بازار برانچ حیدر آباد

زین الاسلام ویلفیئر ٹرسٹ حیدر آباد، سندھ

حضرت علامہ سید محمد زین العابدین شاہ راشدی صاحب
کی ایمان افروز علمی تحقیقی اور انقلابی تصانیف

☆☆☆ بزبان اردو ☆☆☆

1۔انوار امام اعظم حنیفہ ﷺ (۲۵ مقالات پر مشتمل مجموعہ) مکتبہ امام غزالی کراچی 2003،
2۔انوار علماء اہل سنت (سندھ) (۳۰۰ سے زائد علماء سندھ کے حالات وخدمات) زاویہ پبلشرز لاہور
3۔شہباز ولایت (حضرت لعل شہباز قلندر) السادات اکیڈمی لاڑکانہ ۱۹۹۸ء طبع دوم 2005
4۔قاسم ولایت (حضرت خواجہ مشوری سرکار) درگاہ مشوری شریف ۱۹۹۹ء
5۔آفتاب ولایت (حضرت پیر سائیں روزے دھنی) السادات اکیڈمی کراچی 2005
6۔شاہکار ولایت (حضرت شاہ عبد الطیف بھٹائی احوال وافکار) 2008ء
7۔انوار ولایت (پیر سائیں پاپٹ دھنی، تجر دھنی، جھنڈے دھنی) عرف مشائخ راشدیہ
8۔حیات امام اہل سنت (حضرت امام مشوری سرکار مطبوعہ ۱۹۹۰ء)
9۔شہباز خطابت (انوار بلبل سندھ)
10۔سندھ کے دو مسلک (اہل سنت اور وہابیت ایک جائزہ) ادارہ پیغام رضا کراچی، حیدرآباد 1995ء
11۔مسلمان عورت (پردہ عورت و دیگر ضروری مسائل) رضا اکیڈمی لاہور 2000ء
12۔اسلام اور جہاد۔ سبزوار پبلشرز کراچی 2001ء
13۔مسلمانو! نیک اور ایک ہو جاؤ (عصبیت و نفرت کا آپریشن) پیغام رضا کراچی 1996ء
14۔جماعت اسلامی صحافت کی نظر میں (تیس سالہ اخباری کٹنگ اور مضامین کے آئینہ میں مودودی کا مطالعہ) مطبوعہ تحریک اتحاد اہل سنت کراچی 2002ء
15۔قصیدہ بردہ اور علماء سندھ
16۔قصیدہ غوثیہ اور علماء سندھ
17۔شیخ عبد الحق محدث دہلوی اور علمائے سندھ بشمولہ ماہنامہ آثار آزاد کشمیر
18۔زین الوظائف
19۔مقالات راشدی
20۔زین البر شرح حزب البحر
21۔زین الحسنات فی نفی واثبات
22۔زین البرکات فی مناقب اہل بیت
23۔حقانیت اسلام
24۔زین الاصفیاء فی زیارۃ مصطفےٰ
25۔انوار رمضان المبارک

26۔شرح اسماء اللہ الحسنیٰ 27۔مرنے کے بعد زندگی

28۔عقیدت کے پھول (انتخاب کلام)

29۔برصغیر کی مذہبی تحریکیں (ایک سوسالہ تاریخ)

30۔اسلام اور سیاست (اسلام کا نظام حکومت) 31۔ناکام سیاستدان

32۔اصلی کون؟ (اتحاد بین المسلمین کا داعی) ادارہ زین الاسلام حیدرآباد 2015ء

33۔تحریک بالاکوٹ تاریخ کی نظر میں (تحریک متعلق تحقیقی مقالات کا مجموعہ)

34۔آئینہ حقیقت (اسلام اور شیعیت)

35۔فرقہ مسعودیہ کے امیر کے کرتوت (طبع دوم جماعت اہل سنت کراچی 2005)

36۔محرم اور اس کے تقاضے (بزم مصطفیٰ گلزار ہجری کراچی 2005)

37۔زین العرفان (متصوف 17 مضامین کا مجموعہ)

38۔ڈھونڈ چراغ لے کر 39۔کیوں چلیں وہ راہ جو ناپاک ہو!

40۔انصاف (جیلانی چاندپوری کا) 41۔مجاہد اسلام (پیر صبغت اللہ شہید)

42۔ایمان غیرت اور حیاء وشرم 43۔لباس کیسا ہونا چاہیے؟

44۔نورانی انٹرویوز 45۔صراط الطالبین

46۔انوارِ بلبل سندھ (حضرت علامہ قاضی دوست محمد صدیقی قادری)

47۔قولِ فیصل (شمس سبزواری ملتانی کے عقائد اور ملفوظاتِ خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ)

48۔انوارِ عبداللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ

☆☆☆ سندھی تصانیف ☆☆☆

49۔عید میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت (انجمن پیغام رضا حیدرآباد)

50۔پیارے مصطفیٰ ﷺ کی شفاعت (انجمن پیغام رضا حیدرآباد) 1995ء

51۔ختم نبوت کی شرعی حیثیت (انجمن پیغام رضا حیدرآباد) 1995ء

52۔انوار مصطفیٰ ﷺ (سیرت طیبہ)

53۔قرآنی عقیدہ (انجمن پیغام رضا حیدرآباد) 54۔تفسیر آیۃ الکرسی

55۔سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مسلک مبارک (انجمن پیغام رضا حیدرآباد)

56۔روشن صبح (حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور ردشیعیت) السادات اکیڈمی لاڑکانہ 2000ء

57۔سوانح امام المسلمین (امام اعظم ابوحنیفہ ؓ) السادات اکیڈمی لاڑکانہ 2001ء

58۔شہنشاہ ولایت (انوارِ غوث اعظم ؓ) زیرِ طبع

59۔رفع یدین آخر کیوں؟ (انجمن پیغام رضا حیدرآباد) 1994ء

60۔قلم جو بادشاہ (انجمن پیغام رضا حیدرآباد)

61۔زین الایمان (ردغیر مقلدین) 62۔زین الواعظین

63۔اقیمو الصلوٰۃ (مفقود)

64۔حضرت پیر صاحب بیعت دھنی کا مسلک مبارک مطبوعہ درگاہ مشوری شریف

65۔اہل سنت اور حُب اہل بیت (السادات اکیڈمی)

66۔اہل سنت اور اہل جنت

67۔سندھ میں اہل سنت اور اہل شیعیت ایک جائزہ (السادات اکیڈمی لاڑکانہ)

68۔میلاد شریف پر عربی میں تحریر کردہ کتابوں کا تعارف

69۔امروٹی جو اصلی روپ (مولوی تاج محمود امروٹی دیوبندی) دارالعلوم نعیمیہ دستگیر کراچی 2006ء

70۔تفسیر تنویر الایمان کا مصنف کون؟ 71۔دینی مدارس کی اہمیت

72۔حضرت سید صبغت اللہ شاہ اول اور سید احمد رائے بریلوی

73۔ادب کی آڑ میں گستاخی (غلام ربانی کی ایک تحریر کا جائزہ)

74۔عبیداللہ سندھی اپنے آئینہ میں 75۔امام مشوری علیہ الرحمہ کی اخباری تقریریں

76۔زین النعت (سندھی نعتیہ شاعری کا انتخاب)

77۔سون تان مهر نظر پرين لاھ نه پنهنجو (علم غیب نبوی)

78۔وکر سو وھاء جو پئي پراٹو نه تئي

79۔پکارو یارسول اللہ (ردیف یارسول اللہ ہر سندھی نعتیہ شاعری کا مجموعہ)

80۔مخدوم ملت مخدوم ہاشم ٹھٹھوی کی نعتیہ شاعری کا جائزہ 2012ء

استخارہ کا مرکزی اجتماع

نگاہ ولی میں وہ تاثیر دیکھی بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

مرکزی ماہانہ استخارہ عوامی اجتماع حیدرآباد میں پیر طریقت، زینت اہل سنت، عالمی روحانی اسکالر حضرت مولانا پیر سید محمد زین العابدین راشدی مدظلہ العالی تشریف لاتے ہیں اپنی قلبی پریشانیوں، گھریلو ناچاقیوں اور کاروباری الجھنوں میں استخارہ کرواسکتے ہیں۔

☆ کاروبار کی ترقی ☆ خوشحالی ☆ اولاد کا نہ ہونا ☆ اصلاح اولاد ☆ یرقان ☆ میاں بیوی میں محبت ☆ نفسیاتی ☆ لاعلاج امراض ☆ ہیپاٹائٹس ☆ دماغی امراض شوگر قرض کی ادائیگی ☆ روزی میں برکت ☆ بچیوں کے نیک رشتے ☆ امتحان میں کامیابی کا روحانی علاج ☆ دل کا دورہ

☆ آسیب ☆ بندش ☆ جادو کا توڑ کے سلسلہ میں رجوع کر سکتے ہیں

تاریخ: ہر ماہ (انگریزی) کی دوسری جمعرات اور جمعہ۔

ٹائم: بعد نماز عصر تا 12 بجے رات۔

محفل: بروز جمعہ بعد نماز مغرب حلقہ ذکر شریف مراقبہ اور سائلین کے لئے جامع دعا کرائی جاتی ہے۔ اس کے بعد لنگر تقسیم کیا جاتا ہے۔

آستانہ زین الاسلام

حیدر چوک، گاڑی کھاتہ حیدرآباد سندھ
0343-5237887, 0312-3019149
Email: Zainulislamhyd@yahoo.com

استخارہ کا مرکزی اجتماع

نگاہ ولی میں وہ تاثیر دیکھی　　　بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

مرکزی ماہانہ استخارہ عوامی اجتماع حیدرآباد میں پیر طریقت، زینت اہل سنت، عالمی روحانی اسکالر حضرت مولانہ پیر سید محمد زین العابدین راشدی مدظلہ العالی تشریف لاتے ہیں اپنی قلبی پریشانیوں، گھریلو ناچاقیوں اور کاروباری الجھنوں میں استخارہ کرواسکتے ہیں۔

☆ کاروبار کی ترقی ☆ خوشحالی ☆ اولاد کا نہ ہونا ☆ اصلاح اولاد ☆ یرقان ☆ میاں بیوی میں محبت ☆ نفسیاتی ☆ لاعلاج امراض ☆ ہیپاٹائٹس ☆ دماغی امراض شوگر قرض کی ادائیگی ☆ روزی میں برکت ☆ بچیوں کے نیک رشتے ☆ امتحان میں کامیابی کا روحانی علاج ☆ دل کا دورہ

☆ آسیب ☆ بندش ☆ جادو کا توڑ کے سلسلہ میں رجوع کرسکتے ہیں

تاریخ: ہر ماہ (انگریزی) کی دوسری جمعرات اور جمعہ۔

ٹائم: بعد نماز عصر تا 12 بجے رات۔

(محفل) بروز جمعہ بعد نماز مغرب حلقہ ذکر شریف مراقبہ اور سائلین کے لئے جامع دعا کرائی جاتی ہے۔ اس کے بعد لنگر تقسیم کیا جاتا ہے۔

آستانہ زین الاسلام

ربی چیمبر حیدر چوک، حیدرآباد سندھ

0343-5237887, 0312-3019149

Email: Zainulislamhyd@yahoo.com